



# چند قابل مطالعہ کتابیں

80/-	ڈاکٹر یونس (گامسکر)	اُردو کہانیوں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو (تحقیق)
70/-	ڈاکٹر سید محمد عین	عرف کے نئے حہات (تقدیم)
60/-	ڈاکٹر فضل امام	اتحاد کلمہ و خوش
70/-	مائیک ٹالا	یہ کہہ سکتے ہیں
70/-	مرشد دکنہ حیلانی	مردی و ماحول کے خطوط (مترجمہ)
50/-	ڈاکٹر فضل امام	ایس شخص اور
10/-	کمار پاتری	میراجی شخص اور
10/-	ڈاکٹر شہناز	ن م راتہ شخصیت اور
50/-	کمار پاتری	گوال میں شخصیت اور
25/-	ڈاکٹر حامد ی کاظمی	حریف راء، افعال کا مطالعہ
70/-	ڈاکٹر مظہر جمعی	تقدیم و انوار
40/-	عسل احمد	اُردو ناول اور تقسیم ہند
50/-	ڈاکٹر عبد الستار دلی	نئی تحریروں
40/-	ڈاکٹر امیر اللہ خان شاہین	تخلیق و تقدیم
30/-	ڈاکٹر سلمان اطہر خاوند	عمر محمد کی ناول نگاری
50/-	خواجہ عبد الحمید	طریقہ و مراح کا تقدیم و حائرہ
45/-	ڈاکٹر سلمان اطہر خاوند	اُردو ساعری میں اشاریت
50/-	ڈاکٹر درویش احمد کاطمی	اُردو میں طویل نظم نگاری کی روایت اور ارتقا
30/-	ڈاکٹر مریشی	اوت کی مرکز
36/-	ڈاکٹر سطر اعظمی	ملائش و تعمیر
40/-	ڈاکٹر وارث ملوی	تسہ بیارے لوگو
8/-	بیرونیس بطاویہ لعلی	سرسہ سال میں
30/-	مرشد صفہ و دود	مسائیں ڈاکٹر عبد الدود
25/-	ڈاکٹر محبوب راہی	ڈاکٹر مظہر جمعی حار شخصیت اور کارنامے

موڈرن پبلشنگ ہاؤس، گولڈن روڈ، لاہور ۰۰۲

ایک قدم میں کے اُس ٹکڑے پر تھا جو پاکستان کی دھرتی تھی دو سر قدم اُس دھرتی پر تھا جو آزاد  
 دین کا ٹکڑا تھا تھی اور میری آنکھیں ملائگ محرم کے واسطے یہ سارے بھارت کی دھرتی کو دیکھ رہی تھیں  
 قبول دہلوی مجھ سے لعل گیر ہو گئے۔ وہ یہ وعدہ کو میں نے سینے سے لگا لیا مقبول دہلوی سے منے کہا۔  
 — تمام دوستوں کو یہ سلام کہا جس سے مل نہیں سکا، مری طرف سے ان سبھی سے معافی  
 مانگ لیا۔ سب سے کہا کہ میں ایسا دامن ان کی محنتوں اور نوازشوں سے بھر کر اسے ایک گھر سے  
 دوسرے گھر لوٹا ہوں یہ محنتیں دھرتی کے سر کر سکے دل میں جلیتی رہیں گی — مجھے اُن کے  
 بے پناہ مخلص اور خوب صورت دوستیوں کی ہمیشہ اور ملتی رہیں گی۔ — دما کر ماکہ ہماری  
 محنتوں اور دوستیوں کا راستہ مزید استوار ہو۔ — یہ بھی دما کر ماکہ جدا ہیں اس و آستی کے  
 کھلے ماحول میں سانس لینے کی توفیق بخشے۔ — ۱۰

آگے ٹرک دو سر قدم پہلے قدم سے آگیا تھا اور ایک مار بھر میں بھارت اور پاکستان کی  
 سرحدوں کے درمیان اُس آزاد زمین کے ٹکڑے پر کھڑا تھا جس کی ہواؤں میں مہک تھی —  
 جس کی ہریالیوں میں زندگی کے رنگوں کی آمیزش تھی۔ اور جس کے ماحول میں وہ خوشبو بھی تو  
 ہے جس میں سج لسن کر میسر و خود میں سا گئی تھی



گھر سے روانگی کے وقت بھائی رتنس مجھ سے مل کر ہو گئے اور حیدر نے ہم ایک دوسرے کی ماہیوں میں بکریوں کے رہنے کے لیے دل کی دھڑکیں ایک دوسرے سے مخاطب ہوں ماں عبدالرشید صاحب کی لاجواب اور سادہ شخصیت کو زندگی میں شاید کبھی بھی میں بھول نہ سکوں گا۔

لاہور تہرہ کے وسط میں ہستی مدی کے کنارے کنارے گاڑی ایک بار پھر دوڑ رہی تھی میرے پیارے دوست مقبول احمد دہلوی لاہور سے واپس آئے گا سفر میرے ساتھ کر رہے تھے۔ ایک بیکٹ دھیرے سے اچھولے میرے تنگ میں ڈال دیا تھا میں نہیں جانتا کہ اس بیکٹ کے اندر کتنا کس اسٹج جیساں کاغذ پر کھری تحریر کو میری آنکھیں پڑھ رہی تھیں۔۔۔ "محسوس ہوتا ہے کہ آب کی آمد اور روانگی کے درمیان محسوس حد لے کر تھے جس میں سمٹ کر آب حار ہے ہیں اور ساتھ ہی جیسے ساری رشتہ جاری ہے۔۔۔ بہت محنت کے ساتھ یاد کیا کہ آج کو وداغ کہتا ہے۔۔۔ اس امید کے ساتھ کہ محنتیں لیے پھر آب یہاں آئیں گے" اور ایسا کہ ہی کر سارے کے سر پر مائیے مائیے گئے تھے۔

سوچتا ہوں کہ ملیں گے آج سے پھر ہوئے  
سب ہی اک سوچ جس نے اور سہا کر دیا

دل کا دروازہ کھلا رکھا تو میرے واسطے  
تھوڑے سے تیرا دوسرا اک دل تو آئے گا

سیاٹ سڑک پر بہر کے کنارے کنارے دوڑتی ہوئی ہماری گاڑی اویچے اویچے درختوں کے گھاس کے عملی قالوں اور آسمان کو تھوٹی ٹپ ٹپ عمارتوں کو پیچھے چھوڑتی بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی وہی راستہ تھا جس سے میرے وہی گاڑی تھے اور جب واپس میرے اس طرف گاڑی کی تو بیدارہ رو رہی تھی ہی گہا گہی تھی لکس اساکھ تھا جو حدوں اور دھڑکیوں میں ٹٹلنے کی ماسرہ احساس۔ لاہر ہا سکا میں یہاں نہیں ہوں۔۔۔ تمہارا ہم سفر ہیں ہوں۔۔۔ میں تو پیچھے۔۔۔ بہت پیچھے رہ گیا ہوں اساکھ میرے کارہ احساس کی کسک اور محنت کا احساس تھا۔ کئی فنی مراسم انٹائمے ماکتانی جیک یوسٹ سے بھارتی جیک یوسٹ کی طرف بڑھ رہے تھے اُن کے پیچھے میں تھا، مقبول دہلوی اور ورید محمد تھے۔ قدم اساکھ رک گئے میں نے دیکھا کہ



سے وہ تب تک ضرور گریسے ہوں گے جب بھی بھارت کے دورے کے بعد پاکستان کی  
والیسی ہوتی ہوگی۔

قتلِ شمعانی مرے لیے عروں کے کیسیٹ لائے تھے۔ کچھ اور بھی تھا اور ان تھوکن کو جو مکر میں  
نے قریب ٹرسے سہارے مخالف میں سائل کر لیا تھا قاتیلِ شمعانی کہنے لگے کہ گدستہ دلوں کی مصروفیت  
کچھ ایسی رہیں کہ کئی مارا نہیں لاہور سے باہر جا بیٹا اور یہ کہ وہ رماہہ وقت مرے ساتھ نہیں گرا رہے  
انھوں نے امید ظاہر کی کہ میرا دورہ پاکستان کامیاب رہا ہو گا۔ میرے کہا کہ تخت کی دولت سے مالا مال  
ہو کر وطن کوٹ رہا ہوں مجھے کسی کا ایک شعر یاد آگیا۔

یہ دس میں وہ میرا مل ہے۔ یہ تجھے  
ایسے ملے مگر کوٹنے کی خواہش نہیں ہوتی

تمہی نوکر سے کمرے ہی میں ماسے کی ٹرائی لے آیا قاتیلِ شمعانی نے ماسے سے مساجد ساتھ دیا  
لگ بھگ آدھا گھنٹہ وہ میرے ساتھ رہے ودارع ہوئے لگے تو ایسی گاڑی میں سے کمرہ اٹھا لائے اور  
ڈرائیور کو قہور لاتا رہے کے لیے کہا۔ سری رجنس کے سٹک کے خوب صورت لال میں کمرے کی فلیٹس ہیں  
مخت کی ایک باڈ کا رکے روپ میں ایسے اندر جمیٹ لیا۔

آج یہاں صوفائی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو رہا تھا اور سری رجنس کو اجلاس میں شرکت کے لیے  
جا تا تھا ان کی سند مدعو اس سختی کو وہ واگہ مارڈرنگ مجھے ودارع کرے حائل لکس میں سے منع کر دیا۔  
مرے منع کرے کے ماوجود بھلا وہ ماسے والی کس شخص لکس ہبات اہم اجلاس میں شرکت کرے کی ان کی  
نمودی سختی واگہ مارڈرنگ مرے سحر کے مارے میں اسے ڈرائیور کو انھوں نے ضروری ہڈیاں دس  
اور بھر ایک بڑا سا میکٹ کمرے میں سامان کے ساتھ رکھواتے ہوئے کہے لکس۔۔۔ ایسی ہیں کی طرف  
سے ایک چھوٹا سا تجھ ہے، قول کریں "میں نے بہت مارا لکھا لکس سے سود تھا تمہی نوکر ایک  
بھاری کرٹ لے کرے میں داخل ہوا میں نے یو جی اے کہا ہے تو کہے لگیں۔۔۔ کتو تو بھارت میں  
بھی ہوتے ہوں گے لکس پاکستان کے کتو بہت سیٹھے اور لد مد ہوتے ہیں" میں کچھ کہے لگا تو انھوں نے  
مات بدل دی۔۔۔ سالانہ واقعی بہت ہو گیا ہے لکس آمد ہے کہ شرم والے آپ کو ریلیاں

ہوتے ہیں اُس کے مقابلے میں بھارت کا کوئی بھی احمار اس طرح کے خصوصی ایڈنٹس شائع نہیں کرتا۔  
اس لحاظ سے پاکستان کے اردو احماروں کو مری حاصل ہے

### ایک گھر سے دوسرے گھر کو ایسی

۳۔ صورتی ————— پاکستان میں میرے دورے کی آخری مارچ مئی والی سفر کی تیاری رات ہی مکمل ہو چکی تھی صبح دس بجے تک روانگی کا سر و گرام بھانا کہ واگڈ مارڈ پر کسٹم کی کارروائیوں سے فارغ ہو کر سبقت میں امرتسر پہنچا ہوا لڈھار پہنچ سکوں میں سے اسی والیسی کی تہنیز نہیں کی تھی تاکہ ملاوحت دوستوں کو پریشانی نہ ہو۔ مگر کبھی جس خاص احباب کو آج مری والیسی کا علم ہو گا تھا۔ صبح ہی سے ان کے قول آئے لگے تھے سب پہلوؤں ساثرہ ہاشمی کا تھا۔ حیات مطلق ڈاکٹر انور سدید، مرحومہ اودھی اور صاحبہ لودھی، ڈاکٹر آما سہیل اور عطاء المظن و اسمی کے فون بھی تھے۔ اور تمام دوست احباب کی خواہش تھی کہ میں کچھ دن اور ٹک جاؤں ہر طور میں بے بیاہ محنت تھی میں انھیں دیکھ نہیں یا رہا تھا لیکن محسوس کر رہا تھا کہ محنت کے رالعات محسوس بھی نہیں تھے بلکہ ان میں دل کی دھڑکیں ترک تھیں، خدمات ترکیب تھے اور اسے میں کی وہ گری تھی خود دھڑکتے ہوئے دل اور پھیلنے ہوئے حدوں ہی پیدا ہوتی ہے۔

### قتیل تنغائی ہمیں رحمت کرے آئے

یہ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ میرے محترم دوست ساجد قتیل تنغائی کی آمد کی اطلاع ہو کر بے دی۔ میں نے ماہر آکر انھیں خوش آمدید کہا اور پھر ایسے کمرے میں لے آیا۔ میرے مددے اور کھربے ہوئے سالوں کو دیکھ کر قتیل تنغائی کہے لگے کہ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی آئے سار و سامان کے ساتھ گھر تبدیل کر رہا ہو۔ میں نے کہا کہ گھر ہی تو مدین کر رہا ہوں۔ ایک گھر پاکستان سے دوسرے گھر بھارت کو روانگی کے سفر کی تہا رہی ہے۔ سب سے ساتھ وہ بھی مسکرا دے لیکن باری مسکانوں میں تو تو ہیں ایک عجیب سی کسک تھی جو سچ ٹھٹھی ہی آیا گھر چھوڑے کے لمحوں کے احساس سے پیدا ہوئی ہے میں نے قتیل تنغائی کے چہرے کو غور سے دیکھا کی کوستش کی اور محسوس کیا کہ کسک کے ان لمحوں

کی ذرا اصل اسٹریو تو وہ پہلے ہی لکھ چکے تھے۔ انھیں میری جدید رنگیں تقویریں دیکھ کر کھینچیں اور اسی سلسلے میں انھوں نے مجھے ایوانِ وقت میں آنے کی دعوت دی تھی۔ میں رورمانز تنگ کے دفاتر تو نہیں دیکھ سکا تھا اسی سہارے "نوائے وقت" کے دفاتر دیکھنے کا موقع مل گیا تھا۔

رورمانز "نوائے وقت" کے دفاتر تک بڑی اور تندرست مدار عمارت میں واقع ہیں۔ داخل ہوتے ہی پہلی منزل پر ریسپٹس ہے جہاں سے گزر کر اور سطرہاں بیڑھ کر اور عمارت ہوتا ہے اسی تنگ مقامی حسیں وصول کرنے کا انتظام بھی ہے جو لوگ مختلف قسم کی مقامی تحریروں میں اشاعت کے لئے دیتے ہیں وہ یہاں وصول کی جاتی ہیں اور ان کا اندر لک ایک حسیں کر لیا جاتا ہے بعد میں ان حسیں کو اداراتی شعبے میں جمع دیا جاتا ہے۔

"نوائے وقت" میں کام کرنے کا ڈھنگ بالکل بھارتی احباروں جیسا ہی ہے۔ مجھے دہلی اور خالد صحر کے بعض بڑے احبارات کے دفتر دیکھنے کا موقع ملا ہے لگ بھگ تمام احبارات کے ادارتی شعبے ایک ہیں اور وہ احبارات میں رورمانز "ہندوستان" ہی بھارت کا سب سے بڑا احبار ہے جس کی طاعت اور اشاعت میں کمیونیٹروں کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ میں نے تانا کہ اسی ادارے سے ہندی رورمانز "یگانہ کسیری" اور "یگانہ احبار" تنگ مانی "میں شائع ہوتے ہیں ہندی احبار کی اشاعت سے زیادہ ہے اور کل ڈاکروں کی رورمانز اشاعت غالباً آٹھ لاکھ سے زائد ہے بھارت کے دوسرے بڑے احبار "ہندو" "ہندوستان ٹائمز" "انڈس ایکسپریس" "ٹائمز آف انڈیا" اور ان کے ہندی انڈیس ہیں۔ یہاں سے یگانہ رسالے میں شائع ہونے والا سب سے بڑا احبار رورمانز "احیت" ہے۔ یہاں سے رورمانز "ٹرسوں" ایک وقت انگریزی ہندی اور یگانہ میں رسالوں میں شائع ہوتا ہے۔

احبار "نوائے وقت" آفسیٹ پر شائع ہوتا ہے اور اس کی طاعت و اشاعت میں بھی کمیونیٹروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چھپائی کا کام مہاتما علی و جدید ترس مشینوں پر ہوتا ہے۔ رورمانز "تنگ" کی طرح "نوائے وقت" بھی چھپائی کے لحاظ سے بہت خوب صورت اور پرکشش احبار ہے۔ ان احباروں کی صحافت اور محنت بھارت کے احباروں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ادب بکھل کود، فلم، ٹیلی ویژن، سچوں کے لئے اور بہتر داری میگزین انڈیس مہاتما میر کستہ، معلوماتی اور رنگیں



میں نے تشریٰ رٹس سے کہا کہ آپ وہ خط لکھ دیں جو بھارت میں اسے دوسوں کو آیا یہ سال  
 کرنا چاہتی ہیں انھوں نے حراں ہوتے ہوئے وہ یو بھی تو میں نے یاد دلایا کہ کل صبح ہی مجھے والس جو  
 ساما ہے راکھوں نے کہا کہ کل روانگی کا پروگرام اجاگر کیا گیا۔ آج تو اگلے ماہ کے  
 دوسرے ہفتے میں جانے والے تھے شاید انھیں غلط بھی ہوئی تھی۔ اسی لیے وہ یرتال ہو گئی تھیں  
 میں نے کہا کہ اس میں یرتالی کی کمالات ہے تو کہے لگیں کہ میں نے جمعہ کے روز ایسے گھر پر ایک ادنیٰ  
 نشست مستعد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں حساب ممتاز اور طفل صاحبہ مات بھی کی تھی  
 میری خواہش تھی کہ آج کے تمام دوسوں کے علاوہ ان ادیبوں اور ساعروں کو بھی دعوت دوں جس  
 سے آپ مل نہیں سکے آج ہی میں راولپنڈی، اسلام آباد و عمرہ بعض دوستوں کو نوں کرے گا  
 پروگرام مارا ہی تھی ظاہر کو میں نے کہا تھا کہ وہ ہر صبح تیار کرے اور آج بھی اسے ایک نظر دیکھ  
 لیں تاکہ کوئی رہ جائے۔ میں نے کہا کہ یقیناً مات میرے لیے ماعت خیر ہوئی لکس میرے پاس بھی  
 ویرا کی معاد تو ہے، سرکاری ٹھکانے میں ہو رہی ہے اور یہی میری سب سے بڑی مصوری ہے۔ میں دیکھ  
 رہا تھا، غصوں سے کہہ رہا تھا کہ تشریٰ سچ مچ بہت یرتال ہیں مسکرس میں ہوتا تو ایسی ہیں کی  
 یرتالی کو ختم کر کے لیے فوراً ہی مرید کچھ دل رکھے کی مات کہہ دیتا لکس میں نے سنا  
 تشریٰ نے ایسے آج کے سبھی پروگرام منسوخ کر دیے اور ایسی نگرانی میں نو کروں سے مسرا  
 ساماں بیک کرواتی رہیں نے تمار کتابیں اور تحائف تھے تشریٰ کی کتابوں کی کئی کئی جلدیں تھیں۔  
 میرے لیے اور کچھ دوسوں کے لیے 'وطن دوست' کے مہایت خوب صورت کلمہ ڈرے جس رتشریٰ نے  
 ایسے دستخط کر دیے تھے  
 قتل اردو میرا لاہور پولیس اسٹیشن جا کر میں۔ بلا فور سے والیسی کی اطلاع درج کرائی  
 مقبول دہلوی میرے ساتھ تھے اس لیے تعیری یرتالی کے یہ کام بہت جلد ہو گا اسے دوسوں کی  
 وراثت کی جلد حیریں اور کچھ کتابیں بھی حاصل کیں۔

روس سے واپس آنے کے وقت کے دفتر میں  
 بعد دو پہر میں نے روزانہ نوئے وقت کے دفتر میں پہنچ کر عطاء الحق قاسمی کے حکم کی تعمیل

لکس وہاں اسٹریو یو کرے والے ایک صاحب ہوتے ہیں اور ایک آدمی کے سوالات کا وارہا کوئی مشکل کام نہیں ہے لکس یہاں تو سوالات اور پھر صمی سوالات کرنے والے درجن بھر ماہرین صیہ اول کے نقاد اور ماہرین تھے۔ اور ان سے بیشتر لوگ مجھ سے بہت سسر تھے۔ جدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ احامک ہونے والے آج کے اس امتحان میں میں کامیاب رہا ہوں لتری نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ٹھنی عرب کا صاحب ہی نہیں بلکہ میرٹ لسٹ میں آئے ہو۔

تب ساڑھے نو بجے کے قرب سسر کرش ادیک کے بھائی مسٹر حوں ولیم احامک ملے اگئے جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں، کرس ادیک کے سسرال یا کتاں میں ہیں اور بیگم کرش ادیک کے تین بھائی وہاں رہائش پذیر ہیں اور تینوں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں سسرے مسٹر ولیم لاہور کے ایک بہترین تعلیمی ادارے ڈاں ماسکوا سکول کے پرنسپل ہیں دوسرے کلیمیٹ ولیم دیال سکھ کالج میں پروفیسر ہیں اور تیسرے حوں ولیم انکم ٹیکس افسر ہیں حوں ولیم صاحب کو میں نے لاہور پیسجے کے دوسرے روز ہی ایک خط پوسٹ کیا تھا جو تھوڑا دھن کالی تاخر سے ملا حوں ولیم بیگم کرس ادیک اور حوں کے لیے حد تحائف لائے تھے حوں میں نے اسی بیگم میں ڈال دیے جو حمد اختر نے تحفوں سے بھر کر کرش ادیک کے لیے مجھے دیا تھا۔ کافی دیر وہ مجھ سے باتیں کرتے رہے انھوں نے مجھے اسے یہاں آنے کی دعوت بھی دی لیکن میں نے معدوم طلب کی کیوں کہ میرے پاس صرف ایک دن کا وقت تھا اور دیر میں صبح ہی والسی کا بیرو گرام تھا۔ اس ایک دن میں ابھی کئی کام کرے تھے اور بے سار کاٹنا اور تحائف کو سمسٹ کر والسی کی تئاری کرنی تھی

### والسی سے ایک دن پہلے

۲۹، حوری کو صبح ہی صاحب عطا الملق قاسمی کا فون آیا کہ آج عدد دو بہر تیں نے میرے ۱۰ ہوائے وقت کے دفتر میں آجاؤں اسے احار کے ادنی ایڈٹس کے لیے وہ مجھے اسٹریو یو کیا جانتے تھے میں نے کہا کہ اتنی بار ہم مل لیے، اتنی ساری باتیں کرتے رہے اب کسا اسٹریو لو لسا جانتے ہو۔؟ عطا الملق قاسمی سے بحث کرنا اصول تھا وہ بعد تھے کہ بس میں چلا آؤں مدعوت کم اور حکم زیادہ تھا جسے ستر سلم خم کہتے ہوئے میں نے قبول کر لیا۔

فکر کے ورر (جو اس کمیٹی کے حیر میں ہوتے ہیں) کے ماٹوں میں اسی نگہبندی رکھی اور اس طرح کار اعام حاصل کرے جس وہ کاماب ہو گئے۔ بعد میں یہ جلا کہ حققی رعم کا اعام اھس حاصل ہوا ہے اُس سے کئی گنا رائد رقم وہ اعام حاصل کرے کی کوسسوں بر حرج کر چکے ہیں ادنی اعاماب حاصل کرے کا یہ طریقہ مختلف شکل و صورت میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ اس یر کئی تھقبے ملد ہونے اور بھسراکتانی ادیبوں کی ملتی جلتی کئی کہا یاں سسے کو طس۔

تو ہوئی اسے نام ہادادوں کی ماب جس کی نظر ادسیر نہیں 'ادنی اعام' مر ہوتی ہے اور جو اعام حاصل کرے کے لیے طرح طرح کے حرے استعمال کرے ہیں۔ جو اعامات لعی کسی سعارش کے بھی دیے جاتے ہیں ان کا طریق کا سا یا ہاں کہ جسے مصفاہ کہا جاسکے۔ مختلف اکادمیوں اور سرکاری اداروں کی طرف سے ہر سال اعاماب دے جاتے ہیں۔ طریق کار یہ ہے کہ اکادمیاں اداسے ہر سال ایک خاص تاریخ تک حار سے آٹھ جلدیں فی کتاب قلم کار سے اھس اعام دے کے لے غور کرے کے مقصد سے ملگواتی ہیں اگر کوئی ادیب اسی کتاب بھیجا ہاں ماسایا کوئی ادیب مقرو تا زیج لکھی غموری کے ماع کتاب بھیج ہیں تا تا تو وہ کتاب اعام کی حق دار ہیں ہو سکتی ایسی کتاب کی عدم موجودگی میں جس کسی دوسری کتاب راس سال کا "بہتر س ادنی اعام" دیا جاتا ہے تو کام ہاں لیں کہ وقتی اعام کے لیے ٹھی گئی کتاب بہتر ہیں ادنی تخلیق ہے ؟

## تخائف کی بھرمار

اسی طرح کے بہت سے موضوعات رگرنگنگوانے اور جب ہم رحصت ہوئے لگے تو وہاں موجود بہت سے ادیب دوستوں نے مجھے ایسی کتابوں کے تجھے پیش کیے مقبول دہلوی اور سترنی جوں کی سیکر ٹری اگر دور کرتے تو اسی ڈھرساری کتابوں کو ماہر کھڑی گاڑی تک بھیجا تا ہی شکل و جاتا رواسہ جنگ" کے دھاتر حوا و سری سرلوں یر واقع ہیں دیکھے کی میری خواہش تھی لیکن توقع سے کہیں رما دہ وقت جنگ دوم کی شست میں لنگ گتا تھا اس نے ہم وہاں سے گھر کے لیے رواہ ہو گئے راستے میں آج کی شست کے اسے میں سترنی رجنے لکما کہ ایک بہایت ہی کامیاب شست تھی میں نے کہا کہ میرے لیے یہ ایک دل جیسٹ خجرا ر ا احارات، حریدوں ریڈیو اور ٹیلی ویزیوں کے لیے میں نے سمت مارا رڈیو دیے ہیں

کاد کر تکیا میں کسی تقریب عالمک کا کسی دہلی میں انجمن ترقی اُردو ہمد اُردو پروموتس میورو  
اُردو اکادمی کی طرف سے مشترکہ طور پر منعقد کی گئی تھی اور جس میں حباب خلیفہ ریال، ڈاکٹر حلیق انجم  
حباب مالک رام جیسی قدا و شخصیات نے مقالے پڑھے تھے یا تقریریں کی تھیں قلم کار کی موجودگی میں  
اس کی تخلیق اب پر جس طرح سے صحت سے مستفیدی سائرہ لیا گیا تھا یہ اسی مثال آب تھا حمید اختر  
نے کہا کہ یہ ایک ایسی بات ہے لیکن عموماً اسام ہوتا ہیں۔

### ادب العامةات

کتا نوں پر ملے والے سرکاری اور عہد سرکاری العامةات پر ہوئی بات حیات ہب دل حبیب  
تھی ڈاکٹر اور سدید کا کہا تھا کہ کسی کتاب یا ادیب کو العام مل جانے سے اس کی ادنی حیثیت میں  
قطعا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ یہی ایسے العامةات کی ادیب ماسا عکازہ متعین کرے میں کوئی معاو  
کرتے ہیں اُن کا حال تھا کہ کچھ عرصے کے لیے اُسے شہرت ضرور مل جاتی ہے العامةات کی لغت میں ذاتی  
بید یا مالسد کو بہت دخل حاصل ہے۔ اس میں بسبب دوسرے کی سیاست بھی اثر انداز ہوتی ہے۔  
گر وہ سدی کے اقرا ت بھی دہاتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان میں ایک زمانے میں اُردو می ایوارڈ  
سے نرا العام تھا لکس۔ العام۔ آگ کا دریا، کوٹا اور علی پور کا ایلی کو صاحب کیہ دونوں  
کتا میں اُردو ادب کی پہچان کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس کے برعکس جو کتا میں العام یافتہ قرار دی گئیں آج  
ان کا ذکر تک سے میں نہیں آتا سائرہ ہاتھی نے بھی اس بات کی تائید کی

مجھے سے بوجھا لگ کہ عبادت میں بہت سے سرکاری اور عہد سرکاری اداروں کی طرف سے ہتھار  
العام تقسیم کیے جاتے ہیں۔ وہاں اس کا کا طریق کار ہے، جس نے ڈاکٹر اور سدید کی بات کو دوہرا لے  
ہوئے کہا کہ میں تو یہ نہیں کہا کہ تمام العامةات سعارس اور اترو و سورج ہی سے ملتے ہیں لکس  
عموماً ایسا ہوا ہے میں نے معیرام کا ذکر کے ایک ایسے ہندوستانی ادیب کی کہانی ساں کی جو  
محض دو کتا نوں کا مصنف ہے اور جس کا ادنی کیرئیر بھی محض پانچ چھ سال کا ہے ایسی تصنیفات  
سرا العام حاصل کرنے کے لیے اُس سے بہت بھاگ دوڑ کی۔ العام کا مصلہ کرنے والی کمیٹی کے ممبران  
تک رسائی حاصل کی۔ اُن کے ملے ملے والوں اور رشتہ داروں سے سفارتی خطوط لے متعلقہ

سوال — اُنکے خیال میں جس حالات میں ترقی پسند تحریک پیدا ہوئی تھی وہ صورت حال تبدیل ہو چکی ہے —

جواب — اُس وقت کے مسائل اُس وقت کے مسائل تھے، آج کے مسائل آج کے مسائل ہیں —

سوال — ہندوستان اور پاکستان کے ادیبوں میں کون سی قدر مشترک ہے اور کون سی مختلف —

جواب — دونوں طرف کا ادب اور ادیب کم و بیش ایک جیسے ہی ہیں، سوال — آئے یہاں کتنا محسوس کیا اور کیا پیغام آپ یہاں سے اے وطن کے لیے لے کر حاضر گئے —

جواب — یہاں سب لوگ بہت اچھے ہیں بے پناہ محنت کر کے والے ہیں یہی احساس ادیبی پیغام لے کر میں اے وطن جاؤں گا —

### نائلس ادم کی

’جنگ عظیم‘ میں مجھ سے کنگا اسٹریو بہت طویل تھا جسے ’جنگ‘ احبار کے نورے ایک مصحح پر اقتضار سے بیس کنگا اسٹریو ختم ہونے کے بعد چائے کی چسکوں کے دوران آیس میں بہت سی رسمی اور غیر رسمی تائیں ہوئی رہیں۔ ڈاکٹر اور سہارے کتاؤں کی رسم اخراج کی تقریبات اور کتاؤں پر طے والے سرکاری، نیم سرکاری اعلانات کا موضوع چھیڑ دیا۔ میں نے کہا کہ یہ روایت دونوں ملکوں میں قائم ہے کسی کتاب کی رسم روحانی کی تقریب معتقد ہو یا کوئی رُئی مات ہیں ہے اس سے ادب اور اس کی تخلیق کے بارے میں لوگوں کو رادہ واقعت حاصل ہوتی ہے لکس دیکھا گیا ہے کہ ایسی تقریبات کا سہارا عام طور سے ذاتی تشہیر کے لئے لیا جاتا ہے۔ رُئی مات ہے۔ تقریب معتقد ہوگی تو عقوڑی بہت تشہر تو ہوگی ہی لکس تقریب سہرت کی میا لگی ہیں مٹی یا ہے حمداترے کہا کہ ہم نے کو کوئی ایسی تقریب نہیں دیکھی جس میں رُوماد والی کتاب سے متقدم نقطہ نظر سے ات کی جاتی ہو کتاب سے کم اور کم لکھ کر تقریب پر زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں۔ میں نے ایسی ایک کتاب ایسا داس ایسی آگ کی رُومانی

اس کی کاد و ہوا ت  
 اس کے لیے کیا ایک سرگرمی کا سلسلہ ہی میلا دیا ہے۔  
 اس کی بہت سی بات  
 اس کے علاوہ بھی میری بہت سی کہانیاں ہیں جو کہ اسے موضوع اور اسلوب  
 کے حوالے سے بہت مختلف ہیں۔

سوال — ہمارے ہاں حوا اسرار نگار لکھنا یا سے ہجرت کر کے تقسیم کے بعد یا کسان آئے  
 ہیں اُس کے ہاں ابھی تک ایسی بھڑکی ہوئی مٹی کی نو اس رچی ہوئی ہے اس کی تحریریں  
 میں آج بھی یہ احساس موجود ہے جس کی سب سے بڑی مثال انتظار حسین ہیں۔ اب بھی  
 ساہو مال ما کسان سے چرب کہہ کے اُدھر گئے ہیں۔ کھٹی آئیے بھی اپنے اندر اس حدیث  
 کو محسوس کیا جو کہ ہجرت کے عمل سے پیدا ہوا ہے اور جسے انتظار حسین نے ستارت سے  
 محسوس کیا۔

جواب — ایسا ہر قسم اس ادیب کے ساتھ ہوا ہے اور میرے ساتھ بھی ہوا۔ میرے بہت  
 سے اساتذہ اسی حدیث کے گرد سرگرم ہیں۔

سوال — آپ کے اساتذہ کے حوالے سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ اب ترقی پسند تحریک  
 کے ساتھ وابستہ نہیں رہے۔ آپ اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔

جواب — ادب میں مختلف اسکول آف ٹھاٹھ ہوتے ہیں کسی خاص موضوع کو کسی خاص  
 سوچ کے حوالے سے لکھنے سے مراد یہ حال میں اس کا کیسوس محدود ہو جاتا ہے اور اس  
 کے خطرناک نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ میں ادب میں اگر وہ مددوں کا قانون نہیں  
 میں ماموتی سے لکھنا رہتا ہوں کسی گروہ سے وابستگی ضروری نہیں سمجھتا۔

سوال — ترقی پسند تحریک کے ادب راترات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب — جب تحریک شروع ہوئی تو اس وقت بھی لوگ لکھ رہے تھے آج بھی لکھ رہے  
 ہیں۔ ادب کو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا اور میرے مخصوص نوعیت کے وقتی مسائل  
 محسوس لے اس تحریک کو ہم دیکھا آج ایک مختلف نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔

سوال — آب ٹیلی وژن رائٹر بھی ہیں۔ آگے سر دیکھ کر ہمارے اور آپ کی رائٹنگ میں سیادی کس قدر کم ہے۔

جواب — ہماری ہاں یا مندی بہت کم ہے وہاں ہم ہر بات آزادی سے کہہ سکتے ہیں۔  
سوال — پاکستانی ٹیلی وژن ڈرامے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔

جواب — پاکستانی ٹیلی وژن ڈرامہ مجموعی طور پر ہندوستانی ڈرامے سے بہتر ہے۔  
سوال — ہندوستان کے دلوالائی تصور اور وہاں کی مہدی تقافتی روایات کے حوالے سے ہاں کے ادب کو مہم آگے ہوا ماحول سے کتنا فکس لگا رہا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں۔

جواب — آپ کی اس رائے سے میں متفق نہیں ہوں مجموعی طور پر ہندوستانی ادب مہم آگے ہے چونکہ یہاں کے لوگ محارت کی رمان میں نہیں جاتے اور آپ کے پاس وہ کہیں ہی نہیں پہنچتیں اس لئے آپ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔  
سوال — ہندوستان میں اردو ادبیات کتنے مقبول ہیں۔

جواب — محارتی یہاں جو کبھی اردو کا گواہ رہا ہے اور جہاں آج اردو سسک رہی ہے وہاں خالد حسرتے شائع ہونے والا اردو دور رمان ہندو سماج کی طاعت، گٹ آپ، سرکولٹس اور ہر لحاظ سے محارت کا صفا اول کا احسا رہے اس کے علاوہ محارت کے مختلف تمہروں سے سانس ہونے والے کئی اور احسا بھی ہیں جو کافی مقبول ہیں۔  
سوال — آج کل ہندو سماں اور پاکستان کے روابط بہت آگے بڑھ رہے ہیں ہمارے ہاں متاثر یا یا ما ہے کہ محارتی حکومت اور عوام نے پاکستان کو کبھی تک دل سے تسلیم نہیں کیا۔ آپ ادیب ہونے کے باطن کا محسوس کرتے ہیں۔

جواب — اس سوال کا کچھ حصہ سیاسی ہے جس پر میں گفتگو نہیں کر سکتا لیکن آپ کا تاثر صحیح نہیں ہے عوامی رشتوں کے حوالے سے حومات آگے چلی ہے اس کو دونوں ملکوں کے عوام نے اچھے تاثر کے ساتھ قبول کیا ہے اب اگر یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے تو اسے ملحدانہ ملحدانہ استوار کرنا چاہیے۔

یہاں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں جہاں تک یورپ ہندوستان کا تعلق ہے 'اب  
 صورتِ بہار میں اُردو کو دوسری زبان کا درجہ حاصل ہے ہمارے ہاں یہ وہ صوبوں میں  
 اُردو اکادمیاں ہی ہوتی ہیں جن صوبوں میں ایسی اکادمی نہیں ہے وہاں انگریز  
 (Languages Department) میں یہاں میں اب اُردو نہیں کے برابر  
 ہے لہذا یہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد بھی نہیں کے برابر ہے، لیکن اس کے باوجود  
 تھے اردو سائنس عجائب میں معتقد ہوئے ہیں 'تاہم ہی ہندوستان کے کسی دوسرے  
 صوبے میں معتقد ہوتے ہوں اور ان میں ترکیب ہونے والے نوجوانوں کی تعداد اتنا  
 کرتی ہے کہ آئندہ نسل یقیناً اُردو کو سمجھنے کے قابل ہو جائے گی۔ ایسے بھی ہندوستان میں ہر  
 زبان کی سالانہ ادبی ریورٹ میں غلطی کی صورت میں شائع ہوتی ہیں جس سے اُردو کی  
 مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے بھارتی عجائب میں ہر صبح ہیڈ کوارٹر میں سرکاری  
 طور پر زبان کو شروع دینے کے لیے اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

سوال — ہر ایک کے سامنے اس کے عہد کے تقاضے ہوتے ہیں جس کی مایہ وہ ادب تخلیق کرتا  
 ہے ہندوستان کے افسانہ نگاروں کے سامنے اس وقت کون سے ایسے موضوعات ہیں جن  
 کے حوالے سے وہ افسانے لکھ رہے ہیں۔

جواب — زندگی اور اس کی ضروریات و مسائل کے حوالے سے ہماری سماجی زندگی کا  
 کسوس بہت وسیع ہے اور ہمارا افسانہ نگار اسی حوالے سے تبادلاً افسانہ نگاری  
 کر رہا ہے۔

سوال — اب ہماری اُردو ادبیاتی راولوں میں لکھتے ہیں زبان بدلنے سے لکھنے میں  
 کوئی الجھن تو محسوس نہیں ہوتی۔

جواب — کبھی کبھی ایسا محسوس ہوا ہے اور یہ قدرتی بات ہے۔

سوال — عجائب اور خصوصاً گدیہا میں اُردو لکھنے والے کون سے بڑے ادب ہیں۔

جواب — کرنل ادیب، آزاد گلابی، تروں کمار اور، اس کے سامان، کتیری محل راکر

وغیرہ بہت اچھا لکھنے والے ہیں اور بھی کئی لوگ ہیں۔



حوالہ ————— مربہ جس اصانوں کا ذکر آیا ہے وہ مترقی سیاح کی پچھلی تین چار سالہ

مورت حال کے بس مطر میں لکھے ہوئے اساتے ہیں مربہ سردک ادب ہمسائے سکا

تعلق کے حوالے سے لکھا ہے۔ کسی مصوبے کے تحت لکھا ہوا اور ادب نہیں ہوا۔

سوال ————— اُسے فرمایا ہے کہ آئے اے اُردو اصانوں کو ہمدی میں منتقل کیا ہے کہیں اسی

کرتے وقت اُس کے دہن میں یہ تو نہیں تھا کہ اُردو ہمدوستاں میں آہستہ آہستہ ختم

ہو رہی ہے جب کہ ہمدی کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

حوالہ ————— ہاں اُردو میں لکھی ہوئی کتاب صرف ایک ہزار تھی تھی ہے جو کہ اکثر دہلیوں

میں ختم ہو جاتی ہے اور اگر اسے دوسلوں میں تقسیم کیا جائے تو شاید وہ ایک ہزار

کتاب کئی سالوں میں بھی ختم ہو۔ اس کے مقابل ہمدی کا کوئی بھی ماول دس ہزار

سے کم بعد دس نہیں بچتا اس کے علاوہ کچھ کتابیں ایسی بھی ہیں جن کا ایک انڈسٹری

سیاح ہمارے قریب بچتا ہے۔ ایسی صورت حال میں ہر قلم کار کی خواہش ہوتی ہے کہ

اس کا لکھا ہوا مادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے اسی حوالے سے میں نے ہمدی میں

زادہ لکھا ہے لیکن اس کے باوجود میری اُردو سے محنت ختم نہیں ہوتی۔

حوالہ ————— دہلی سے یہاں آئے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہمدوستاں میں اُردو رواں

پیلے کی نسبت آگے بڑھ رہی ہے۔ کیا بھارتی سیاح میں بھی ایسی صورت حال ہے اس

کے برعکس ہے۔

حوالہ ————— سیاح میں درجہ تعلیم سہا ہے وہاں اُردو کسی بھی سطح پر رائج نہیں۔

سوال ————— ایسی کتاب کا ایک ہندو ایلوارڈ آک کو ہمدی کتاب میں لکھا تھا اُردو کتاب؟

حوالہ ————— ایوارڈ مجھے اسے مجموعی کام میں لکھا تھا۔

سوال ————— کیا ہمدوستاں میں اُردو رواں کے تحفظ کے لئے کوئی پروگرام یا کوشش

سرکاری سطح پر ہو رہی ہے اور کیا سہ لسانی مصوبہ اس تحفظ میں کوئی مددگار

نات ہو سکتا ہے۔

حوالہ ————— سہ لسانی مصوبہ یقیناً اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے میں اچھی صرف

”میں میرا دس“ پر تحقیق نہیں کی گئی بلکہ مٹو کی ادنیٰ تحقیق کو اٹھا مارے اور کھارے  
 دیکھ لیتے ہیں یزیدی اور ادنیٰ حوالے سے لکھے گئے کئی مصائب شامل تھے۔ اس میں بے ادب  
 مارا اور ہمدی علی جانے مل کر ترمیم دیا تھا۔

سوال — لاہور میں متعدد مختلف تقریبات میں آپ کی کئی اصنافیں کے موقع پر اس  
 صنف سے لگتا ہے کہ آپ مٹو کے اسلوب اور صنف سے بہت زیادہ متاثر ہیں اس کے بارے  
 میں کچھ فرمائیں۔

جواب — میرے خیال میں کسی کا مصنفاتی اور قول کر لیا الگ بات ہے لیکن اس کے  
 رر اثر لکھا نقل کے برابر ہے۔ رہا ابھی صحیح ہے کہ خواب ہمیشہ سے ہیں ال کا اثر بلا واسطہ  
 مانا واسطہ ہم قول کر سکتے ہیں ایک قاری کی حقیقت سے میں مٹو سے متاثر ہی نہیں اس کا  
 مذاق بھی ہوں لیکن جہاں تک لکھنے کی بات ہے اس میں مٹو کا اثر ہے، میرا ایسا  
 انداز ہے۔

سوال — آپ کے اصناف حقیقت نگاری کی اس روایت سے متعلق ہیں جو برہمچند سے شروع  
 ہوئی آج کے دور میں حقیقت نگاری میں بڑے میں جلی گئی ہے اور اس کی جگہ علامت نگاری  
 اور تحریک کا تحریر ہو رہا ہے آپ کے ہاں علامت نگاری اور تحریک کا موجودہ رویہ نہیں  
 ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں۔

جواب — میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ میں بطور اصناف نگار علامتی و تحریکی اصناف  
 کو پسند نہیں کرتا مگر حال میں حقیقت نگاری کا رویہ ہماری زندگی کے زیادہ  
 قریب ہے آج کے دور میں پہلے ہی انسان شمع اور تاؤ کے اعصاب شکن دواؤں میں ہے  
 علامتی اصناف اس دواؤں میں مرید اصلے کا باعث بن جاتا ہے۔

سوال — آپ کے بعض اصنافوں میں مسادات کی صورت حال کا تحریر بھی ملتا ہے لیکن جس  
 طرح کرتے ہیں حد درجے بعض اصناف ایک خاص مصورہ مدی کے تحت لکھے جاتے تھے کہ  
 ”یتا اور انکیر بس“ جس میں انھوں نے اگر دس مسلمان مارے تھے تو ساتھ میں دس  
 ہندو بھی مارے تھے بالکل اسی طرح کا روتہ آپ کے ہاں بھی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

حاصل جس کے حوالے سے حوائٹ لکھا ہے اس میں آئیے لمسائی شعور کو کہاں تک مقرر رکھا ہے۔

حوالہ — میری ایک حقیقت ڈاکٹر کی بھی ہے — سموں کا ڈاکٹر ادرک کا ہیں ڈاکٹر کی حقیقت سے لمسیات حسیات اور منڈیکل کے دونوں شعور کا مطالعہ میں لے کر ہے جیسا کہ میرا وہ مطالعہ جو میں نے ڈاکٹر کی حقیقت سے لیا ہے اس کے مختلف پہلوؤں کا یورپ ادراک کے ساتھ میری ادنیٰ تخلیق میں آگئی فطری بات ہے میں نے اسے اور جس کی چھاپہ نہیں لگائی، لکس جہاں میرا لمسائی لمسیات کا کوئی پہلو اس حوالے سے سرے سے آتا ہے میں نے اس کو ایسی کہانی میں کیا ہے۔

سوال: — آئیے مٹو کو توڑھا ہی ہوگا آگے حال میں وہ جس اور لمسات کے حوالے سے کس یا نے کا اسارہ لگا رہا ہے۔ کیا محارب میں نے لکھے والوں پر لمسائی اور جس حوالے سے مٹو کا کوئی اثر ہے۔

حوالہ — مٹو کی تمام کہانیاں لمسائی اور جس حوالے سے جو کاد سے والی کہانیاں ہیں اُس پر قحاشی کا اہرام لگایا ہے لکس اگر آج ہم اُس کے فلم سے ملکی ہوئی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے جو لکھا تھا وہ زندگی اور لمسائی لمسات کے قریب تھا۔ میرے خیال میں قحاشی مٹو کو محارت میں غور سے پڑھا اور سمجھا لگا ہے یا کستاں میں آما پڑھا اور سمجھا، پس لگا جس نے مٹو اور حوئی سے مٹو لکھا ہے اُس نے مٹو اور حوئی سے اُس کو محارت میں پڑھا گیا ہے۔

سوال: — آپ کی کتاب مٹو مرادوست، کس حوالے سے مٹو سے نسبت پیدا کرتی ہے۔

حوالہ — مٹو مرادوست تنقیدی یا تحریاتی کتاب نہیں ہے۔ آج سے لگ بھگ پچاس سال پہلے اویدر ماچہ اشک کی مٹو مرادوست، مٹو کتاب تھی جس میں اشک صاحب نے مٹو کے بارے میں ایسی باتیں لکھی تھیں جو اس کے پڑھنے والوں کو ماگوار گری تھیں۔ مٹو مرادوست میں مختلف لوگوں کے مضامین شامل ہیں ایک سموں میرا بھی ہے ایک طوں سموں راجہ مہدی علی خان کا بھی ہے اس کتاب میں اشک کی



دی جاتی ہے 'حنگ فورم' کی معتقد ہونے والی تست کے بارے میں ایک یا دو رورقن ماقاعدہ  
 'حنگ' اصرار میں اعلاں سامنے کیا جاتا ہے اور عام لوگوں کو بھی اس طرح تمہولت کی دعوت دی جاتی  
 ہے لکس۔ لوگ عام طور پر یہاں سے سوال جواب میں تہریک نہیں ہوتے بلکہ صرف اعلاں کی کارروائی دیکھ  
 کے، مزید اس ہوتے ہوتے ہال میں سامنے کی طرف کچھ اور کافی یعنی لیٹ فارم پر ایک ٹرا گول میرے حس کے  
 ارد گرد یہاں اور ماہرین کی تستیں ہیں سر پر ہر تست کے آگے مانکر وٹوں لگا ہوتا ہے۔ اس کے  
 حس سامنے کی طرف کارروائی دیکھے والوں کے لیے ہال میں لگ بھگ دو سو گرسوں کا انتظام ہوتا ہے۔  
 'حنگ فورم' کی کارروائی چیلانے کے لیے روراء 'حنگ' کا سماء سداہ موجود ہوتا ہے یوں کہہ لیں کہ 'حنگ فورم'  
 ایک طرح کا ٹریس کلک ہے جس میں یہاں کوٹا کر سامعین کی موجودگی میں ماہرین اس سے اسٹرو لو کرتے ہیں  
 'حنگ فورم' میں کسی یہاں کوٹا مانا ایک طرح سے اس کی عزت افزائی کر رہا ہوتا ہے یہاں سے ہونے والی بات  
 مت کو ماقاعدہ رسکارڈ کسا جاتا ہے اور بعد میں متعلقہ ایڈٹس میں یہاں اور ماہرین کی رنگیں تصویروں  
 کے ساتھ اور مہات اہتمام سے اس اسٹرو یو کو 'حنگ' میں شائع کسا جاتا ہے

روراء 'حنگ' کے ادنی ایڈٹس کے اصرار اور شہور ساعر حاب حس رموی نے جب مجھے 'حنگ فورم'  
 میں بطور یہاں شرکت کی دعوت دی تو میں نے سمجھا تھا کہ یہ بھی دوسری معتقد ہونے والی ادنی سستوں  
 میں ہی ایک سست ہوگی لیکن بعد میں جب سٹریٹس میں اور مقبول دہلوی کی رانی مجھے حقیقت کا علم ہوا تو  
 سامع ہی دوطرح کا رد عمل بھی مجھ پر ہوا فوری رد عمل مری گھرا ہٹ تھی کہ یہ جانے ماہرین مجھ سے  
 کیسا سلوک کریں دوسرا رد عمل یہ تھا کہ میں 'حنگ فورم' میں مدعو کسا جانا اسے بے فکر کی بات سمجھتا تھا حالانکہ  
 حقیقت یہ تھی کہ میں تو محض ایک عام انسان اور ادب کا ایک طالب علم ہوں۔ یہ جانے ایک مڑی ادنی  
 شخصیت 'تصور کر کے مجھے 'حنگ فورم' میں کیوں مدعو کیا گیا تھا مجھ میں ایسی تو کوئی بات نہ تھی

'حنگ' کے ساتھ طویل انٹرویو

جب ہواں 'حنگ' میں داخل ہوئے تو میرا حس رموی نے ہمارا استقبال کیا ماہرین کی ٹیم  
 بجلی سے وہاں موجود تھی۔ ہال میں کافی تعداد میں سامعین بھی موجود تھے ماہرین کی ٹیم (سیل) میں  
 ڈاکٹر انور سدید، حمزہ، ڈاکٹر آغا سہیل، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر حس اختر، ساثرہ ہاشمی، ڈاکٹر طارق عزیز



کی گلیوں، محلوں اور مارادوں کی ریارت کی اور اسے اسکول کے زمانے کی وہ لڈنگ بھی دیکھی جو ان  
دلوں ال کا ہوٹن ہوا کرتا تھا اور جہاں عمارتیں کھڑے ساتھ وہ رہا کرتے تھے لڈھاء میں ان کا  
قیام سماج راعی یونیورسٹی میں تھا جہاں انھوں نے یونیورسٹی کا عمارت گھر بھی دیکھا اور اس سے  
بے حد متاثر ہوئے۔

ملکی تقسیم سے قبل ممبئی ترقی پسند آدمیوں اور ستانوں کا مرکز تھا جہاں سردار حقوی کسٹن اعظمی  
سجاد ظہیر سائرندھالوی، حواء احمد عباس، کرشن چندر، طالعاری کے علاوہ بہت سے صف اول  
کے قلم کار انھیں ترقی پسند مفکرس سے وابستہ تھے اور جمہوریت کے سکریٹری ہوا کرتے تھے جنہوں  
ہندوستان کی آزادی کے دن قریب آ رہے تھے، مسامات کی آگ شدت سے بھڑک اٹھی تھی ستا  
کو ای ماں جی کے لیے کسی جھوڑ کر لاہور جانا پڑا اور جمہوریت اسی دور میں سماج آگئے اور سرداراں  
انھیں بھی قتل و خون کے سمندر سے گزر کر پاکستان مانا پڑا پاکستان کے وجود میں آتے ہی پہلی یادیں  
کیوسٹ یارٹی اور انھیں ترقی پسند مفکرس مل گئی اس سلسلے میں جمہوریت کو گرفتار کر لیا گیا اور کافی عرصہ  
انھیں بیر مقدمہ جیل میں بند رکھا گیا حالانکہ وہ مسمرہ جمہوریت میں جیل جاتے ہیں اور جیل میں رہ کر انھوں  
نے "کال کوٹری" کتاب لکھی اس کتاب کو بڑھ کر روٹنے لگے کھڑے کر دے والے مطالبہ کا متہ  
مطاب ہے۔

### سجاد ظہیر کا دور

جمہوریت اور سائرندھالوی دونوں کا شہر لڈھاء ہے اور دونوں میں گہری دوستی رہی ہے  
ان کے علاوہ ایک اور ادبی شخصیت صاحب فصاحت جو حقوی ہیں تو لڈھاء کے رہنے والے ہیں وہ  
بھی سائر اور جمہوریت کے بہت قریبی دوستوں میں سے ایک ہیں اور جو پہلے لاہور اور پھر لندن میں  
تیم ہوئے ان دونوں میں وہ لندن ہی میں رہ رہے ہیں مات جمہوریت کی ہو رہی تھی اور فٹے  
کی مامی کی یادوں کی یاد آ رہی تھی ایسے ایک مضمون میں سائرندھالوی کا ذکر کرتے ہوئے  
جمہوریت لکھا تھا ۔۔۔ ماہنامہ ادب لطف کو اتنا ہی سے ترقی پسند مفکرس کے  
مقام کی حیثیت حاصل رہی ہے ۔۔۔ سائرندھالوی حب لاہور میں تھا تو ۱۹۴۴ء

اس سے مل محمد اختر صاحب میری کوئی ملاقات ماحظ و کمالات ہمیں بھی تیرہ ہیں کروہ مرے  
 نام بھی بخوبی واقف تھے ماہیں لکس میں ان کی شخصیت اور ص سے بخوبی واقف تھا اس کی وجہ  
 کرش ادیب تھا جو حار محمد اختر کا بے حد قریبی دوست ہے اور لدھیانہ میں ہفتہ میں یا بج ایمرے  
 سامنے بیٹھ کر جب اسے گھر سے ہوئے وقفوں کا ذکر کرتا تو ستر لدھیانوی، حمید اختر اور رے ستار  
 دوسرے دوستوں کی بیٹھی یادوں کی مٹھاس سے مجھے ہم کنار کرتا۔ ایک بار کرش ادیب ہی نے مجھے  
 بتایا تھا کہ تو مادہ ہیں محمد اسرے میرا تعارف کس نے کرایا تھا لیکن اس سے پہلے میں ستر  
 لدھیانوی سے ذاتی طور پر آست سا ہو چکا تھا غالباً ۱۹۴۵ء کی مائیں میں جب متحدہ ہندوستان  
 میں ترقی پسند تحریک عروج پر تھی خود کو کمیونسٹ کہا، شرح سورے کے حوالہ دیکھا، ایک ادیب  
 پر مباحثہ کرنا شروع ہوا تھا ہر ادیب، ستار اور کامرڈ نہ سمجھتا تھا کہ شرح انقلاب  
 پس دیوار کھڑا ہے اور اب آیا کہ آنا۔ ان دنوں ہم سب لوگ لدھیانہ کمیونسٹ پارٹی کے دفتر میں  
 آتے جاتے رہتے تھے۔ کامرڈ مدلل دلدی، ستار لدھیانوی، محمد اختر و عمرہ سے ملے ملائے اور  
 اچھے مٹھے کا یہی ٹھکانہ ہوا تھا۔ اور ہمیں سے محمد اختر سے دوستی ہوئی تھی خواجہ بھی اسی طرح قائم  
 ہے کرش ادیب اکثر کہا کہ محمد اختر کا شمار مرے ان دوسلوں کی صف میں ہے جس کی قوت کا ایک لمحہ بھی  
 صدیوں کی محنت سے بھی گراں پایہ ہوتا ہے۔

صدق اور خلوص کے اسی سیکر حمید اختر کو میری نگاہیں برابر دیکھ رہی تھیں اور وہ مسکراتے ہوئے  
 کرش ادیب کی لدھیانہ کی مائیں مجھ سے کے حارے تھے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۹ء میں اسے بخارتی دورے کی  
 مائیں کر رہے تھے پہلی بار لدھیانہ میں ان کا میام محض رات بھر کا تھا لکس دوسری بار وہ ایسی ملی کے  
 ہم راہ کئی دنوں تک یہاں رہے۔ وہ گاؤں "تہاڑا" ضلع لدھیانہ کی بنگراؤں تحصیل میں اسے  
 ہم کی دھرتی بھی دیکھے گئے اس گاؤں میں ان کے سرنگوں کے مراد جس پر تقسیم ہند سے مل ہر جہت  
 کو جہاں ہوا کرتا تھا اور لوگ مٹیں مانگا کرے تھے اتفاقاً اس روز بھی جمعرات کا دن تھا۔ ان کی  
 حوتی کا ٹھکانہ رہا سب انھوں نے دیکھا کہ آج بھی گاؤں کے لوگ ان مراروں کی تقدیس دل میں  
 لیے مراد پر جاتے ہیں اور مٹھے یا ولی بطور ترنگم کرے ہیں انھوں نے کھنڈروں میں مدلل ہوا  
 اپنا مکان بھی وہاں دیکھا اور مختلف راویوں سے اس کی تصویریں اتاریں انھوں نے لدھیانہ تہر



## باتیں جمید احقر کی

۲۸، صوری کی صبح کو ہی ملنے حباب محمد اختر کو فوں کما اور طے مایا کہ قتل اردو مہر میں اُس سے ملے اُن کے دفتر چلا آؤں اُنھی تک اُن سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ حباب اور سدھ، ڈاکٹر آغا حسین، محمدہ نودھی اور سائرہ ہاشمی سے بھی فوں پر گفتگو ہوئی اُن تمام لوگوں کی محنت کی تیس ہر دن اور ہر لمحہ میرے احساس میں شامل رہی تھی

دو مہر سے مل مری کوئی معروف نہیں تھی ستری رحمن سے میں نے کھتاہنگ کرے کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے ایسے دفتر ظاہرہ سعدہ کو فوں پر تاکید کر دی کہ ساینگ میں مدد کرے کے لئے وہ مجھے لاہور کے مارا روں کی سرکرا دیں۔ ستری کی گاڑی مجھے دفتر چھوڑ آئی اور میں نے ظاہرہ کے ساتھ حاکر صوری تہانگ کی سماعت میں حیدر دوستوں کی چھوٹی چھوٹی ڈرائیو تھیں اور مری کو کستش تھی کہ ایسی ہر ورائش کو یوراکر سکوں۔ سترے ڈری ورائش یا کستانی عربوں کے کیسٹوں کی بھی۔ مئی کیسیٹ ستری رٹس نے ایسی یسڈ کے مطابق پہلے ہی منگوالے تھے میں نے حباب قتیق تھائی کے بیٹے نودھ قتیق سے بھی کہہ رکھا تھا کہ وہ ایسی یسڈ کے کھ کیسٹ مرے لئے خرید لائیں آج صبح ساینگ کے لئے نکلے تو میں نے مہدی نس، ماہید اختر، غلام علی، ہمتی بیگم اور عابدہ بیرویں کی عربوں کے سٹے کیسٹ حاصل کرے کی کوشش کی میرے دوستوں نے بطور خاص اُن کی ورائش کی تھی لکس مجھے حوالی ہوئی کہ ٹری ٹری دو کالوں مری اُن گلوکاروں کی سنی رطر ہوئی کوئی کیسیٹ مجھے مل سکی جہاں بھی میں نے عربوں کے کیسٹ کی مانگ کی تو مجھے یُرانی ہمدستانی فلموں کی عربوں کے کیسٹ سس کے گئے۔ یو جیسے میرے حلا کہ آج کل ہمدوستانی عربوں کی بے حد مانگ ہے۔ فلمی عربوں کے علاوہ بیگم اداس، مکیب حیرا اور انوب جلوٹ کی عربوں کے کیسٹ بھی مارکٹ میں آگئے ہیں۔ ہمیں نوحواں ما کسانی گلوکاروں نے اسی آوار میں گنا ہے۔ میں نے فر غسوس کہا کہ عربوں کے دیس میں میرے وطن کی آوازیں گوج رہی ہیں

تہانگ سے فارغ ہو کر میں نے ظاہرہ کو دفتر چھوڑا اور راستے میں مقبول دہلوی کے دفتر سے انھیں ساتھ لے کر محمد اختر سے ملے ریگن سہالڈنگ میں فایع اُن کے دفتر پہنچ گیا دو مہر کے مارے رہے تھے اور وہ مری آمد کے منتظر تھے۔

جہاں کسی موصوعہ پر توجہ نہیں دے کر طویل صاحب اور حجاب قلیل تعانی سے بھی لاہور میں میری مات  
 سیرت ہوئی تھی جس کا تعلق صرف اہل کی رات سے تھا آج اورداد میں دونوں ہی بہت بڑے  
 مسلم ہیں اور وطن کا تاریخی نام (بھار سے) کالی ریاں گس رہا ہے ڈاکٹر ویر آماے بھی ایسے ماضی میں  
 مالی دشواریوں کا سامنا کرتے ہیں آج یہ لوگ خوش حال ہیں اور ان کا قلم پوری رفتار سے اد تخلیق کر رہا  
 ہے مسرتھیال میں ادیب کی خوش حالی سماجی اور سرکاری دہ داری ہوئی چاہے تاکر صحت مند تعلیمی عمل  
 جاری رہ سکے۔

### سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی

عطاء الحق قاسمی سے احاد تے کر جب گھر لوٹا تو تنہا کے ساڑھے نو بجے کئی دلوں سے  
 ماہر کی ادنی مصروفیات میں اس قدر گھرا رہا تھا کہ گھر پر کھا کھائے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ستر لے لگے  
 کرتے ہوئے کہا تھا کہ شاید ہمارا کھانا آج کو اتنا پیس لگتا، اسی لیے تو رو رہی ماہر سے کھا کر آتے ہو۔ آج  
 انھوں نے حالص ہیجانی کھا ایسی سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی تیار کر لیا تھا اور کھائے کے لیے وہ کیری  
 متفرق شخص سچی مات تو یہ ہے کہ کھانے کی گھنائون آج بھی نہیں تھی لیکن ستر لے مکئی کا لکڑ اور بہت ہی پیار سے  
 مایا لگا حالص ہیجانی کھا امیری خاموش عسوری تھی اور میں کھانے کی سر ستر لے کے ساتھ ہولیا تھا۔ کھانا  
 واقعی بے حد لذیذ تھا اور کھانے کے بعد نہ جلا کہ ٹوکر آج ٹھنپی رہا تھا اور کھانا ستر لے اسے ہاتھوں سے  
 تیار کیا تھا

ستر لے رن سے آج کی ہماری بات چیت کا موضوع بالکل گھروں کا تھا۔ میں نے یو تھیا کہ ایسی حالت  
 میں جب کہ آپ نے حد مصروف ہیں اور گھر کے کام کاج کے لیے نوکروں پر منحصر ہیں، نوکر ایسا مک ٹھنپی یہ  
 صلاحات تو آپ کو یریبانی ہوتی ہوگی مسکرا کر ستر لے کے چہرے پر مسکراہے ہی سمجھتی ہے، اس وقت  
 کھل اٹھی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ ایسا مک نوکر کے ملے ملے سے ظاہر ہے کہ یرتالی ہوتی ہے لیکن نوکر  
 میں اسان ہیں اُن کی بھی بعض عموں مان ہو سکتی ہیں ان حالات میں مجھے گھر کا کام کاج دیکھنے کا موقع مل جاتا  
 ہے بہت سے گھروں کا کام اسے ہاتھوں کرے میں خوشی کا احساس بھی ہوتا ہے عورت کو گھر کے ہر کام میں بہت  
 حاصل ہونی چاہیے۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سکھ ہے مرنے سے ستر لے مکئی کا ایک بیاد ہوتا تھا

ادب کی ایک بڑی تعداد ان کی لائبریری میں موجود ہے انھوں نے مجھے اسی کتابیں اور مضامین کا تارہ تار بھیجیں کیا جس کے وہ خود مدد کریں۔

### ادبی حوشِ حال ہو رہے ہیں

پاکستان میں زیادہ تر ادیبوں اور شاعروں کو میں نے حوشِ حال دیکھا اس کے مقابلے میں بھارتی ادیب زیادہ حوس حال نہیں ہیں۔ میرے وہیں میں یہ سوال کئی بار پیدا ہوا تھا اور آخر عطاء الحق نامی سے میں نے پوچھ ہی لیا کہ اس حوشِ حالی کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ پاکستان کے تمام ادیب اور شاعر تو اتنے حوشِ حال ہیں ہیں لیکن ان میں سے اکثر مہرِ زندگی گذار رہے ہیں کافی بڑی تعداد میں یہاں کے ادیب کالون اور دیگر تعلیمی اداروں سے وابستہ ہیں اور بہت سے لوگ بڑے بڑے اداروں میں ملازم ہیں۔ ان لوگوں کی تحویلوں میں بھی معقول ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے متیر ادیب کسی کسی اہلِ دانش و علم، رسالے و عمرہ سے وابستہ ہیں۔ بعض مختلف احادیث میں ماقاعدہ کالم نگار ہیں اور اس طرح انھیں ان درائش سے صاحبِ آمدن ہوا کرتی ہے پاکستان کے متیر شاعروں کو عمرِ مالک خصوصاً عرب ممالک اور وسطیہ و عمرہ میں مقعد ہونے والے مساعروں میں شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے اور اسی عمر کی شاعرانہ ان کی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ کرتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ لاہور میں اسے ادیبوں اور شاعروں کی تعداد کافی بڑی ہے جس کے پاس ای کا ڈیڑھاں ہیں۔ سرکاری ادیبوں کے مقابلے میں ان کا معیارِ زندگی بھی بہتر ہے۔

مجھے حوش کا احساس ہوا کہ ادیب حوس حال ہو رہے ہیں مشہور افسانہ نگار راجندر سنگھ مدنی سے ایک بار میں نے پوچھا تھا کہ جسے آپ علمی زندگی میں حاصل ہوئے ہیں آپ کا قلم کس وقت سست پڑتا تھا؟ میں نے بھی اسے ادبِ تخلیق کرنا تو مدد کرنا ہے اور کیا بہت ہی کم کر دیا ہے میرے اس سوال کے جواب میں انھوں نے کہا تھا کہ حالی میں کسی بھی قلم کار آج کے دور میں بہر ادب تخلیق نہیں کر سکتا پہلے وقتوں کی بات اور تھی اب جب کہ مجھے علمی دنیا میں کامیابی اور دولت میسر ہوئی ہے تو میں مستحق کے لیے دے دے لکھ کر کامیابی پیدا کر لوں اور تخلیق کرنے کے لیے ساری عمر بڑی ہے۔ یعنی آج کے دور میں ہر ادیب کے لیے حوشِ حال ہونا لازمی ہے تاکہ اس سے بہتر تخلیقی ادب کی امید رکھی جاسکے۔

کہانی کار کو شروع سے لے کر آخر تک اصل حاصل ہوتا ہے۔ کہانی کا حسب کہانی لکھتا ہے تو اس کے دہیں میں ہر کردار احساس س کرسم لیتا ہے۔ یہی احساس ایک کامیاب کہانی یا ڈرامے کی سمات ہوتا ہے حسب مک سیریل ملایا جاتا ہے تب تک۔ پروڈیوسر، ڈائریکٹر، کہانی کار اور ٹیم کے دیگر درجہ دار اداکارین میں سراسر تال میں قائم رہتا ہے ٹیم کا ہر عہدہ صرف محنت کرتا ہے بلکہ بہت لگن اور ایمان داری سے کام بھی کرتا ہے۔ مہارت میں خود ڈرامے دور درستی کی طرف سے تیار کئے جاتے ہیں، عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ان کا پروڈیوسر خود ہی ڈائریکٹر، کہانی کار، سکریٹے اور ڈائریکٹر لگتا ہے اس کا پس پلے تو ہر کردار رکھیں وہ خود ہی ادا کرے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے میں اس کی سس کٹس کا معیار کیا ہوگا، اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے ہمارے ہاں بعض حالتوں میں تو پروڈیوسر ڈائریکٹر کو ادب یا کہانی کے فی پھلوں کی دراصل واقعیت ہمیں ہوتی یہ بھی دیکھے میں آتا ہے کہ بہت بار ماحرہ کار لوگوں کو ڈرامہ پروڈیوس کرے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ اسی حامیوں کی موجودگی میں ان کا نتیجہ اور معاری ڈرامے کی امتد ہی نہیں کی جاسکتی۔

ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکساں ٹی۔ وی کے لئے تیار کئے جانے والے ڈرامے اور سیریل عموماً ٹیلی ویزن پروڈیوسر ڈائریکٹر ہی تیار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں قومی پروگرام کے تحت جیتیں کیے جانے والے تمام ڈرامے اور سیریل ماہر کے لوگ تیار کرتے ہیں

پاکستان میں ٹیلی ویزن پروڈیوسر کے لئے والے قومی پروگرام بھی جس پروڈیوسر کے پاس ہوتے ہیں وہ متعلقہ شعبے اور موضوع پر مکمل مہارت رکھتے ہیں مثال کے طور پر ایک ادبی پروگرام میں کرے والا پروڈیوسر ادب کے شعبے میں متعلقہ حاکم کی کہتا ہے۔ اسلام یا تعلیم کے کسی موضوع پر پروگرام پیش کرے گا پروڈیوسر کو اس موضوع پر عبور حاصل ہوتا ہے اکثر حالتوں میں ہمارے ہاں حالات اس کے برعکس ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ خالد صدور درستی برادر کو ادبی پروگرام "کارواں" ایک مرتبہ ایک ایسے پروڈیوسر کے سپرد تھا جسے اردو زبان تک نہیں آتی تھی۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان حالات میں ہم دور درستی سے بہتر اور معاری پروگراموں کی بھلائی کا امید کر سکتے ہیں۔

بات حیات کا یہ طول سلسلہ ختم ہوا تو عطار الملقی قاسمی مجھے اسے مطالعے کے کرے (اسٹڈی روم) میں لے گئے ان کی سادہ دینی لائبریری دیکھ کر طبع خوش ہو گئی۔ مختلف زبانوں میں تعری اور تری

وقت کا معاوضہ ملتا ہے۔ میں نے بتایا کہ بھارت میں دو درجہ سر معاوضے کی ادائیگی کا اس کوئی سسٹم نہیں ہے۔ ہم نے حساب کتاب لگایا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ پاکستانی ٹی۔وی پروگرام بیس کرے۔ برسرِ کار کو دو درجہ سر کے مقابلے میں کافی زیادہ معاوضہ سیتیں کرتا ہے کیونکہ کارول رادہ اہم ہوتا ہے اس کا احساس پاکستانی ٹی وی والوں کو ہے، دو درجہ سر والوں کو نہیں۔

پاکستان ٹیلی ویژن ایسے ڈراموں اور طویل سیریلز کے لیے کافی مشہور ہے۔ ان ڈراموں اور سیریلز کی بدولت ہی صرف پاکستانی فلموں کا کاروبار بچھ ہو گیا ہے بلکہ بہت سے علمی اداکار بھی فلموں کو چھوڑ کر ٹی۔وی ڈراموں میں حصہ لینے لگے ہیں اس کے علاوہ بہت سے فنکاروں نے ٹی۔وی کے درجہ ہی بہت نام کمایا ہے اور دولت بھی دو درجہ سر کے مقابلے میں پاکستانی ٹی۔وی اسے فنکاروں کو کافی بہتر معاوضہ ادا کر رہا ہے۔ ایک رمارک تھا صاحب پاکستان ٹیلی ویژن پر پہلے میں بولر دیر رات کو جلسوں دکھانی حاتی تھیں ایک عرصے سے اب فلموں کی جگہ طویل ڈراموں نے لے لی ہے اور فلمیں دکھانے کا سلسلہ سد کہا جا چکا ہے وہاں ڈرامہ نمونیا پالس مسٹ کا ہوتا ہے اور سیریلز کی ایک قسط بھی اتنے ہی وقت کی ہوتی ہے

### پاکستان ٹی وی کے ڈرامے

پاکستان ٹی وی بڑھا و معیاری ڈرامے کس طرح مشن کر رہا ہے۔ ادارہ مجھے تب ہوا جب مطالعاتی قاسمی نے ڈرامے کی تیاری سے لے کر اس کی ٹائٹل کے مراحل کی تفصیل بتائی انھوں نے مایا کی پروڈیو سر جی کوئی پیراچیکٹ ہاتھ میں لیا ہے تو سب سے پہلے کہانی کا انتخاب کیا جاتا ہے اور پھر کہانی کا رے اس کے مختلف پہلوؤں پر مابجیت ہوتی ہے کہانی کا انتخاب ہوجانے کے بعد اس کا اسکرین پلے تیار کیا جاتا ہے اور پھر ڈائریکٹر لکھوائے جاتے ہیں یہ مرحلہ ہوجانے کے بعد فنکاروں کا انتخاب ہوتا ہے ماقاعدہ رہس ہوتی ہے اور پھر اس کی ایک یا ٹیلٹ قسط تیار کی جاتی ہے پاکستان کے مختلف ٹی وی اسٹیشنوں کے ڈائریکٹر اور جدید دیگر ماہرین کے علاوہ سرکاری اراکین پیش ایک کیٹی اسے دیکھتے ہیں اور اگر قسط یا اس ہوجاتی ہے تو سیریل کی ماقاعدہ قسطیں ملنے کی امارت دے دی جاتی ہے اُنہدہ بھی ہر قسط کو اس میں ماقاعدہ دیکھتے ہیں ہر پیراچیکٹ ایک نئے نئے دم ہوتا ہے جس میں

مقررے اور عطاء الحق قاسمی کے لئے، قہر رابر گوئیں رہے۔ سب کم لولے والوں میں سب علاوہ احمد مدیم قاسمی، ڈاکٹر سلیم اختر اور عالم نقوی تھے جو تادم عمل کی تسویحوں سے سب راہہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مات حیات کا دور سما ہو گیا تو عطاء الحق قاسمی نے اسٹول کا اعلان کرے ہوئے سب کو بیانے کے لیے مدعو کیا جانے تو محض نام کو بھی عطاء الحق لاہور صحر کے لوازمات اٹھالائے تھے اور ہر کسی کو ٹسہ پیار سے کہہ رہے تھے۔ ”کھئی، یہ کھاؤ۔۔۔ اس کامرا تو جیکھو۔۔۔“ اور کوئی ان کے پیار پر اسکار کرے کی ہمت کر بیٹھا تو وہ ملا تکلف ہو کر دھمکوں پر اتر آتے، احام کا انداز آتے خود ہی لگائیے

جانے کا دور حتم ہوا تو محض شاعرے میں دل گئی ساید سب اور مقبول دہلوی کے علاوہ یہاں موجود ہر ادیب شاعر بھی تھا اس لیے ان کا حور صورت کلام سب سے کاموقع بھی مل گیا شعرو ساعری کے دور کے بعد آج کی ماقاعدہ عمل ایہ احتتام کو بھیجی ہاتھ ملاتے ہوئے اور نکل گیر ہوئے ہوئے دوست اک ایک کر کے چلے گئے گھر میں گھر کے مالک عطاء الحق قاسمی کے علاوہ میں، معمول دہلوی اور ڈاکٹر سلیم اختر رہ گئے

### مشہور نقاد ڈاکٹر سلیم اختر

ڈاکٹر سلیم اختر اردو کے مشہور نقاد و محقق، ادب ہونے کے علاوہ ماہر نفسیات بھی ہیں اور حسی نفسیات کے موضوع مراں کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ میرے قلم کا موضوع بھی ہے اس لیے ہم دونوں اس موضوع پر اب حید میں مصروف ہو گئے اس دوراں عطاء الحق قاسمی نے ٹیلی ویژن کا سوریع آن کر دیا اس وقت یوں کے لیے سر ملے، علیا مایا جلس جوڑ دکھا مارا تھا یہ سیر مل عطاء الحق قاسمی کا لکھا ہوا تھا جسے ہم نے سہات دل جیسی سے دیکھا۔ روگرام ختم ہوا تو ہم یا کساں کے بی۔وی پروگراموں کے بارے میں باتیں کرے لگے دریافت کرنے پر عطاء الحق قاسمی نے مجھے تانا کہ یا کساں میں حو ستا غراور قلم کا دستا غروں اور ادبی پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں انھیں فی سٹ کے سب سے معاوضہ دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مساتحے امتا سب میں حصہ لے دالے کو اسے مٹوں کے عوض معاوضہ دیا جاتا ہے جسے مسٹ اس سے اسی غرا، نظم یا مات حب سب سے کی کسیر کو معاف راہہ بھی اس روگرام کے کل

دریہ آغا سے کوئی بات کی تھی اور نہ ہی احمد مدقم قاسمی سے کیوں کہ میرے دل میں دونوں کی ادنیٰ تحقیق کئے حد احترام ہے اب جب کہ قاسمی صاحب نے خود ہی بات چیت کر لی تھی تو میں نے ملا تھک بوجھ لیا کہ آپ دونوں ایک دوسرے سے جھگڑیں ہیں؟ قاسمی صاحب نے اس کا کہہ کر ماموتس ہو گئے کہ جیسے سال قبل سنوں میں چھپا ایک مضمون ڈاکٹر ورنر کا کولمبیا میں آیا اور اب وہیں سے ٹھہر کر طول کیڑی میں لے گیا کہ اس طرح کی ادنیٰ محاذ آرائی سے ادب اور ادب دونوں ہی کو نقصان پہنچ سکتا ہے ادب میں تعمیری کام نہیں ہوتا ادنیٰ نقطہ نظر سے اس طرح کی گروہ بندی ادنیٰ رفتار راتر تدارک ہو سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس سے قبل کہ قاسمی صاحب کوئی جواب دے ایک صاحب نے مری ماٹ ٹوکتے ہوئے کہا کہ ادنیٰ محاذ گرم رہیں تو حرکت رہتی ہے ورنہ حرکت قلب مدہ ہو جائے گا ابد سہ ہے۔ اس جیت فقرے پر سہمی ہنس دیے اور اس کے ساتھ ہی یہ موضوع بھی بدل گیا

### عالمی بیخانی کا لعرس کا ذکر

اسی دوران جس رموی اور خرمیاں صاحب تشریف لے آئے جس رموی سے کسی ملاقات اور مات جیت ہو چکی تھی خرمیاں صاحب نے مری پہلی ملاقات تھی مجھے بتا گیا کہ خرمیاں صاحب عقیق لاهور میں عالمی بھائی کا لعرس منعقد کرے والے ہیں اس کا ذکر میں نے بھارت میں بھی سنا تھا لہذا میرے رواجی کے وقت مسعد دست کرش ادیب، محاسب حیر کار ڈاکٹر مان اکبر راہی اور بہت سے دوسرے بھائی قلم کاروں نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں لاہور میں خرمیاں سے مل کر عالمی بھائی کا لعرس کے اند میں یہ کروں یہ تمام لوگ کا لعرس میں شرکت کے خواہاں تھے میں نے اس کا ذکر خرمیاں سے کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے وعدہ کیا کہ کا لعرس کی قطعی تاریخ طے ہوتے ہی وہ مجھے مطلع کریں گے اور ان تمام قلم کاروں کو شرکت کے لیے دعوت نامے ارسال کریں گے حقور کا لعرس کے مختلف پہلوؤں پر انھوں نے مجھ سے بہت تفصیل سے بات جیت بھی کی اس میں میں بھارتی بھائی میں تھکتی ہوئی عالمی ادب اور پاکستان کے بھائی ادب کے مختلف مسائل پر بھی گفتگو ہوئی۔

پاکستان کے نوجوان شاعر خالد احمد بہت دل چسپ انسان میں میں ان کے چپ

لما وہ ڈاکٹر سلیم اختر، احمد علی سیال، محمد امجد علی، مقبول دہلوی، محیب احمد، راہد مسعود، قائم نقوی اور بہت سے دوسرے اپنے قلم بھرپور تقریریں کی گئیں۔ لاہور میں سرے قیام کے دوران اس تک محامدنی، سیمین مسعود، موحی بخشن، انور ہاشمی، شری تقریب میں اس ایسے بیڑے جیکھا تھا آج بھی یہی فراموش نہ ہوئی تو میں نے کہا کہ آج اسے ہمیں، تمہیں ہوں گی میں کئی اسے بیڑے جیکھا ہوں اور پھر سرے اسے یہاں کے متعدد درسائوں میں جیسے ہی ہتے ہیں اور جنہیں آپ لوگ بیڑے میں میری مات مال لی گئی اور ہم سب ماتوں میں مشغول ہو گئے۔

### احمد علی قاسمی سے تفصیلی ملاقات

حاجہ احمد مدیم قاسمی سے اس تک کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں لیکن تفصیل سے مابجیت کر کے کا موقع نہیں ملا تھا اُس سے مفصل اور ایک بحر پور ملاقات کی خواہش تھی جو آج پوری ہو گئی احمد مدیم قاسمی اُردو ادب کا ایک ستون ہیں اور ادب کے ہر شعبے میں اُس کی ایک الگ پہچان ہے بطور اسے نگار میں اُس کے طاقتور قلم کا خاص طور سے مذاح ہوں میں خود بھی اسے نگاہوں اس نے مدد دتی طور پر اس کے موضوع مراں سے مرادہ تائیں ہوئیں۔

دوران گفتگو قاسمی صاحب نے کہا دیا — "آپ برسوں دن ٹھڈا کر پوریر آغا کے ساتھ رہے" میں نے ہاں میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ لگتا تار مارہ ٹھٹھے اُس سے تائیں ہوئیں اور سدید اور تہہ را احمد بھی یہ دیکھنے ساتھ رہے۔ اور ساتھ ہی میں نے یوچھ لاکہ نہ سراع آپ کو کس نے دیا تھا صاحب مسکرا دیے دراصل یا کساں کی ادنی دُعا کے دوڑے محاد ہیں ایک کی قادات احمد مدیم قاسمی کر رہے ہیں اور دوسرے کی ڈاکٹر وریہ آغا ایسے قیام یا کساں کے سلسلے میں سری بہت سے ادبوں سے مات جیتے ہوئے تھی اور میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو چکا تھا کہ دولوں محادے مدد گرم ہیں۔ احمد مدیم قاسمی کے یاس رسالہ "صوف" ہے اور ڈاکٹر وریہ آغا کے ماس رسالہ "اوراق" اسی طرح بعض جیسے بڑے رسالے اور احادیات بھی دو حصوں میں تقسیم ہو کر دولوں محادوں پر ڈٹے ہوئے ہیں یہی حالت بہت سے قلم کاروں کی ہے حوالوں دولوں میں سے کسی نہ کسی سے وابستہ ہیں اور ان دولوں ادنی گروہوں میں مسلسل سرچنگ جاری ہے اس موضوع پر ای طرف سے میں نے تو ڈاکٹر



ستید خواہش تھی اکثر میں سوچتا ہوں کہ انسان کے من کی یہ جھوٹی جھوٹی خواہشیں اسے حوتی اور  
 علم سے ہم کنار کرتی ہیں۔ خواہش پوری ہو جائے تو حوتی کا احساس کم لیتا ہے۔ خواہش پوری نہ ہو تو ایک  
 کک سی پیدا ہوتی ہے یہ حوشی، علم اور ان کا احساس ہی تامل انسانی زندگی کا سب سے بڑا آفات  
 ہے۔

### ”ماہ لوہ کے مدبر قائم بقوی“

ماتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ تمام یار مجھے قریب حجاب قائم بقوی تشریف لے آئے عطاء الحق  
 قاسمی نے یہ دہر داری قائم بقوی پر ڈالی تھی کہ وہ مجھے ”تخلیق“ کے دفتر سے سیدھے اُن کے گھر لے آئیں  
 جہاں ایسے اعرار ہیں انھوں نے ایک تقریب مستعد کر رکھی تھی۔ مدنیہ بیگم، اطہر خواجہ ویداعرالہ اور  
 دوسرے مہتمم لوگوں نے بڑی محنت سے مجھے رخصت کرا اور میں عطاء الحق قاسمی کے گھر کی طرف روانہ  
 ہو گیا مقبول دہلوی اور قائم بقوی میرے ساتھ تھے۔

قائم بقوی ماہنامہ ”ماہ لوہ“ کے مدیر ہیں یہ ایک ہدایت خوب صورت اور ادنیٰ رسالہ ہے جو حجاب  
 سرکاری طرف سے شائع کیا جاتا ہے قائم بقوی میرے لیے ”ماہ لوہ“ کے کئی خصوصی شمارے ایسے ساتھ  
 لائے تھے خواہوں نے بڑی محنت کے ساتھ بطور تحفہ مجھے سنبھال لیے۔ گاڑی میں ان سے مات حبیب  
 کیسے کا موقع بھی ملا۔ مقبول دہلوی نے تامل کہ قائم بقوی بہت اچھے امسالہ لکھ رہے ہیں اور بڑوں  
 سب کے سب قلم کاروں کی پہلی صف میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

### دعوت عطاء الحق قاسمی کی رہائش گاہ میں

عطاء الحق قاسمی کی رہائش گاہ علامہ اقبال ٹاؤن میں ہے۔ اس کالونی میں لاہور کے بہت سے  
 دوسرے ادیب، شاعر اور صحافی بھی رہائش پذیر ہیں مگر ان مقصود میر بھیجے کے بعد علم ہوا کہ۔  
 عطاء الحق قاسمی نے آج کی اس ادبی تقریب میں بے شمار ادبی شخصیتوں کو مدعو کر رکھا ہے جس میں سے  
 بیشتر حضرات تشریف لائے تھے اس تقریب کی صدارت حجاب احمد مدیم قاسمی نے کی یہاں کے مشہور  
 شاعر حجاب فرماں اور حجاب حسن رضوی کچھ تاخیر سے تشریف لائے۔ میرا ان عطاء الحق قاسمی کے

احرار کا یہی دستور ہے کہ ان کے لئے وقت کے بعد کی صف کے احاروں میں شمار ہوتا ہے۔  
لیکن آج بھی اس کی اتباع کا زیادہ ہے۔ اہل احار کے دفاتر کی لڈنگ اور تیسری سڑکی ہے لیکن  
احار کی عیادت جو پیر پر ہوتی ہے۔  
احار کو پیر کے دفتر سے لے کر توجید عثمانی بھی ہمارے ساتھ ہوئے اردو مارا میں کئی باتوں  
سے انھوں نے ہماری ملاقات کرائی اور پھر سردار محمود کے دفتر میں ایک مار پھر گلابی جانے کا لطف حاصل  
کیا وید عثمانی وہیں رہ گئے اور ہم تخلیق کے دفتر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں صدیقہ بیگم اور اطہر عابد  
نے ایک نشست کا اہتمام کر رکھا تھا۔

### ماہنامہ ادب لطیف کے دفتر میں

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ماہنامہ تخلیق اور ماہنامہ ادب لطیف دونوں رسالے میرے  
سانع ہوتے ہیں اور دونوں کی مدیرہ محترمہ صدیقہ بیگم ہیں۔ اطہر عابد بھی بطور مدبراں دونوں پریوں  
سے وابستہ ہیں جب ہم دفتر میں داخل ہوتے تو صدیقہ بیگم، اطہر عابد اور ان کے اسٹاف کے علاوہ  
کئی دوسرے حضرات بھی وہاں موجود ہتھے ان میں صحافی، قلم کار اور دوست احباب شامل تھے ان سے  
سے حوالتیں ہوتیں، لگ بھگ وہی تھیں جو گزشتہ کئی دنوں سے مکتاں میں دوسروں سے  
ہوتی رہی تھیں۔ قابل ذکر بات یہ تھی کہ صدیقہ بیگم اور اطہر عابد نے یہاں محنتوں سے مجھے نوازا تھا اور  
حد سے زیادہ عزت اور احترام عطا کیا تھا اسی محل میں ایک لڑکی عزالہ بھی تھی حوت مد محکمہ تعلقات عامہ  
پہاچ میں العارنس آہستہ تھی۔ مجھے وہ بہت پیاری، گڑبادیسی لگی تھی اس کی باتوں میں پیارا سلسلہ ملا  
اور توجہ بھی کچھ تھا۔ میرے لیے کتشی کی سٹیٹ ٹری وجہ اس کی نے ماک گنگو کا امدار تھا جو مری مٹی  
بھارتی سے مالک ملتا تھا عزالہ کا ہم پاکساں ہی میں ہوا تھا لیکن اس کے حامدان کا تعلق لڈھارہ  
سے تھا اسے بہت علم ہوا کہ میں لڈھارہ سے آ رہا ہوں تو اس کی حوتی کی انتہا نہیں رہی تھی۔ ایسے سرگروں  
سے شسی باتوں کے سہارے عزالہ لڈھارہ کی باتیں کی تھیں اسلام گنج، ملٹ گنج اور کئی دوسرے علاقوں  
کا ذکر کرتی رہی حوالت بھی لڈھارہ میں انھیں ماموں سے جانے جاتے ہیں ان علاقوں سے ان کے سرگروں  
کا کوئی نہ کوئی تعلق رہا ہوگا بھارت اور خاص طور سے لڈھارہ آئے اور اس شہر کو دیکھے کی اس کی

میں نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا اور دل ہی دل میں سوچا کہ تمام سہاسی جہرے لگ بھگ ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ میں وہاں روادہ دیر نہیں ٹرکا اور ادب کی دُسیا کے دوستوں سے ملنے کے لئے روادہ ہو گیا۔

### روادہ امور کے لیے انٹرویو

بھروسہ ڈیر واقع مقبول دہلوی کے دفتر سے انھیں ساتھ لے کر سٹے پہلے میں ریلنگ سما ہوا جہاں مشہور ادیب حارہ حمید اختر کا دفتر سے لیکر حمید اختر کہیں گئے ہوئے تھے اور ان سے ملاقات نہیں ہو سکی حارہ اختر سیں کے دفتر گئے تو وہ بھی نہیں ملے۔ اُن سے گدستہ دلوں دو بار انھیں دعا سلام حتی ملاقات ہوئی تھی ماقاعد ملاقات اچھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ وہ اردو کے ایک ممتاز ادیب ہیں اور علامتی اساتذہ کے دُسیا کا بہت ڈرامہ۔ میں علامتی اور تحریکی اساتذہ نہیں لکھتا، اس کا حامی بھی نہیں ہوں لیکن اس سلسلے کا وجود انتظار میں ماحول سے کی تنیدہ آرواحی ایک اعلیٰ اساتذہ نگار کے علاوہ وہ ایک سٹڈی اور سید مایا کی شخصیت کے مالک ہیں حارہ حمید اختر اور انتظار سیں سے ملاقات نہ ہو سکے کے باعث ہم روادہ امور کے دفتر میں وقت سے کچھ پہلے ہی جماعت سید عثمانی کے کمرے میں پہنچ گئے۔ ان سے ملاقات ہوئی، رسی مائیں ہوئیں اور چائے سے نطفہ اندوز ہوئے۔ عثمانی صاحب دس (بھارت) کے رہنے والے ہیں وہ ماضی کی یادوں میں کھوئے ایسے ماضی کی مائیں کرتے رہے، ایسے گھر پر یو آر کی مائیں کرتے رہے، انھوں نے بتایا کہ ملکی تقسیم نے اُن کے حامیوں کو بھی تقسیم کر دیا کچھ افراد پاکستان آکر بس گئے، کچھ بھارت میں ہی رہ گئے اور کچھ بعض دوسرے ممالک میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اس تقسیم کا درد وہ آج بھی محسوس کر رہے تھے۔

رسی مائوں کے بعد وحید عثمانی مجھے انٹرویو کرے لگے۔ ماکساں میں میرے جسم سے بے کراہ ملک کی میری زندگی کی مکمل کہانی انھوں نے مختلف سوالات کے ذریعہ قلم بند کرنی یہ سلسلہ لگ بھگ ایک گھنٹہ جاری رہا۔ اس کے بعد وہ ہمیں "امور" کے چیف ایڈیٹر کے کمرے میں لے گئے اور ان سے رمان، ادب اور صحافت کے موضوعات پر کافی دلچسپ مائیں ہوئیں۔ ہم نے "امور" کا دفتر بھی دیکھا اسی ادارے سے ایک انگریزی رومان بھی سائے ہو رہا ہے۔ امور بہت پرانا اردو دور رس ہے۔ مانا میں احمد مصطفیٰ اس ادارے کے پہلے ایڈیٹر تھے۔ مجھے سانا لگا کہ کسی زمانے میں رسی زیادہ جیسے والا

ستری نے جیڑی گڑھ کے مارے میں سنا تھا اس شہر کو دیکھنے کی ان کی خواہش تھی میں نے کہا کہ اس کی وجہ بھی آپ بھارت تشریف لائیں تو ایسے پروگرام میں جیڑی گڑھ کا دورہ بھی شامل کر لیں اور اگر حالات مارل ہوں تو محاسنی بھارت بھی تشریف لائیں۔ وہاں آپ کا ٹیر تاک سواگت ہوگا انھوں نے وعدہ کر لیا۔ جیڑی گڑھ کے مارے میں میں نے انھیں مرد ستایا کہ ایک مہایہ ہی خوب صورت اور ساتمیرسدہ تہر ہے۔ اس شہر کو دیکھنے کے بعد آپ کو ایک کتاب کی راجدھانی اسلام آباد ہونے کا گمان ہوگا جیڑی گڑھ میں ایک مہاتہ ہی خوب صورت 'رور گارڈن' ہے جہاں گلانی، شرح، سعد سدوری، سرسہاہ اور نے شمار رنگوں کے گلاب میں تامل دیا میں ایسی قسم کا یہ گلابوں کا واحد مار ہے۔ اسی شہر میں ایک خوب صورت مصنوعی تھیل ہے اور یہیں عالمی شہر یافتہ تھیل کا مار یعنی راک گارڈن، بھی ہے۔ اس کی مکمل تعمیر یک حمد امی ایک ہی آدمی نے کی ہے۔ اس کی تعمیر میں پتھر کے ٹکڑوں، پٹے ڈیرے کیڑوں، رنگ رنگے ستے کے ٹکڑوں اور ایسی ہت سی فالتو قسم کی چیزوں کا استعمال کیا گیا ہے اس میں بھارت کی رنگ کی مکمل تھیل نمایاں ہے

### ماکسماں یحباب کی صوبائی اسمبلی

ماتوں ماتوں میں ہم صوبائی اسمبلی کی عمارت کے سامنے پہنچے تھے مجھے دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ یہ عمارت عس مار میں واقع ہے اور اس کے تینوں طرف بڑے بڑے سو روم، دفاتر وغیرہ کی اوچی اوچی عمارتیں ہیں یہ تمام ملڈ بگیس ساندہ رادی کے بعد میر ہوئی ہوں گی۔ انگریز کے زمانے میں بھی یہاں اسمبلی کی ہی ملڈ تھی جس میں آ رادی کی بڑائی لڑے ہندوستانوں کے خلاف انگریز کے ظلم و ستم کی کہانیوں نے سم لیا تھا اور اسی میں تہذیب اعظم سردار بھگت سنگھ جیسے سوراڈوں کی ولولہ جیریاں مایہ تھیں میں نے ایسی عمر کے ہوش میں وہ دور دیکھا تو ہمیں لکس اس دور کی کہانیاں سنی ہیں۔ اور ان میں سے بے شمار کہانیوں سے مسلک بھارت اسمبلی کی عمارت میری آنکھوں کے سامنے تھی۔

پاکستانی وفاق کو نسل کے لیے ایک رکن کے انکس کے سلسلے میں صوبائی اسمبلی کے اراکین اور ان کے نمایاں کار مرد سب اجتماع تھا۔ ایک صحافی نے بتایا کہ یہاں بھی سیاسی توڑ پھوڑ سارا اور تردد و مروت ہوتی ہے۔ ممبری حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے سیاسی حربے استعمال ہوتے ہیں

## ایک مصروف ترین دن

۲۴، صوری کی صبح کو کچھ دوستوں کو فون کیے اور کئی دوستوں کے فون آئے عطاء الحق قاسمی نے اُس تمام ایسے گھر ایک ادنیٰ نشست کا اہتمام کیا تھا "ادب لطف" کے مدیر اطہر حاد کا فون تھا کہ انھوں نے بھی ایک ادنیٰ نشست آج بعد دوپہر ہی ایسے دفتر میں منعقد کرے کا نصلہ کیا ہے۔ میں نے اطہر کو بتایا کہ آج تمام عطاء الحق قاسمی بھی ایسی ہی ایک تقریب منعقد کر رہے ہیں تو انھوں نے مدتیہ بیگم صاحبہ سے مشورہ کر کے بعد کہا کہ بعد دوپہر تم سب کا وقت رکھ لیتے ہیں وہاں سے سیدھے آپ عطا کے ہاں چلے جائیں۔ ایک فون مقبول احمد دہلوی کا تھا انھوں نے آگاہ کیا کہ رورائڈ امرور کے صاحب و حیدر عثمانی صاحب کے محلے قنارہ دوپہر ایسے دفتر میں مدعو کیا ہے میں نے مقبول دہلوی سے کہا کہ ارے بھائی کا وقت رکھ لیتے ہیں کیونکہ اس سے قبل سب سے پہلے مجھے سٹری رجنس کے ساتھ سیاح صومالی اسمبلی سامان تھا ہاں ایک سمنٹر (senator) کا الیکشن ہوئے والا تھا اس کے بعد سیاح حمد اختر اور شہوانی لگا رہا انتظار میں کوٹے کا بیرو گرام تھا۔ شہور عل گوہر مہدی جس سے بھی ملنا تھا انھیں کرکس ادیب کا سیغام بھیجا تھا انھیں دونوں مہدی جس کی عربوں کی ایک سی کیسیٹ ٹیب ریلر ہوئی تھی جس میں شامل تمام عرب لیں کرکس ادیب کی لکھی ہوئی تھیں۔ اُس سے مجھے وہ کیسیٹ بھی حاصل کرنی تھی فون کیا تو یہ بتایا کہ مہدی جس ان دونوں لاہور میں نہیں ہیں۔ ان کے ہاں میں نے ایسا پیغام اور فون نمبر چھوڑ دیا اس لیے کہ اگر لاہور میں سرے پیام کے دوران وہ لوٹ آئیں تو رابطہ قائم ہو سکے

## دکڑ چیلڈی گڑھ کا

ساڑھے دس بجے سٹری رجنس کے ہمراہ میں سیاح اسمبلی روانہ ہوا راستے میں سٹری بھارتی سیاح کی صومالی اسمبلی کے مارے میں یو بھیجی رہیں میں نے بتایا کہ یہ چیلڈی گڑھ میں واقع ہے تو یہاں کے علاوہ ہریانہ کی راج دھانی بھی ہے اور دونوں صوبوں کے اجلاس یہیں منعقد ہوتے ہیں انھوں نے پوچھا کہ اجلاس کی تاریخیں اگر ایک ہی ہوں تب یہ اجلاس کیسے ہوتے ہیں۔ میں نے بتایا کہ دونوں صوبوں کی راج دھانی ایک ہی شہر میں مرو رہے ہیں دونوں کی اسمبلیاں علیحدہ علیحدہ ہیں

دیکھ کر کہیں کہیں لہو جھلک رہا تھا۔ وہی ہے ایک بھائی بیروگرام میں دکھایا جاتا ہے جسے دلدار بھی نہیں کرتے  
ہیں اور ایسے بہادر لڑاکا راجستھانی اور چھوٹے چھوٹے لطیفوں سے ساحریں و ماطرس کو ہر لمحہ ہنسے اور  
چشم بکھارنے کے لیے محسوس کر دیتے ہیں۔

اسی پر آویزاں بہاؤ میں کاردار تصویروں، مزید اور ماحول میں بڑا ہی سلسلہ تھا اس وقت  
ہمارے علاوہ صرف تیس چار سوڑے اور تھے جو ادھر ادھر مال میں موجود تھے۔ ہم بھولے تو شاید  
مکمل ویرانی کا سا احساس پیدا ہو جاتا لیکن ہماری موجودگی خصوصاً عطاء الحق قاسمی اور دلدار پر  
کھٹی کی موجودگی نے اس احساس کو طبعاً قہقہوں میں سمیٹ کر ماحول کو شگفتہ سا دیا تھا تاہم ہوں  
اُن میں نے نکلی ہوئی مسکراہٹیں اور قہقہے ہوں، تو انہوں کا مرہ ہی اور ہوتا ہے۔ اور انہوں کا  
یہ بھرپور لطف آج مجھے حاصل ہوا تھا

رستورینٹ سے نکلے تو امجد اسلام احمد اور دلدار پر ویر کھٹی ایسی راہ ہوئی۔  
عطاء الحق قاسمی سے میں نے گھر چلے کے لیے کہا لیکن گھوٹے کا کھوت بھراں پر سوار کھا اور آج ایک مار  
بھریم دونوں لاہور کی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ آج گھوٹے کا انداز درج مختلف تھا وہ مجھے لاہور کے  
جیسی اور پاکستانی ہوٹلوں و رستورینٹوں کی سیر کراتے رہے۔ یہاں کا سوہ بہر پر  
ہوتا ہے۔ یہاں کی آئیں کرم کا جواب ہیں۔ وغیرہ و عمرہ زمانے کتنی حیرت کی تعریف  
کے بہانے وہ کتنی جگہوں پر رُکے اب تو ان جگہوں کا نام بھی یاد نہیں من یا رہے تو عطاء الحق قاسمی کی  
محنت دوستی اور اس کے قہقہے

حسب ہم گزرتے تو رات کے دس بجے تھے تشرنی رخص کھائے پر میری منظر تھیں لیکن کچھ بھی کھا  
کی گئی آئیں تھی ہی کہاں، تشرنی آج کسی سرکاری کالرس کے سلسلے میں لاہور سے ماہر سفر پر رہی تھیں  
اور تکان محسوس کر رہی تھیں۔ دن بھر کی لگتا مریویاں اور ڈوڑر دھوکے ماعے میں بھی کافی  
شک گیا تھا اس لیے آج رات اور رمانہ دیر تک محل زمانے کی بہت نہیں تھی۔

لیے ایسی یا مدیاں عائد نہیں ہیں یا کتاں یا کسی دوسرے ملک سے جب بھی کوئی شخصیت بھارت کے دوسرے برساتی سے تو دور درتس والے انہیں اسے اسٹوڈیو میں لاکر صرف اسٹوڈیو کرتے ہیں بلکہ۔  
امیری واقعیت کے مطابق، اس کی خدمات میں معاوضہ بھی نہیں کرتے ہیں آل انڈیا مارڈ لو کی بھی یہی  
یا ایسی ہے

آج کی تاندار تقریب میں ایسے شمار موضوعات پر بہت ہی کھل کر باتیں ہوئیں اور دونوں  
دیسوں سے تعلق رکھنے والے تانداروں کی واقعیت کا تاندار بھی ہوا اس لحاظ سے بھی یہ تقریب سرے سے  
بہت اہم تھی۔

### عطاء الحق قاسمی کی محنت

شام چھ بجے تقریب ختم ہوئی تو عطاء الحق قاسمی مجھے دوستوں اور مذاہن کے گھر سے لکان کر کچھ  
اس انداز سے اپنے ساتھ لے گئے کہ جیسے ان کا ارادہ مجھے انکار دے گا ہو۔ میں نے پوچھا کہ کہاں لے جا رہے ہو  
تو کہے گئے۔۔۔۔۔ کم ایرکم جہنم میں ہیں۔۔۔۔۔ جس طرح چاہے آجاؤ۔۔۔۔۔ اور سچی مچ ہی جیت جا  
میں ساتھ ہو گیا وہ جہنم میں بھی لے جاتے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا کہوں کہ عطاء الحق قاسمی کا ساتھ کسی بھی  
لگاؤ رکھیں بھی محنت کے سرے سے کم نہ ہوتا جدیدی ٹیوٹوں بعد ہماری گاڑی لاکھ تاندار عمارت کے سامنے ٹوک  
گئی ہمارے ساتھ ہی خود دوسری گاڑی تھی اُس میں احمد اسلام احمد اور دلدار بھٹی تھے اور گاڑی سے اتر کر  
کر رہے تھے ہمارے ساتھ ہو لیے یہ عمارت، وایڈا کے دفتر کی تھی جس کے بیچے یہی ایڈیٹر گراؤنڈ سیرو  
(SAZOO) ریسٹورینٹ تھا ہم چاروں مائیں طرف کے گٹ سے ہوتے ہوئے بیچے ریسٹورینٹ میں داخل  
ہو گئے مائیں امی ہم ایک غیر تکلف دعوت کا مروے کر آئے تھے میں نے سوال نہ لگا ہوں سے فائن کی طرف  
دیکھا تو کہے گئے۔۔۔۔۔ یہ جگہ ٹری ٹریسکوں سے کچھ دیر بیٹھ کر تائیں کر س گئے۔ گھنٹوں مائیں کرے  
کرتے میں بھک گیا تھا لیکن اس کے باوجود قاسمی احمد اور بھٹی سے مائیں کرے کی خواہش امی جی رد  
گئی قاسمی اور احمد سے کئی بار ملاقاتیں اور مائیں ہو چکی تھیں لیکن دلدار بھٹی سے۔۔۔۔۔ یہی ملاقات  
میں قاسمی نے دلدار پر دیر بھٹی کے بارے میں کافی تفصیل سے مجھے بتایا کہ یہ صاحب ال۔۔۔۔۔ لوں ہیں کی  
طرح کالج میں بیرونی سر میں، شاعر ہیں اور پاکستان ٹ وی کے مقبول ترس س کے رہیں بتایہ میں سنے

کردوردرتس کے اعلیٰ حکام نے خواجہ احمد عباس کے کسی بیرو حکیٹ کو اس کے بار بار دہلی پیکر لگائے کے باوجود اس لیے منظوری نہیں دی کہوں کہ وہ رستوں میں بھاری رقم خرچ کرنے کو تیار نہیں تھے۔ ایسی سرس بھارتیہ احاروں میں بھی سائے ہوئی تھیں یہی سوال آج کی تقریب میں بھی مجھ سے کیا گیا کہا گیا کہ آپ بھی دور درتس کے لیے ڈرائے اور دیگر پروام تیں کرتے ہیں کیا واقعی دور درتس والے عصر رسوت کے کسی پراجیکٹ کو منظوری نہیں دیتے؟ میں نے کہا کہ دور درتس سے درج بھر میرے ڈرائے دکھائے جائیے ہیں لیکن ابھی تک میرے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نہیں آتا میں نے سبایا کہ میں کوئی پرومیتس ڈرائے رکھتا ہوں مارٹر نہیں ہوں بلکہ لکھا جس میں اس وقت ہے جسے بھی میرے ڈرائے آج تک دور درتس پر دکھائے گئے ہیں یہ سب مجھ سے ورائٹس پر لکھوائے گئے ہیں۔ جہاں تک مڈی ہاؤس، دہلی کی مات ہے، اُن کے بارے میں میری کوئی جانکاری نہیں ہے کیوں کہ وہاں جانے کی ابھی تک مجھے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ یہی سوال میں نے پاکساں ٹی وی کے بیرونگراموں کے بارے میں بھی پوچھا تو کہا گیا کہ کچھ ٹی وی ماموں کو چھوڑ کر سفارس کے عصر تو یہاں بھی گاڑی نہیں جلتی۔ جس لوگوں کی پہنچ اور رسوخ ہوتا ہے وہ زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسرے لوگ قطار میں کھڑے اس انتظار کرتے رہ جاتے ہیں پاکستان ٹیلی وژن پر یا دور درتس اور یا کوئی بھی سب سے ہو، سفارست اور رشوت ہماری کارکردگی پر اتنا مدار ہو رہی ہے۔ دل بدل کر رہے ہمارے کام کے معیار کی وجہ بھی ساتھ ہی ہے

### پاکستانی ٹی وی کے اسٹوڈیو میں عوام کی جگہ کیا ہے

پاکستانی ٹی وی اور دور درتس کے بارے میں بعد میں امجد اسلام امجد عطا الحق قاسمی اور دوسرے لوگوں سے مزید تفصیل میں باتیں ہوئیں جس کا ذکر میں بعد میں کروں گا اس سلسلے میں ایک بات عرض کروں کہ پاکستان ٹی وی کے اسٹوڈیو میں کسی بھی غیر ملکی کو جانے کی اجازت نہیں ہے اگر کہیں کسی بھی غیر ملکی کو اسٹوڈیو لے کر جانا ہو تو اسے یہ گراموں کی ریکارڈنگ ماہر ہی کی حاضری میں پاکستان میں میرے مقام کے دوراں مہربانی ادنیٰ نعمات کو اور مجھے ریکارڈنگ گائیڈس پاکستانی ٹیلی وژن کے اسٹوڈیو دیکھے اور ان کے کام کا رخ کا متبادہ کرنے کی میری آرزو یہ ہے کہ اس کے برعکس بھارت میں دور درتس کی طرف سے کسی بھی غیر ملکی کے





ویڈیو کیسیٹ یا کتابیں اس اکثر دستیاب ہو جاتے ہیں دوسرے پاکستانی ٹیلی ویژن پر یہاں کی ملی صنعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے پاکستان خصوصاً لاہور میں، حوالہ کی قسم سے قتل ملی صنعت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس محض گئی جی بی جانی فلمیں ہی جتنی ہیں اُردو فلمیں مقابلتا بہت ہی کم جتنی ہیں۔

کچھ طور پر یہ بات تسلیم کی گئی کہ بھارتی فلمیں عام طور پر معیاری ہوتی ہیں اور یہ پاکستان میں بے حد مقبول ہیں جس دن بھارت میں دُور درخشس پر کوئی فلم دکھائی جاتی ہے تو نوگ پاکستانی ٹی۔وی کی آنکھیں سے اٹھایر وگرام دیکھا بھی پسند نہیں کرے اور صرف بھارتی فلم دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں اس طرح بھارتی فلموں کے گیتوں کے پروگرام تیار ہر کوئی لے لیسہ کیا جاتا ہے یقیناً فلم سازی کے میدان میں بھارت کو برتری حاصل ہے

بھارت کے فلمی اداکاروں میں دھرمیدر، مومو، کمار اور نئے جیروں میں سے دت اور راج ترپاکستان میں بہت مقبول ہیں اداکاراؤں میں ریکھا، ہیما مالی، ستیا مل، ستارہ اعظمی، مریح اور شری دیوی کو کافی پسند کیا جاتا ہے سترو گھس سہا اور سیموکار کے نام بھی وہاں بہت احترام سے لیے جاتے ہیں۔ پاکستان کے مدر صبا، لطیف اور سترو گھس سہا کی ذاتی دوستی تو کافی مشہور ہے۔ پاکستان میں بھارت کی ٹیلی فلمیں بہت دل جیتی سے دیکھی جاتی ہیں۔

### پاکستانی ٹیلی ویژن اور بھارتی دُور درخشس

پاکستانی ٹیلی ویژن اور بھارت کے دُور درخشس کے مابین بہت کچھ کرا اور سہایت تفصیل سے بات چیت ہوئی بہت سے سوالات کے جواب میں میں نے کہا کہ پاکستانی ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے ڈرامے بہتر ہوتے ہیں بھارتی بچا کے سرحدی اور کچھ دوسرے علاقوں میں پاکستانی ٹی وی پر وگرام دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایسے ماطریں کی تعداد اگر حیرانہ نہیں ہے مگر پاکستانی ڈراموں کا بیڑا بھارت میں اکثر ہوتا رہتا ہے یہ دکر احوالوں اور رسالوں میں بھی ہوتا ہے پاکستانی ٹی۔وی ڈراموں میں سے مقبول ترین طویل ڈراموں "لاہوال"، "متر کی ریش" اور "وارت" (احمد اسلام احمد) کے ویڈیو کیسیٹ بھارت میں فروغ ہو رہے ہیں۔ وہاں کئی دیگر پاکستانی ڈراموں کے کیسیٹ بھی دستیاب ہیں اتفاقاً احمد، قدسید باو اور مومو بھائی کے ڈرامے بھی بھارت میں سہاوت دل جیتی سے دیکھے اور



جینڈی گڈھڑ کر کے ریر یا نظام ہے لیکن یہ بیابان کی راحہ جانی ہے۔ اور کتیری لال داگر ڈاکٹر  
 ہاروں ایوب، ستیال، آمد، ڈاکٹر رتین، یرو، مسراج، ایس دنگر، سورج، سورج، ستیر کاتس، سگر  
 سریدر میڈت، سورج کاتس، ماتھیرو، ویر، ماواکٹس، گویال، مہوم، ستیہ مدتا، گرو، غیرہ بہت سے ادیب  
 اور شاعر یہاں مقیم ہیں اور اردو دنیا میں اس کے نام کی پہچان ہے۔

سر میں بیابان کے ایسے اردو قلم کاروں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے جو بیابان کے مقیم ہیں اور اردو  
 ماحول میں مقیم ہیں معروف افسانہ نگار، حباب، ہریر، یاول، ماروس، میں ہیں ستیہ مدتا، لولڈل میں  
 مقیم ہیں اور دونوں حضرات صرف بیابانی ہیں بلکہ صوبہ اول کے اردو افسانہ نگار ہیں۔ شعرا میں حباب  
 سون، راہی اور راج کھیتی بھی بیابانی ہیں حوالڈل میں مقیم ہیں۔ اسی طرح بہت سے دوسرے بیابانی  
 شاعر اور ادیب ہیں جو بھارت سے دور مختلف ممالک میں قیام پزیر ہیں اور اردو کی خدمت کر رہے  
 ہیں۔

### ترقی پسند تحریک

ترقی پسند تحریک کا ذکر جلا تو میں نے بتایا کہ اس عظیم تحریک کا نام نے کرایہ پہچان سائے رکھے والے  
 جند لوگ بھارت میں آج بھی رہ رہے ہیں اور عملی طور پر تحریک حتم ہو چکی ہے۔ پچھلے دنوں بھارت میں اس  
 تحریک کے پیاسے ساتھیوں نے اس سے قبل ایک بہت بڑا اس لڈل میں بھی مایا گیا تھا میرے  
 حال میں تو اتنے حس گدے ہوئے وقتوں کو یاد کر کے کہے ہی سائے گئے ہیں جس حالات اور جس دور  
 میں اس ادبی تحریک کا حتم ہوا تھا اس کی اہمیت اور افادہ بھی حالات آج بدل گئے ہیں انہیں  
 ترقی پسند تحریک کے راہنماؤں نے ایسے آب کو ایک خاص نظر سے من قدر کرنا ہے ایسے میں اس کی ترقی  
 کھوکھلی ہو گئی ہیں اس کا دائرہ بھی محدود ہو کر رہ گیا ہے اس کو ایک محدود ہے۔ بھلا سمد کو بھی کسی  
 محدود دائروں میں قید کیا ہے متحدہ ہندوستان میں لاہور، اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کا ایک بڑا  
 مرکز تھا اور اب اس کا لطف اور سویرا جیسے ادبی حرم سے اس تحریک کے یہ حرم تھے لیکن آج وہاں  
 اس تحریک کو مکمل طور پر کمیونسٹ سیاست کا حصہ تصور کر کے ہوئے حتم کیا جا چکا ہے مجھے تا ناگہا کہ پاکستان  
 کا کوئی بھی ادیب آج ترقی پسند تحریک کے استگنی کا ٹکٹے طور پر اظہار کر کے حتم کر کے حتم نہیں رکھنا ایسی

ڈاکٹر گیاں جہد جیسے وہ بیک وقت اپنی قدردانہ خدمات ایسے آب میں ایک مثال ہے۔ اردو شاعری میں بھی غیر مسلم شاعر کی نہرست بہت طویل ہے اسی طرح صحافت کے میدان میں بھی غیر مسلم اردو محامیوں نے گراں قدر خدمات سرکام دی ہیں

میں نے نامہ جدید میں قلمبند افسانہ نگار حساب رام محل کے زیراتہام لکھنؤ میں غیر مسلم اردو ادبوں کی ایک نئی ہندو کانس کا اعتقاد کیا تھا جس میں بہت بڑی تعداد میں ادیبوں اور شاعروں نے شریکیت کی تھی اس موقع پر غیر مسلم اردو مفقفس کی ایک فہرست بھی سامنے ہوئی تھی جس میں ہزاروں کی تعداد میں نام درج تھے اس کی ضرورت تب اس لیے محسوس ہوئی تھی کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی رہتا رہتا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اردو مسلمانوں کی زبان میں کمرہ کئی ہے اور بھارت میں اب زیادہ تر مسلم ادیب ہی اردو زبان میں ادب تخلیق کر رہے ہیں لکھنؤ کی اس کانس میں ایسے نام تھے جو تمام اردو ادب میں بہت حد تک نامی ہیں یہ بھی بتایا کہ بھارت کے مورخہ آخری دہائی میں ان دنوں اردو کے حق میں جو تحریک چلی رہی ہے اس کے راہبائوں میں افسانہ نگار رام محل کا نام سب سے پیش میں ہے۔

### بھارتی صحافت کے اردو قلم کار

ایک سوال یہ تھا کہ بھارتی بھاب میں اس وقت کون کون اردو ادب اور شاعری میں حوالہ قاعدگی سے لکھ رہے ہیں میں نے ایسے علاوہ تین نگار اور ادیبوں کے نام بیان کا کر کیا جو اردو کے مقبول افسانہ نگار ہیں اور جن کی کہانیاں ہندو پاک کے صوبہ اول کے رسالوں و محدود میں سامنے ہوتی ہیں صاحب کیش ادیب، عثمان جتیر کا، رسیلی تحب سنگھ اور یو رل سنگھ شہر اردو کے معروف اور مرگ شاعر ہیں صاحب امجد قیس کا نام بھی اسی صف میں آتا ہے۔ یہ وہی سرکار گلائی ہے۔ اردو کے مشہور شاعر اور نقاد ہیں صاحب آر۔ ڈی۔ سترما تیز ویرم کا رابطہ مہرگیرا نگر خالد دھری۔ ہر گلوں سارا شام اس کہتے راجندر ناتھ برہمہ وروس کمار اشک ڈاکٹر جوں کسر دھری سامی لڈیا نوی، مانی لڈی سویتیل مقرر و عمر بہت سے قابل ذکر نام ہیں جن کا تعلق بھارت سے۔ تیرا لیر کوٹھوی محمود عالم، خالد کھات صاحب سنگھ رار، وید دلواد و عمر بھی بھاب میں رہ کر اردو زبان و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔

قائم کیے گئے ہیں جہاں تاقتیں اُردو پڑھا لکھا سیکھ سکتے ہیں محکمہ اُسٹیجیاب کی طرف سے ہر سال اُردو ادب کو کتاہوں کی اشاعت کے لئے مالی گرانٹ دی جاتی ہے اور بہتریں اُردو کتاہوں پر اشاعت بھی دے جاتے ہیں لیکن یہ سہِ مُردہ جسم کو اُنکس دینے والی ماس ہے کیوں کہ اُردو کو مادی طور پر مردہ رکھنے کے لئے یہاں سرکاری سطح پر کوئی کام نہیں ہوا اُنکس جس کے سہارے اُردو شاید یہاں جید برس اور ردہ رہ لے گی — اور پھر سادہ اُردو کے مراد پر عقیدہ کے پھول جڑھائے کاری سلسلہ جاری ہو جائے گا

بھارت کے دیگر صوبوں میں اُردو کے بارے میں بھی کئی سوال درمات کئے گئے اور ایسی جانکاری کے مطابق میں نے انھیں حقیقی صورت حال سے آگاہ کیا سہار میں اُردو دوسری سرکاری زبان ہے اس سلسلے میں اتر پردیش میں تحریک جاری ہے۔ درجن بھر ماسوں میں اُردو کا دساں قائم ہیں خود بھاری سرکاری گرانٹوں سے اُردو کے لیے کچھ نہ کچھ کام کر رہی ہیں۔ لیکن سرے حال میں عملی طور پر کام اتنا نہیں ہو رہا سرکاری رویے سے متعارف ہسپتار اور کتاب اشاعت کی تقسیم اور اسی طرح کے سائنسی پروگراموں سے تو اُردو کو ردہ نہیں رکھا جاسکتا اس صص میں مادہ سچیدہ ہونے کی ضرورت ہے

### بھارت کے غیر مسلم اُردو ادب

ایک تاثر یہ تھا کہ بھارت میں اُردو مسلمانوں کی مدولہ ردہ ہے اور اسی سلسلے میں کئی طرح کے سوالات بھی کیے گئے۔ میں نے واضح کیا کہ یہ حقیقت نہیں ہے بھارت میں آج بھی اُردو کو سب کو رحمت حاصل ہے اور ایسے ادب کوں کی ہرست بہت طول ہے جو غیر مسلم میں اور اُردو زبان میں برابر لکھ رہے ہیں مثال کے طور پر میں نے حیاتِ خوشگندِ مال رام لعل، ترن سنگھ، کستھیری لعل، داکر و عمرہ کا ذکر کیا خود میں پڑھیوں کے سائنسدان اور نگار ہیں اور ان کے لکھنے کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی حبابِ طھر پیای گوپال تل سریدر کے تاقی طالع میرا کمار یا سنی، تروں کمار و رما، گورکھ سنگھ، شیش تراسیتر، یردیب، فکر تو سنی، سریدر، نو تھر، سما داس اختر، مس راج، رہر، دویدر، ستیا رتھی وغیرہ اُردو شریے متاثر نام ہیں ڈاکٹر گوپی چندا رنگ، یردھ سنگھ، کالی داس، گنتار، مانک رام

میں تامل رماں ہے اور اسی طرح مختلف صولوں کی صومائی رماں ہے مادری رماں سے تحت کا رستہ  
ہوتا ہی ہے لکس قومی رماں ہمارے قومیت کی اولس متانی ہونی چاہیے ملاستہ ہمدی رماں کے پھیلاؤ  
کے لیے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اور وسیع پیمانے پر سیدہ کوستس ہو رہی ہے لکس انگریزی رماں کا  
تسلط آج بھی قائم ہے مجھے بتایا گیا کہ اردو پاکستان کی قومی رماں ہے لکس وہاں بھی انگریزی رماں اُردو  
پر آج بھی بھاری ہے۔ پاکستانی سیما میں یہاں رماں اُردو رسم الخط میں رائج ہے یہاں وہاں بولی

لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ یہاں میں ہمیں بھی متنی ہیں اور اب بھی تخلیق ہوتا ہے  
بھارت میں اُردو رماں واد کے بارے میں مجھ سے بہت سے سوال کیے گئے مکمل کر مبرا

تعلق بھارتی سماج ہے اور کہا جاتا ہے کہ اُردو سیما کی دھرتی برہمن اور سرواں چڑھی تھی اس لیے  
بھارتی سیما میں اُردو رماں واد کے متعلق خاص طور سے مجھ سے بہت سے سوال پوچھے گئے۔ میں  
بے تسلیم کیا کہ بھارتی سیما میں اُردو دھرتی دھرتی ہو رہی ہے جدید مخصوص علاقوں کو قیود کر  
جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے، اُردو کسی بھی اسکول میں درجہ تعلیم نہیں ہے۔ سی اس کے لوگ اُردو  
لکھنا پڑھا سکتے ہیں جاتے ہیں اُردو کے لوگوں کو اُردو سے آج بھی عشق ہے سماجی بھارت کا  
سے مڑا اُردو احار رورار ہمد سمار حالہ مر (سیما) ہی سے شائع ہوتا ہے حالہ اعداد و شمار  
کے مطابق رمار مں سے رماہہ نیچے والا احار ہے اس کے علاوہ رورار، رابہ اور رورار  
"میتاب" احارات بھی سیما میں شائع ہوتے ہیں ساحر لہناوی کے سہر لہناویہ (سیما) سے  
معتد رورار و ہمتہ وار معامی احاراب شائع ہوتے ہیں مں میں ہمتہ وار تعاون، "مدارہ"  
"سماج" اور رماں خاص طور سے قابل ذکر مں اسی طرح سماج کے دوسرے سہروں سے بھی اُردو  
احارات شائع ہوتے ہیں سی اس کے نوجوان حور رورار ہیں جاتے وہ بھی اُردو عربوں اور ساعروں  
میں کافی دل چسپی لیتے ہیں۔ آج بھی سیما کے ہر بڑے شہر میں ہر سال لکھنؤ اُردو مساعری  
معتد ہوتے ہیں

میں نے انھیں یہ بھی بتایا کہ محکمہ تعلقات عامہ سیما سرکاری طرف سے اُردو ماہنامہ پاسان  
اور محکمہ (دکھتاؤ بھال) سماج سرکاری طرف سے ماہنامہ رورار ادب، شائع ہو رہا ہے  
یہ دونوں عربیہ ادبی اور معلوماتی ہیں سرکاری سطح پر ہر بڑے شہر میں اُردو پڑھنے کے مراکز بھی

لا کر کھڑا کر دیا، لکس کوئی بھی سمجھ نہیں یا ماکر کون کس کا دشمن ہے۔۔۔۔۔ تنگ و دکھم دوستوں اور محنتوں کو اُس کی آگ میں جھلے کے لیے کیوں تھوڑ دے ہیں۔۔۔۔۔ یہ ایک بہایت مارک موضوع یر لکھی گئی کہانی تھی اور اُسے یر طے کے بعد وہاں موجود ادیبوں، شاعروں، فن کاروں اور دانش وران کے درمیان ہوئی بحث کو بہات خاموشی سے میں نے سنا کھا وہاں موجود یر لوگ امرکہ، روس، چین اور ان کی سیاسی و ادبی اربوں کو شاید بھول گئے تھے اور ایسی سار، محنت، خلوص اور دوستی کے حدوں کے ساگر میں ڈوئے انھیں رستوں کی باتیں کر رہے تھے۔ بدھم روستی میں بھی بہت سی اہم نکھوں کو میں نے دیکھا تھا اور ان آسوں کو بھی حور ساروں یر لکھروں کے ساں بھوڑتے ہوئے ڈھلکے تھے۔ تب میرے وشواس کو طاقت ملی تھی کہ دونوں دیسوں کے درمیان عوامی سطح پر محنت اور دوستی کی خواہش محض اظہارِ تکلّف نہیں بلکہ ٹھوس حقیقت ہے وہ وقت یقیناً آئے گا جب محنتوں اور دوستیوں کے ان رستوں کو باقاعدہ ایک سہیاں ملے گی۔۔۔۔۔ ۱

اس تقریب میں ایک بڑی تعداد ان اربوں شاعروں اور فن کاروں کی بھی تھی جو کھی بھارت ہیں آئے تھے۔۔۔۔۔ بھارت آئے کی جس کی تہدید خواہش تھی اور بھارت کی ادبی، سماجی اور ثقافتی رنگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں وہ بہت کچھ سارے کے سوا ہاں تھے۔ ایسی بات حیت کے دور میں اُن لوگوں نے لے تا سوال مجھ سے کہے اور میں نے ایسی حاکاری کے مطابق انھیں جواب دیے کی بھرپور کوشش کی تھی

مختلف موضوعات پر ہونی چند خاص باتوں کا ذکر کرنا یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں۔

## بھارت میں اردو

ادب اور رماں کے حوالے سے یو جھے گئے سوالات کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ہمدی بھارت کی قومی رماں ہے لکس آزادی کے حالیں برس گد رحالے کے بعد بھی قومی رماں کو ہم اس کا صحیح مقام نہیں دے سکے لگ بھگ بھارت کے ہر صوے کی ایک ایسی اور ترجیحی رماں ہے اور ہم اس رماں سے مقابلہ زیادہ ٹھہرے ہوئے ہیں مثال کے طور پر بھارتی سماج میں دگورکھی، ہمساری ادبی اور ترجیحی رماں ہے۔ اسی طرح مگال میں مگکھا سارے۔ گرات میں مگراں اور تامل مادو



مداویہ، اکثر کاظمی، دلدار، روبرو، کھٹی یا ہمیں واسطی، جس روضی، مبارک احمد ڈاکٹر حسن اسٹریٹ، مقبول، ہادی  
 تنسم، بھویری، کھٹی، مرقعی، عادل، سعادت وحید، شاہد واسطی، حبیب احمد، ماں ستاد، اسرار، ریدی  
 کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں یا کستانی فلموں اور ٹیلی ویژن سے وابستہ بہت سے لوگ بھی موجود  
 تھے۔ ٹوٹتے بڈنگ کی وجہ سے ہال میں اندھیرا تھا جسے سر پر پتلا کر ڈور کیا جاسکتا تھا، لکس مائول کو پس گارہ  
 اور دل کس مائے کے لیے تیرہ دستیوں کا سہارا نہیں لیا گیا تھا ہال میں چاروں طرف ٹری ٹری ٹری ٹریاں  
 تنسم میں کر حل رہی تھیں اور دھیمی دھیمی کوسیقی کالوں میں رُس گھول رہی تھی۔ تقریب کو اس طرح سے ترتیب  
 دیا گیا تھا کہ سب سے پہلی میری تحسینوں اور جاموں کا ٹپے خوب صورت انداز میں دکر کیا گیا چاند تقریب میں  
 کی گئیں جھے انکا اسارہ پڑھے کے لیے کہا گیا اور پھر صبا اسارے پر سب کھل کر آئیں ہوئیں بعد ازاں  
 آئیں میں بات حیات کا دور شروع ہوا اس میں اردو، ہندی اور بھائی رماں وارہ، بھارب اور پاک  
 کی فلمیں اور ٹیلی ویژن پروگرام، صحافت، کیول سرگرمیاں، دونوں دلیوں کے اُسی تعلقات —  
 عرصہ کی سیاست کو بھوڑ کر لگ کھگ ہر دو سرا موعر ریگیت گنا یا — اور تقریب کے اختتام  
 پر انکے بڑے تکلف دعوت سے ہمالوں کی تواضع کی گئی۔ بہت سے دوستوں نے مجھے ایسی کتابوں کے تحائف  
 دیے اور دیگر کئی قسم کے تحفوں سے بھی کئی دوسروں نے مجھے لوارا۔

### حکایت کا ردِ عمل

پاکستان میں اب تک بہت سے دوستوں سے میری ملاقات ہو چکی تھی، دعوتوں اور محفلوں کا  
 اہتمام کیا گیا تھا اور ہر ماں سے دونوں دلیوں کے درمیان خوش گوار تعلقات اور دوستی کی مائیں کی گئی  
 تھیں۔ آج کی تقریب میں جہاں بوجھ کر میں نے ایسا اسارہ ہم دونوں، بڑے ساتھ ہا کر حدات کا ردِ عمل  
 کھل کر اسارے آسکے یہ اسارہ بہت برس پہلے میں نے بھارت اور پاکستان کے درمیان ہوئی دوسری  
 جنگ کے پس منظر میں لکھا تھا ایک بہتر اور ایک سماں اس کہانی کے دوائے کر پڑیں جس کے مائداؤں پہلے دوستوں  
 کھگ عظیم کی ہوں کیوں کا درد سہا، پھر ملکی تقسیم کا شکار ہو کر دو مائداؤں کی خدائی کا غم برداشت کیا  
 اور ہر دونوں دلیوں کے درمیان جنگ نے دوست اور دشمن کی حیثیت میں دونوں کو آسے سے

## لنید کھانا

مدربر والا ان تمام حیرتوں کا علم مجھے آزادانہ طور پر لاہور گھومنے اور عام لوگوں سے بات چیت کے بعد ہوا کلانی کی گھڑی پونے دو کا وقت دے رہی تھی اور دو کے مجھے مقبول احمد دہلوی کے گھر پہنچا تھا مقبول کی رہائش گاہ سب روڈ پر واقع ہے ماحر روڈ سے وہاں پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ مقبول دوپہر کے کھانے کے لیے میرے منتظر تھے۔ میری فرمائش پر کھانی ماں نے صرف کسریاں اور ترکاریاں ہی تیار کی تھیں مگر تعداد میں کئی تھیں۔ وہی ٹرے انھوں نے حاصل طور سے سائے تھے کھانا اس قدر لذیذ تھا کہ کھوکھیں ہوتے ہوئے بھی میں سب زیادہ کھا گیا تھا۔ بعد دوپہر میں کے ہوٹل ریل گاڑی میٹن کی تقریب میں پہنچا تھا اس لیے آج بھی بچوں کے ساتھ میں زیادہ وقت نہیں رہ سکا تھا۔ مقبول کھائی اور کھائی کا لگہ حق سبحان تھا

## رائٹر اینڈ ایڈیٹر ایٹلک کیونٹل فون آف پاکستان کی طرف سے اعزازی تقریب

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے، میرے اعزاز میں بہت بڑے پیمانے پر ہوٹل ریل گاڑی میٹن میں تقریب کا انعقاد رائٹر اینڈ ایڈیٹر ایٹلک کیونٹل فون آف پاکستان کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مقبول دہلوی کے ساتھ بعد دوپہر تیس کے میں وہاں پہنچا تھا۔ اسٹیج میں حجاب اختر، مسعود تیسج اور حجاب سید سرور احمد نے ہمارا استقبال کیا کافی لوگ تشریف لائے تھے اور مجھے بتایا گیا کہ مزید بہت سے لوگوں کی آمد کا بھی ایک انتظار مجھے زیادہ ہیرانی نہیں ہونی کہوں کہ پاکستان میں اسے دونوں جگہ کے تمام کے بعد ایک مجھے بخوبی انداز ہو چکا تھا کہ ہم دونوں دیشوں کے مایہ نونوں میں جو بہت سی باتیں مشترک نہ رہیں ان میں ایک وقت کا یا سہ نہیں ہوا تھا ہے اس عادت کا شکار عام آدمی سے زیادہ سید بڑے لوگ، بڑے افسر اور بڑے سیاسی لیڈر اور وزیر زیادہ ہیں۔

تقریب شروع ہوئی تو حاضرین سے ہال کچا کچھ بکرا ہوا تھا جس مقدار لوگوں نے اس تقریب میں شرکت کی اس میں حجاب عطا الحق قاسمی، ڈاکٹر سلیم اختر، امجد اسلام امجد، سائرہ ہاشمی، عذرا صغریٰ صدیقہ

## مہنگائی

پاکستان میں ہر طرح کی مزدوری بہت مہنگی ہے۔ ایک گھریلو نوکر ماورجی کی ماہانہ تنخواہ میدروہ سولہ سو روپے ہے۔ کوٹھیلوں میں بہتر میں دو تین دن کام کرنے والے سویرچہ ساہ سو روپے ماہوار لیتے ہیں۔ کاربن لائے والے ڈرائیور کی تنخواہ بھی ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار ہے کم نہیں ہے جس درجوں دوستوں سے پاکستان میں نہیں ملاؤں اس سے اکثر کے پاس ایسی گاڑیاں ہیں جن کی گاڑی وہ خود ہی ڈرائیور کرتے ہیں۔ لاہور کی اندرونی سڑکیں آبادیوں اور ماروں میں بہت زیادہ کھیر بھراڑ ہوتی ہے۔ دہلی کے صدر بازار حاتم مسجد، ملیا ماراں وغیرہ علاقوں کی طرح یہاں بھی ٹوٹے اور رڑھی والوں کی بھڑاڑ ہے۔ یہاں معاشی کا بھی مناسب انتظام نہیں ہے۔ نئی آبادیاں صاف ستھری اور خوب صورت ہیں۔

## ٹرین سیورٹ

پاکستان میں ٹرین سیورٹ زیادہ تر ریلوے کیسیوں کے پاس سے لاہور سے اسلام آباد راولپنڈی سرگودھا ساہیوال ملتان اور دوسرے شہروں اور قصبوں کو جانے والی موٹر گاڑیاں راتہ ترین ریلوے ہیں اور سرکاری سٹوں کے مقابلے میں ان کی حالت اور سروس بہتر ہے۔ مقامی ٹرین جیلے والی میسین تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور یہ بھی ریلوے میں رکت تو کہیں دکھائی نہیں دیتا البتہ ان کے کہیں کہیں دکھائی دے جاتے ہیں۔ پہلے کی طرح وہاں اب مانگوں کی بھڑاڑ نہیں ہے۔

## رجسٹر کی کمی

لاہور میں مکمل سیٹلانی کی درجہ داری، وائیڈ مار کے ایک سرکاری ادارے کے سپرد ہے لیکن مکمل سیٹلانی کا اسٹامپ بہایت ناقص ہے موسم سرما کے حوری اور حوری کے مہینوں میں میں پاکستان میں تھا اس موسم میں مکمل کی گھڑا بھیب عام طور پر کافی کم ہوتی ہے اس کے باوجود وہاں سے شام تک آدھس گھنٹے روڑا۔ مکمل کی گھنٹے لاگو ہی گرمی کے موسم میں کسانوں کو، جو اس کا ادارہ حق کو ادا کر سکتے ہیں پاکستان میں سڑکوں کا استعمال عام ہوتا ہے۔

## اُردو ساعری میں شہزاد کا ذکر نہیں

شہزاد کے ذکر کے ساتھ مجھے ایک اور باب یاد آگئی کہ پاکستانی ادیبوں اور ساعروں کی تخلیقات میں اس شہزاد لفظ کا کہیں ذکر نہیں ہوتا ساعر ساعری اور شہزاد کے تعلق سے بہت سے قلمی ستہور ہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ اُردو ساعری میں بے اور میکڈونل کا ذکر اکثر ہوتا تھا لیکن پاکستان کی اُردو ساعری آج بے کے ذکر سے محروم ہے لیکن اس کے باوجود ساعر جو صورت سرکہہ رہے ہیں۔

## بیرائے نام زندگی

پاکستان اور خصوصاً لاہور کے کئی مارا مارے سرکس اور اماں آج بھی ہمدردوں کے ماموں سے مسلوب ہیں کمرش بگڑا موہن بگڑا دھبی رام روڈ — وغیرہ بیرائے وقتوں سے ملے آ رہے یہ نام یا تو تبدیل ہیں کئے گئے اور اگر تبدیل کئے گئے ہیں تو نئے نام مقبول نہیں ہو سکے

## گوشت خوردی کی عادت

پاکستان میں اکثر لوگ گوشت خورد ہیں یہاں تک کہ ڈال اور بیگیں کی ترکاری میں بھی موٹی مٹرائی سے مرغ کا گوشت بہت تہنگا ہے اور ٹٹے گھرالوں میں بھی یہ بہت میں ایک مادہ سے رازہ ہیں پکنا عام طور پر لوگ بکری کے گوشت لکائے ہیں ٹٹے حاوروں کے گوشت کو مٹا گوشت کہاجاتا ہے اور سب سے بڑے ماعت عرب گھرالوں میں عموماً یہی گوشت بکتا ہے

## چائے اچھی نہیں

پاکستان میں ملنے والی چائے کی کوالٹی زیادہ اچھی نہیں ہے اس ملک میں چائے کی کاشت نہیں ہوتی اور نہ ماہر سے سنگوائی جاتی ہے لکن بھارتی چائے کا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ یہ بات کافی کے اس میں کہی جاسکتی ہے اسے ایک سال میں صاف کے دوران مجھے ہمیشہ بھارتی چائے کی طلب تھی۔

کی بات راہ گنا تھا۔

## نتیجہ یہی

پاکستان میں شراب کی کساد فروخت اور استعمال نہ مکمل یا مدی غائب ہے اور براعظم مروجہ عقو  
 کے روال کے بعد صدر صائے حسب اقتدار سمجھا لیا تو انھوں نے قدم اٹھانا تھا ایک پاکستانی استاد  
 نے مجھے بتایا کہ جس روز مکمل شراب مدی کا اعلان ہوا تھا اس روز لوگوں نے سرا کے ٹھکوں میں سے شراب  
 کی بوتلیں اٹھا کر سڑکوں پر توڑ دی تھیں اور لوں لگ رہا تھا کہ جسے سڑکوں پر شراب کی بات ہوئی ہو  
 اب پاکستان میں کہیں بھی شراب کی عام دوکانیں نہیں ہیں ہر بڑے شہر یعنی لاہور اسلام آباد کراچی و غیر  
 میں ایک ایک مطور شدہ دوکان ہے جہاں سے سرٹ حاصل کرنے کے بعد عسائروں اور عسالم عمر ملکی  
 سیاحوں کو شراب مل سکتی ہے یہ لوگ بھی شراب کا استعمال صرف ایسے گھروں کے اندر ہی کر سکتے ہیں۔  
 اگر کوئی آدمی شراب پی کر سڑکوں میں گھومنا مکرہ احاطہ ہے تو اسے سبباً راکوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔  
 ایک صاحب نے بتایا کہ اس یا مدی کا تمام لوگوں پر پڑا ہے لکن کئی امیر لوگ اب بھی شراب پیتے ہیں کیونکہ  
 انڈر قلم حرج کر کے انھیں اس شکل شدہ وہ جسکی دستا ہے جو جاتی ہے۔ عموماً اس طرح کے کام کچلے درواروں  
 سے ہوتے ہیں لہذا ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوگی شراب معر صحت تو ہے ہی انک بڑی سماجی لعب بھی ہے  
 کاش کہ گناہی کے محارب میں بھی اس بُرائی کو ختم کیا جاسکتا۔

## کوڑوں کی سزا

کوڑوں کی سزائیں جلی تو درجاء کرے ہر ایک صاحب نے بتایا کہ بدکاری کرنے والے لوگوں  
 کو کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے کئی دوسرے سماجی اور قانونی جرائم کے لئے بھی ایسی سزائیں رکھی جاتی  
 ہیں، لیکن اس کا کہا تھا کہ ایسے واقعات کم ہی ہوتے ہیں اس لئے کسی کو سبباً راکوڑوں لگتے انھی کم  
 ہیں دیکھتے تھے محض احساہی میں بیڑھا تھا۔

میدان میں جدید کسک طر نقول اور زرعی رسیج کی مدد سے موحیہ انقلاب ہی آگیا ہے۔ اس کے  
مرعکس پاکستان کے دیہات آج بھی یس مانگی کا سکا رہیں اور وہاں ایسی سب سی سہولیات  
کا فقدان ہے۔

### پاکستان میں ہندو

پاکستان میں سدھی ہندو اور عیسائی بھی رہتے ہیں لکس اُن کی تعداد سب کہے بعض صومانی  
اسملوں اور وفاق حکومت میں اکھس مانندگی حاصل ہے لکس یہ سب عمن رلے نام ہے پاکستان ایک  
اسلامی مملکت ہے۔ وہاں کی حکومت اسلامی ہے قانون اور قواعد بھی اسلامی ہیں۔ ہندو ہوں یا عیسائی  
اکھس اسی نظام کے تحت رہا اور جیسا ہے۔ لاہور میں ہندوؤں کے عمن جیڈانک گھر ہیں۔ عسائیوں کی  
تعداد کافی ہے میں دیکھ تو ہیں سکا سٹا تھا کہ لاہور میں ایک مدر ہے جس کی حال قابل رحم ہے گھر  
اور عسائیوں کے ایسے تعلیمی ادارے ہیں جس کی دیکھ محال وہ ماسٹ ڈھنگ کرتے ہیں۔ لاہور میں گورڈوارہ  
ہے پاکستان کے دیگر حصوں میں بھی تاریخی اہم کے کئی گورڈوارے ہیں اگر یہاں کی دیکھ محال کی دتداری  
ایک قومی وقف نورڈ کے تحت ہے لکس ان کی طرف اسادھماں ہیں داسانا طاہر ہے کہ جہاں ان مقدس  
جگہوں کی بقاعدہ یرست کرے والے ہیں ہوں وہاں ان کی دیکھ محال ماسٹ ڈھنگ ہو ہی نہیں  
سکتی مقدس گورڈواروں کی ریار کے لے سال میں تیس یا مرتبہ بھارت اور کئی دوسرے  
دلیوں سے سکھ پاکساں کی ماترا یر کافی ٹری تعداد میں جلتے ہیں تب ان مقدس جگہوں کی طرف  
وقف نورڈ کا دھماں جاتا ہے

### گٹا سراج

ہندوؤں کا ایک سب ہی اہم اور مقدس تیرتھ تری گٹا سراج بھی پاکساں میں واقع ہے وہاں  
ہندوؤں کی کوئی آبادی نہیں ہے بھارت کی ساٹھ ہندو جماعتوں کی طرف سے ایک طویل عرصے سے پاک  
کی جاتی رہی ہے کہ جہیں اس مقدس تیرتھ کی ماترا کی احارت دی جانے جہاں تک میری حال کاری ہے  
گذشتہ برس ہندو تیرتھ ماتریوں کا پہلا جتھ تری سب مال مثل ممبایہ لمیٹڈ کی راہبانی میں گٹا سراج

طریقے سے مروج دیا جاتا ہے۔

### پاکستانی عیسائی ممالک میں

پاکستان میں امر و غریب کے درمیان کی طبع دل مدد ٹھہر رہی ہے۔ روسیہ جیڈ ٹیڈ تجارتی ٹھکانوں کی تحوریوں میں بھر رہا ہے اور غریب زیادہ غریب ہو جا رہا ہے اس دور کا مقابلہ کرنے کے لیے ہی شاید پاکستان کی آمدنی ایک قابل ذکر حصہ تلف اور لوٹ کے دیتوں میں جا کر کام کرنے کے لیے محمور ہو رہا ہے۔

### مستحیات کی اسمگلنگ

مارشل لاء کے ماحول و پاکستان میں ہونے والے جرائم کی تعداد کافی زیادہ ہے مثلاً اسمگلنگ بہت بڑے پیمانے پر ہوتی ہے اس سرائی کو خود پاکستان سرکار بھی تسلیم کرتی ہے اور دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش بھی کر رہی ہے مہارت ہی کی طرح پاکستان میں بھی زندگی کے لگ بھگ ہر شے میں کر تیں کالوں والا ہے سرکاری حکومت کے خارجے اور آزادی کے بعد سارا سارا مدد میں ہم کچھ زیادہ ہی آزاد ہو گئے ہیں۔

### آزادی میں اضافہ

آزادی میں لگاتار بڑھ رہے اصرار کا شکار پاکستان بھی ہے دراصل بین الاقوامی مسئلہ ہے ماضی میں مہارت میں یہ آواز بلند ہوتی رہی ہے کہ حادانی منصوبہ بندی کی تحریک لطیف اسلام کے خلاف ہے اسلامی ملک پاکستان میں دیکھئے کو ملا کر وہاں کی حکومت ٹھہر رہی آزادی پر قانونا مے کے لئے سرکاری اور سماجی سطح پر کوئی کام کر رہی ہے بڑے لکھے عوام میں وہاں میں آزادی کی لہر ہے لیکن کم تعلیم یافتہ لوگوں اور سماجی طبقوں میں یہ مسئلہ کافی سیدھا ہے

پاکستان کے مذہبی علاقوں میں رقی کی رفتار کافی سب سے مہارت کی طرح پاکستان بھی دہاتوں کا دیتیں ہے مہارت کے دیہاتوں کی زندگی میں دسین کی آزادی کے بعد نمایاں تبدیلی آئی ہے یا، تعلیمی اور ایسی بہت سی سہولیات کے علاوہ شہروں کا حال بھی ایسے رراع کے

میں اور یا پھر پاکستان کے دیہاتوں میں کہیں کہیں شرقہ پیسے عورتوں میں دکھائی دے جاتی ہیں اسی عورتوں کی تعداد کافی زیادہ ہے حوالہ کٹھناتی ہیں اویسے گھرانوں کی جعلوں میں میں نے سگریٹ کے کس لگاتی کئی عورتوں کو بھی دیکھا ہے

### عمر و ملکی گاڑیوں کی بھروسہ

پاکستان میں مختلف قسم کی حایانی اور اور جدید دوسری عمر ملکی گاڑیوں کی بھروسہ ایسی گاڑیاں پاکستانی سڑکوں پر کیڑے کوڑوں کی طرح رملگتی دکھائی دیتی ہیں دوسرے نمبر پر موٹر سائیکل اور تیسرے نمبر پر اسکوٹر دکھائی دیتے ہیں لیکن بھارت کی طرح ان کی تعداد وہاں زیادہ نہیں ہے البتہ گاڑیاں بھارت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں شے تھروں میں سائیکل رکتا نہیں ہیں عام لوگ سائیکل کا استعمال بھی بہت کم کر رہے ہیں پاکستان میں سائیکل کی قیمت بارہ سو روپے کے لگ بھگ ہے پاکستان میں کوئی ایک بھی گاڑی، موٹر سائیکل یا اسکوٹر سائے کی ملک شری نہیں ہے یہ تمام میر مالک سے درآمد کی جاتی ہیں۔

پاکستان میں کڑے کی صنعت آہستہ آہستہ شروع ہو رہی ہے وہاں کا سائیکلر اسٹامپ ہے لکن کوالٹی کے لحاظ سے بہتر کیڑا بھارت میں ملتا ہے پاکستان میں ہورری کی صنعت بھی شروع ہو رہی ہے اسی طرح جوتے بھی پاکستان میں سے ہیں

### دیگر مصنوعات

الکٹرکس کا سامان اور زندگی کی عام ضرورت کی بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ملک ماہر سے منگوائی جاتی ہیں اور بھارت کے مقابلے میں وہاں رستی ہیں اس کی دوسری وجوہات ہیں ایک کہ ایسی تمام چیزیں پاکستان میں نہیں ملیں بلکہ غیر مالک سے درآمد ہوتی ہیں اور ان پر لگے والے کسٹم کی شرح کافی کم ہوتی ہے دوسرے یہ کہ پاکستان کی صنعتی بالیسی کافی لچک دار ہے اور میادی صنعت بڑھنے کے باعث یہاں کی محوری ہے اس کے برعکس بھارت میں ہر طرح کی ایسی صنعت ہے اور غیر مالک سے درآمدات پر بھارتی کسٹم خارج کرتا ہے اس کی میادی وجہ یہ ہے کہ بھارت نے دیسی کی مصنوعات کو ہر ممکن



کی جاتی ہیں جو سرپاں بھارت میں کوئی جاتی ہیں وہ تمام وہاں بھی کوئی جاتی ہیں بھیلوں میں کوئی جاتی  
 وہاں بہت زیادہ ہوتی ہے اور بھار کے مقابلے میں بہتر قسم کے کو وہاں ملتے ہیں سب بھی وہاں  
 ملتے ہیں لیکن اس کی کوالٹی خاص نہیں ہوتی یہ سب کتھری ہوتے ہیں بھار کے مقابلے میں اس کی قیمت  
 وہاں زیادہ ہے حیدر رس پہلے تک کیلا یا کساں میں نہیں ملتا تھا اور اگر دستیاب ہوتا تھا تو  
 اس کی قیمت وہاں دو روپے فی کیلا تک تھی لیکن اس سلسلہ کے علاقے میں گنے کی کاشت کافی زیادہ  
 ہونے لگی ہے۔ دانے میں لہید ہوتا ہے اور قیمت بھی کافی کم ہے بھار کی طرح ہی موسموں کے بیل  
 وہاں دستیاب ہیں

ڈرائی فروٹ میں خشک میووں میں فرو کا سویا کستان میں بھی ملتا جاتی تمام خشک میووں  
 کی وہاں افرط ہے اعلیٰ قسم کا سلیک جو سس روپے سر جلیو سے تیس سے چالیس روپے سر مارام  
 تیس روپے سر اور فروٹ و توانی وغیرہ بھی بہت سستے ہیں مونگ بھلی بہت اچھی قسم کی اور بہت سستی  
 ہے جیوٹی الائچی وہاں مایا ہے ہی ہے حوتی ہے اس میں سے مل کا لاہو اہو تہا ہے اور اس کی صاف بھی تھ  
 سات سو روپے فی سسرے کم نہیں ہوتی۔

قیمتی درختوں میں سوا بھارت کے مقابلے میں کچھ سستا ہے لکس بہت زیادہ فروق ہیں ہے چاندی  
 وہاں ہلکی ہے اور سدا سلی لے اسمگل بھی ہوتی ہے عورتوں کو سونے کے زوراب پہنے کا کافی متوق  
 ہے چاندی کے زیورات میں بھی اس کی کافی دلچسپی ہے

## فینن

مردوں کا عام لباس محض اور تنوار ہے بعض لوگ سوٹ بھی پہنتے ہیں لکس مقابلے میں ان کی تعداد  
 کم ہے یہ مدیلی گد مستحیدر سون میں تیری سے ہوتی ہے۔ عورتیں بھی زیادہ رنگر ماسلوار پہنتی ہیں  
 ساڑی خاص مواقع پر اور کم پہنتی جاتی ہے عورتیں ٹوٹا توج رنگ کے کپڑے پہنتی ہیں  
 لکس کی دوڑ میں یا کساں عورت بچھے ہیں ہے ہمارے ہاں مسلم عورتوں کا ٹولہ تو رائج ہے  
 اس کے مطابق وہ عورت پہنتی ہوئی جا ہیے لیکن پاکستان میں رقعہ سدا سدا رو ہی ہو گئے ہیں حوس حال  
 ایتو سدا سدا لوگوں کی پاکستانی عورتوں میں رقعہ سدا سدا لکس پسند نہیں کرتیں کچھ طبقے کے بعض گھرانوں



موجی حکومتوں کے سامنے میں پروٹس یا رہے تھے یہاں میری آمد سے جیسا کہ قتل ہی مارشل لا حکم کے ایک  
مرد و جمہوری نظام کا نفاذ لگا تھا دل ہی دل میں میں نے دعا کی کہ خدا پاک سال عوام کو بھی ایک کھلی اور  
مکمل جمہوری آزادی کی مصاعطارے۔

### عذر اصغر کی لاہور آمد

شرعی طور سے ہی سرورِ روار ہو گئی تھیں بعد دو بہر مقدم ہونے والی تقریب قتل میرے پاس  
وقت ہی وقت تھا اور میں نے مسئلہ کا تھا کہ آج لاہور کے اندرونی علاقوں میں گھوموں گا۔ یہاں کے لوگوں  
سے ملوں گا اور یہاں کی عوامی اور سماجی زندگی کا ساہدہ کروں گا۔ تیار ہو کر میں گھر سے روار ہونے ہی  
والا تھا کہ مشہور پاکستانی ادیب اسرار نگار اور مادل نگار مختار محمد عذر اصغر کا شملی ہوں آگیا۔ وہ بطور خاص  
اسلام آباد سے لاہور تشریف لائی تھیں اور آج کی تقریب میں شرکت کرنے والی تھیں عذر اصغر نے کی  
میری دستبرد خواہش تھی جیسا کہ قتل تک وہ لاہور میں مقیم تھیں اور مسہور ادبی حردے ماہانہ مجلس  
کی مدبرانہ تھیں۔ ان کے سوا کہ ان کی سرکاری عہدے سر فہرست میں لاہور سے اسلام آباد ان کی شراسر موجود  
کے باعث عذر اصغر کو بھی لاہور کو حیران کیا کہ اسلام آباد منتقل ہوا مگر تھا۔ اس طرح تھیں "انہوں نے  
مدلیق میگزین اور اظہارِ وجود کو سوب دیا تھا صحابہ ادبی ماہانہ رہ کر میں مسکرس کاروں سے پکا تھا۔ ایک  
طویل عرصے سے عذر اصغر سے مری حط و کثات تھی اور گاہے لگا ہے تھیں "کے لیے میں لکھتا بھی رہا تھا  
اس لیے عذر اصغر کی لاہور آمد میرے لیے ایک خوش خبری تھی۔

عذر اصغر کے بارے میں یہ حاکم کاری مجھے بعد میں ملی کر ان کی سیر دانش دہلی میں ہوئی تھی اور  
اس طرح ایسے حکم کی رسم سے ان کے حدود میں سے ماہ لگاؤ اور محنت ہے۔ اس طرح کی حد ذاتی محنت  
کا ہونا ایک قدرتی بات ہے اور ہر انسان کی حد ذاتی کردی بھی میں بھی تو اسی حد ذاتی رتے کی کشتی  
لیے پاکستان میں موجود تھا عذر اصغر کے علاوہ بھائی رمان میں بھی لکھتی ہیں اب تک ان کے سوتے  
رائڈ اساتے سناج ہو چکے ہیں "یت حشر کا آخری پتا" ان کا پہلا اساتوی مجموعہ ہے ان کا ایک مادل  
"دل کے رتے" کافی مقبول ہوا ہے "بعض اساتے کئی عمر لگی رمانوں میں مرتبہ ہو چکے ہیں ۱۹۶۷ کے  
بعد جو لوگ اُردو ادب میں لکھے گئے اور ان میں سے جس جیسا کہ میں نے ایسی خاص بیجاں پیدا کی اُن

دکسٹری رجنس سے ہوا اور کھانے کے بعد آج کی محفلِ شب میں ہم پاکستان کی ادنیٰ سیاست پر  
 مامیں کرتے رہے ایسی سیاست میں سٹری رجنس کی کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے وہ کسی بھی ادنیٰ  
 گروہ مدد کا شکار نہیں ہوئیں ہر ٹرے ادیکے لیے اُن کے دل میں احترام تھا احترام کا یہی حد رہا جو  
 خود آدمی کو ایک ٹرا اسان مانتا ہے۔

### میرے دلیق کی جہ پوسیت کا دی

آج ۲۶، صوری کا دل تھا ————— محارب میں دُیا کے سے ٹرے جمہوری دیس کا  
 یوم جمہوریہ دھوم دھام سے ملایا جاتا ہے آج سٹری رجنس کو کسی سرکاری میٹنگ کے سلسلے میں لاہور  
 سے ماہر جاتا تھا آج کے دن بعد دو پہر میرے اعرار میں ہٹل یرل کاٹی میٹل میں ایک بہت بڑی ادنیٰ  
 تقریب کا انعقاد کھانے والا تھا یہ تقریب رائٹر اسٹڈنٹس لیگ کی میل فورم آف پاکستان کی طرف سے  
 مستعد کی حار ہی تھی جس کے لیے مہایت اعلیٰ میلے یر استقامات کے لئے تھے خوب صورت دعوتی کارڈ  
 چھپوا کر اعلیٰ مختلف شعبوں سے تعلق رکھے والے لوگوں میں تقسیم کیا گیا تھا دعوت میں تناظر ادبی  
 میں کار و استور اعلیٰ اور ٹیلی ویزن شھصات اور ایسے بہت سارے لوگ تھے۔ سٹری رجنس نے اعتراف  
 کہا تھا کہ لاہور میں ایسی سادہ تقریب کا انعقاد بہت کم ہوتا ہے اس تقریب میں شریک ہونے  
 کی سہولت جو اس کے ماخوداں کی محوری تھی کہ ایک سندھوری سرکاری میٹنگ کے سلسلے میں نہیں  
 لاہور سے ماہر جاتا تھا۔ روانگی سے قبل مسکرتے ہوئے اُنھوں نے کہا تھا ————— ”یہ تقریب آپ  
 کے لئے تھی جمہورت ہے ————— مبارکباد! یہ شخص اعلان تھا کہ آج ہی کے دن میرے دیس کے  
 سہر شہر اور گاؤں گاؤں میں یوم جمہورت منایا جا رہا ہوگا اور آج ہی کے دن یہاں لاہور میں میرے  
 اعرار میں اتنی بڑی تقریب مستعد کی حار ہی تھی ————— لکن اتفاق خوب صورت تھا۔ حالے کیوں  
 تھے ایک عجیب سی حوسی کا اظہار ہو رہا تھا۔ محراب سے میرا سر ملد ہوا تھا کہ میں اُس رجنس کا مامی ہوں جس  
 کی مصوٰطہ جمہوریت یر ٹکی ہے۔ جس کی آرا دی ہر سٹری رجنس کی حقیقی آرا دی ہے اور جس کا سکور کردار  
 تمام عالم میں ایسی مثال آسم اس کے برعکس پاکستان جو ہمارے دیس کی آرا دی کے ساتھ ہی وجود  
 میں آیا تھا وہاں اتنے برس گزر چکے ہیں بعد بھی جمہوری لٹام قائم نہ ہو سکا تھا اس دیس کے عوام

اور سید کی باتوں میں بھی ایسی ہی بے مائی، صاف گوئی اور گہرے مطالعے کی تھلک واضح طور پر ملتی رہی ڈاکٹر ویر آغا نے اور سید کی دوستی سب گہری اور بے لوث ہے ان کی عالماً اور غیبہ مالوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ایک مارکسی نے کہا تھا کہ اور سید "ادنی دیو" ہے اور شاید یہ بہت صحیح کہا گیا تھا، کیونکہ سرے خیال میں اور سید ایک فرد کا نام نہیں، کئی افراد کا مجموعہ ہے جو اس کے مختلف شعبوں میں سہایت قوت اسلوبی اور سہایت ایساں داری سے سرگرم عمل ہے

سام کے ساتھ ڈھل کر اندھروں میں سمائے گئے تھے اور پھر ان اندھروں کو علی کے احاطوں نے روشنیوں میں بدل دیا تھا لیکن ہماری گفتگو کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا اس دوران سب ماروں کی گھنٹی بجی تھی دوسری طرف ڈاکٹر ویر آغا نے مخاطب ہوئے والے اُن کے ادب اور شاعر دوست تھے حوال سے ملے کے حوالاں تھے لیکن ڈاکٹر صاحب نے آج رمل سکے کے لیے معدرت طلب کی تھی۔ میرے لیے شریکات تھی کہ آج کے دن کا ایک ایک لمحہ انھوں نے میرے لیے وقف کر دیا تھا بعد دوپہر سے اور سید بھی ہمارے ساتھ تھے۔ مختصراً کہ میں نے کہیں سے یہ لے کر آئے تھے تاکہ حدیثوں میں دھڑکیں سن کر ملاتے رہے اور پھر ڈاکٹر ویر آغا اور اور سید ایسی گاڑی میں مجھے ستری رمل کے سیکے تک چھوڑے کے لیے میرے ساتھ ہوئے حب ہم دوا ہوئے گئے تو ڈاکٹر ویر آغا نے رملی تخت سے مجھ سے مل کر گہرے ہوئے کہا — "تجارت میں طراح کو مل کے بعد آب دوسرے آدمی میں جس سے میں نے حد متاثر ہوا ہوں" ان الفاظ میں بیار کا ایک ساگر تھا — ایسا سب کی بے ماہ گری تھی — اور اس عظیم انسان کی عظمتوں کی عمر پور تھلک تھی ایسے جس کے رمل اور حدیث کے اظہار کے لیے سرے یاس مناسب الفاظ نہیں تھے۔ میں ادب کا ایک طالب علم ہوں، ایک عام سا انسان ہوں ڈاکٹر ویر آغا بہت بڑے ادیب اور بہت ہی بڑے انسان ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میں کوئی ایسی بات انھوں نے تلاش کر لی جو اس قدر انھیں متاثر کر گئی ڈاکٹر ویر آغا کے لیے انھیں کا لکھا ہوا ایک شعر مجھے یاد آ گیا —

وہ خوش کلام ہے اس کا اس کے یاس ہیں  
ظول رہا بھی لگتا ہے مختصر رہا

ڈاکٹر ویر آغا اور سید اور تہراد احمد سے ہوئی آج کی ملاقات اور ادنی گفتگو کا

## مستھوس نقاد اور شاعر سہزاد احمد

دو پہر ہوتے ہوتے مشہور ساعر اور نقاد صاحب شہزاد احمد تشریف لے آئے اور ماتوں کا سلسلہ  
مرا سرکاری رہا شہزاد احمد کے دو اسعار آب کی مدد میں —

میں آنکھ سے ٹکے ہوئے اک استک کی مامد  
لے مایہ بھی ہوں اور میری قیمت بھی بہت ہے  
گہرے ہیں سمد سے بھی آنکھوں کے اندھوں  
اساں ہمتہ امی عاروں میں رہے سگا

## حساب الورد سید سے ملاقات

ڈاکٹر ویرا صاحب الورد سید کو دو ماروں کر چکے تھے اور دو پہر کے کھانے میراں کی آمد  
کا انتظار تھا حب الورد سید شریف لے آئے تو ہم لوگ کھانے کی سر سرچیلے آئے۔ دو پہر کے کھانے  
اور کھر چائے فارغ ہو کر شہزاد احمد ملے گئے۔ اب مات حیت میں ہمارے ساتھ الورد سید  
شریک ہو گئے تھے۔

الورد سید دیتے سے اچھے نہیں اور حکمہ آب ماتی میں انگر کنوا بحیدر کے سرکاری عہدے  
یہ فائز ہیں۔ اُردو ادب کی تحریکیں "موضوع سراکھوں نے نی اتج ڈی کا مقالہ لکھا ہے دو دریں  
سے رائدگتاؤں کے مصنف میں جس میں سے مشترکات میں مقدم کے موضوع سر ہیں۔ انھوں نے جہاں  
کہانی لکھی، ساعری کی، مقدم لکھی، طر و مراہ میں، عالم کے خطوط، جیسی کتاب ستیں کی وہاں بہترین  
انتائیے بھی لکھے ہیں اور سید ایک بے ماک اور درہیں علم کار ہیں موجودہ عہد کے اُردو ادب  
میں انھوں نے حق گوئی و بے مائی کی روایت کو صرف ریدہ رکھا ہے بلکہ اساک ساما ہے اور تیسے  
ان کا قلم کہہ رہا ہو —

حفظ اہل زبان ک مانتے تھے مڑے روروں سے موا اگنا ہوں (حقیقہ عالمی)

مجھے ایک بھی سرتیاد کھائی نہیں دے رہا  
 ایک بھی باسری کی مدد نہ کرنا  
 پانی کی کنگڑے کی جھیل گھٹکتی ہوئی وحشی ہرنی سی آنکھیں  
 کوئی ایک ہیکل آسو بھی مانتی نہیں ہے  
 دھواں راکھ اور خون  
 دھرتی کی اڑتی ہوئی کوکھ میں جید ٹھنسی ہوئی ہڈیاں  
 آدھ ملے یہیم تیروں کے ڈھائیے  
 درختوں کی لاشیں  
 مکالوں کی اڑتی ہوئی دھتیاں  
 سٹوے رستوں یہ بکھری ہوئی کھوکھلی سی ہوا کے سوا  
 اور کچھ بھی مجھے یاں دکھائی نہیں دے رہا

### اساتذہ نگار اساتذہ اعجاز لیاقت

یہی کھراستہ اور بیار کرے والا انسان میرے رومرو تھا اور کب ماہر رسالت ہوئی ایک  
 صبح کے لئے سرکتے ہوئے دو پہر کے واس میں آئے مجھے تہ تی رہا۔ اس دوران کمرے میں نوحہ ہوا  
 اساتذہ کا سلیم آقا قمر لاش آئے حمارے رہے ہماری طویل ماقول میں تشریک بھی ہوئے رہے سلیم قمر  
 وریز آگے بیٹھے ہیں اور بطور استانیہ نگار اکھوں سے ایسا ایک عالم مام اور مقام پیدا کیا ہے سلم کا پہلا  
 انسانوی محمود احمی انہی شاخ ہوا ہے۔ انگور کی سیل، اس کا ککے سرورق مرزا استعاق احمد نے  
 لکھا ہے۔۔۔۔۔ سلم آغا یورے کا لورا اس عہد کا افسانہ نگار رہے اور اس کی سوت میں وہ  
 تمام تقاضے اپنی ساری وضاحتوں کے ساتھ موجود ہیں جو عہد جاہل کی پیداوار ہیں۔۔۔۔۔  
 سلیم کی ات حبیہ میں تمام جدات حسانت اور اعتماد ہے جو ایک بہتر اداسہ نگار میں ہوا ہے۔

ڈاکٹر ویریا عاکر رہے ہیں۔ ڈاکٹر بہت خواہش کے ماخوذ غلات کے اعانت میں دہلی تک سفر کر سکا اور ڈاکٹر ویریا عاکر نے اس کی خواہش میں بخلی ہی رہ گئی۔

یہ خواہش آج یوری ہوئی تھی اور سیلوں روسی میں سطر م قالس سے سورے ڈاکٹر ویریا عاکے ڈرائنگ روم میں صرف میں تھا اور ڈاکٹر صاحب تھے احسنت کا دراصل احساس نہیں تھا ہمارے درمیان آیس داری کی باتیں ہوئیں محارب اور ماکساں کی باتیں ہوئیں۔ ادب اور ادیبوں کا ذکر ہوا۔ پاکستان کی ادنی آٹ ہوا کا تیریا ہوا کرش ادیب اور آراد گلائی کی محنتوں کا ذکر حلا۔ ملرج کوئل، ہوگدر پال، کتیری لال، ڈاکٹر رام لعل اور کئی دوسرے محارقی ادیبوں کے تخلیقی سفر پر تبادلہ حالات ہوا۔ یعنی ہر وہ موضوع ہماری ماب حیت کا عنوان ماخوذ دو دستوں اور دو آدموں کے درمیان ممکن ہو سکتا تھا۔ اور اس دوراں مارا میرے دہس میں دھیمی آوارا یس قدر اور دے حم کا یہ بڑا اسان حلف روپ لے کر اٹھا۔ ایک عظم ساعر، ایک نقاد۔ اور ایک تاثیر نگار۔ اس سے الگ ایک ایسا اسان جس سے ایسے آپ ہی عقیدت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر ویریا عاکاں قلم کاروں میں سے ہیں حواس عہد کی تساحت س حلتے ہیں جہاں مشق حواسے مہب صحیح فرما ہے لکھے والے دوطرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ حواسے عہد سے پہلے حلتے ہیں اور دوسرے وہ جس کے حواسے سے اُن کے عہد کو بہا ماحاتا ہے پہلے طے میں شامل ادیب کسی عہد کے ادب کی مجموعی قدر و قیمت کے تعین میں مدد دیتے ہیں اور دوسرے طے میں شامل ادیب اپنی سر دسب تخلیقی توانائی اور فکری العزادیت کی وجہ سے اسے عہد اور آنے والے عہد کے درساں رابطے کی علامت س حلتے ہیں اور ادنی روایاں انھیں کے درلیعہ ایک عہد سے دوسرے عہد کو منتقل ہوتی ہیں اور یوں انھیں کے حواسے سے اُن کے عہد کو بہا ماحاتا ہے اسی لحاظ سے ڈاکٹر ویریا عاکا ایسے عہد کی یہاں س گئے ہیں۔

ڈاکٹر ویریا عاکے اندر ایک سچا اور کھرا اسان ستا ہے۔ ایک ایسا اسان جسے اسایت سے محب ہے اور جسے تنگ سے تند لغرت ہے۔ جس کے دل میں یار کا سا گر سنا ہوا ہے اور جس کے حلوں میں رمدگی کی بھل ہے انھوں نے ایسی ایک طویل نظم میں تنگ کی ہول کیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔



ڈاکٹر ویر آما اردو ادب کا ایک ایسا نام ہے جس کے ذکر کے بغیر اردو ادب کی بات تو رہی نہیں ہو سکتی ماسکس رواہ ہونے سے قبل میں نے سرگودھا کا دور صرف اس لیے حاصل کیا تھا کہ ڈاکٹر ویر آما سرگودھا میں رہتے ہیں اور صرف ان سے ملاقات کے لیے مجھے سرگودھا جانا ہے۔ دو روز قبل ڈاکٹر نور سید مدد سے مجھے اطلاع دی تھی کہ میں سرگودھا جاملے گا یہ روزگرم۔ ساڑھوں کون کنسب لے ڈاکٹر ویر آما کا یہ پیغام ہے کہ مجھ سے ملے ۲۵ جنوری کو وہ خود ہی لاہور تشریف لارہے ہیں۔ اور آج سو سے ہی ڈاکٹر ویر آما کا کون آنا کوہ لاہور آئے ہیں۔ اور میں ان کی کوٹھی واقع لاہور چھاؤنی جیلا آؤں اُس وقت صبح کے نو بجے تھے اور ساڑھے نو بجے کے قریب میری گاڑی ڈاکٹر ویر آما کے سگے کے ساتھ کھڑی تھی جہاں ہی لمحوں کے بعد ڈاکٹر صاحب مدد دروازے پر صرف موجود تھے غلہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اسی ماہوں کے گھیر میں مالدے ایک دوسرے سے مل گئے۔ میں اس گھڑی کے دھڑکنے لمحوں کے سنگت میں ڈوے یار کے یروں پر ہوا کر رہے تھے۔ اور یہ یاد کی یاد دہانی کے لیے مری رہی کہ کایس قیمتی سرمایہ تھے

ڈاکٹر ویر آما سے مراعات نامہ معارف بہت برس پہلے پہلی بار تہ ہوا صاحب میں اردو کے مشہور شاعر اور مزاح نگار راہ مہدی علی خان (مرحوم) سے دوسری بار ممبئی میں ملا تھا حالانکہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے جب ڈاکٹر ویر آما ای می گم اور تھول کے ہمراہ معارف تشریف لائے تھے اور ممبئی میں راہ مہدی علی خان کے یہاں تھے جب میں ممبئی پہنچا تو راہ صاحب سے بتایا کہ ہفتہ بھر قبل ہی ڈاکٹر صاحب رخصت ہوئے ہیں اُن کی آہ کے بارے میں مجھے علم ہوتا تو قیام میں ہفتہ دس روز قبل ہی ممبئی آ گیا ہوتا لیکن اس شخص کے قیام کی کہانیاں جس جو روز ہی نصف شب تک راہ مہدی علی خان مجھے سنا تے رہتے اور اس طرح ڈاکٹر ویر آما سے مراعات نامہ تقاریر ہوا تھا بعد میں اس سے گاہے لکھتے خط و کتاب بھی ہوتی رہی اور وہ رسالہ اوراق مجھے مل رہے تھے وہ اسی دوران بھارت اور پاکستان کے درمیان تعلقات ریباہ کتدہ ہو گئے جنگ ہوئی اور ڈاکٹر کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا خط و کتابت سب ہو گئی اوراق مل بھی سب ہو گئے۔ حائرہ۔۔۔ سیب۔۔۔ وغیرہ کی دوسرے رسالے جو سرے نام آتے تھے وہ بھی ملے مدہو گئے اور اس طرح بہت سال گزر گئے ۱۹۸۰ میں دہلی میں مالی اُردو بیمار ہوا اور تریلا کر اس بیمار میں شرکت کے لیے تو پاکستانی ادیبوں کا وفد بھارت آئے اس کی قیاد

بھی کہ اس طرح پہلے حلقہٴ اربابِ دوق کی کارروائی معمول کے مطابق جلی جس میں ایک اسارہ بڑھا گیا، جید لٹس اور رولس بیٹیں کی گئیں اور ان کے مختلف پہلوؤں پر کھل کر بحث ہوئی حباب ویدر ماتھ ایک لے لاہور کے اسے رہانے کی ایسی حس مستون کا ذکر کیا ہے آج ویسی ہی ایک حامدار اور بھرپور ادنیٰ محفل میں جس ترکیب تھا بعد میں میں نے اسے تاثرات بیاں کئے۔ ایسا ایک ما افسانہ بھی بڑھا حارس کے دہوں میں بھارب کے مارے میں، بھارت میں اُردو ادب کے مارے میں اور میرے مارے میں بے شمار سوالات تھے خواہوں نے یوتیو اور میں نے جواب دیے آج کی اس بھرپور محفل میں حبابی کا مزاں، سعادت سعدی، حسنِ رصوی، احمد مرزا کے علاوہ عمارت الہی ملک، حانِ فصل الزمیں، سمیع آہودہ، مار اکبر آبادی، افضل باقی، عسائی حلوی، اکرم بیچ، سفیر لہی، رسد و مصارع، عبدالترسید اختر کاظمی اور بہت سے دوسرے اُدما و شعرا حضرات ترکیب تھے۔ اور جب اجلاس ختم ہوا فوراً کے دس بج رہے تھے۔

### اُردو اور بیحالی کے شاعر حسنِ رصوی

ای گڈی میں بے سام ہی کو واپس بھیج دی تھی ماک ٹی ہاؤس سے گھر تک ایسی کام میں لے حسنِ رصوی کی گڈی میں بھیس کے ہمراہ کیا تاید میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ حسنِ رصوی بیٹے سے بروصر ہیں یا کستاں کے سے بڑے احما دنگ کے ادنیٰ سکتس کے بھارب ہیں اور میک ٹی اُردو اور بیحالی میں لکھتے ہیں اُن کا شمار موجودہ دور کے مہار ساعروں میں ہوتا ہے اُن کے کئی شعری مجموعے مطر عام پرا کر مقبول ہو چکے ہیں بھارب کے علاوہ بعض دوسرے مالکِ سفر وہ کر چکے ہیں۔ ان کا تعلق مشہور ہجائے وقتوں میں اساتذہ سے اور اسی دھڑی سے حمدانی عسائی کی دھڑکوں اور سالوں میں یہاں سے اسے حروہ جہ سے آمین کرتے رہے اور میں ان کی سمیہ لیکس نے مدیاری جمعیت سے ساتھ رہا۔

### ماتیں ڈاکٹر وریر اعماکی

ادنیٰ نقطہ نگاہ سے آج یعنی ۲۵ جنوری کا دن میرے لیے ایک اہم اور یادگاری دن کہنا۔

## حلقہ ارباب ذوق کی نشست

لاہور اور پاکستان کے بڑے شہروں میں اسے اولیٰ حلقے قائم ہیں جن کی ہر ماہ ماقائد و شہستیں ہوتی ہیں ادیب اور شاعر اسی ہی تعلقات میں بیٹھتے ہیں اور پھر ان تعلقات میں کھٹا پھر کھٹا کر محبت ہوتی ہے اور کی ترقی، اتفاق اور بے لکھے والوں کی جو صدا دہرائی کے لیے یہ حلقے قیامی اجتماع کام کرتے ہیں اس طرح لکھے والوں کو ادبی ماحول مستر جو تہے لکھے کی تحریک حاصل ہوتی ہے لاہور کے ادبی حلقے تو کئی تقسیم کے پہلے کے وقتوں میں بھی بے حد مقبول تھے راجندر سنگھ بیدی، اگر تین جید راجساحرا اور سٹوکی سان کھی ہم ان حلقوں کے بارے میں سنا کرتے تھے اُس زمانے میں بہت بڑے بڑے ادیب ان حلقوں میں شامل ہو کر اپنی تخلیقات پیش کیا کرتے تھے الہ آباد بھر پور کتب اور مقید بھی ہوتی تھی اُس زمانے کے بے شمار قلم کاروں نے اپنی تخلیقات لکھی شہستوں میں بڑھیں اور لکھنے کی تعلیمات شایع ہو گئیں تھیں یہیں لاہور ادیب حباب اور بیدر مانتھا ان کے قویہ ایک مضمون میں لاہور کی ان ادبی نشستوں کا بطور حاکم ذکر بھی کیا ہے۔

نگ بھگ ساڑھے چھ بجے جب میں پاک ٹی ہاؤس پہنچا تو صدر دروازے پر حلقہ ارباب ذوق کے سربراہ سکھ پٹری اور شہزادہ سارنگ پور ویر سعادت سعید صبرہ استقلال کے لیے حاضر تھے روزانہ "نگ بھگ" کے ادبی میٹس کے اہلکار حباب مسوی اور روزانہ "مشرق" کے سسر دیور بڑھاپا سرور احمد بھی وہاں موجود تھے پاک ٹی ہاؤس کی مالائی سرل کا ہال شاعروں اور ادیبوں سے بھرا ہوا تھا ان میں سے زیادہ تعداد بے لکھے والوں کی تھی کل رات ہی حباب قبیل تعالیٰ نے جوں میں مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ بھی اس اجلاس میں شرکت کریں گے لیکن یہاں پہنچے یہ یہاں تک کہ کسی خاص وجہ سے وہ حاضر نہیں ہو سکیں گے ایک ایک ہی ایمیں اسلام آباد واما بڑا تھا

اجلاس کی صدارت حباب جیلانی کاہراں نے کی میں بطور مہمان خصوصی اس لوگوں کے درمیان تھا حاضرین کی حواہش میں بھی کچھ کے اجلاس میں میں اپنا ایک افسار پڑھ کر سناؤں اور باقی وقت صرف ٹھہرتا اس جیت کے لیے لیکن میں نے اس پر کیا کہ آپ ایسی کارروائی معمول کے مطابق جیلاں میں ماکر میں دیکھ سکوں کہ آج تک ہو کر رہے ہیں؟ آخر میں ایک افسار سامنے اور حاضرین سے بات حیات کر کے کا وعدہ

گھسی آمادیوں کے عس قریب واقع ہے اس میں حاسما ٹھیل، بھول، درختوں اور پھروں کی بھر مار ہے، اور یہ سب اس کی خوب صورتی میں اصاف کرتے ہیں سترنی نے مجھے بتانا کہ جب بھی کسی ملک کا کوئی سربراہ یا کوئی دوسری بڑی جمعیت ملک میں تشریف آورہ ہوتی ہے لوگوں کے اغراض میں سے بڑی سرکاری تقریب لاہور کے اسی سالہار مارچ میں منعقد کی جاتی ہے۔ گذشتہ ماہ دسمبر میں صدر پاکستان جناب صاف الحق نے نئی دہلی میں حب بھارت کے ور براعظم حب را حو کا بدھی کو پاکستان آئے کی دعوت دی تھی تو انھوں نے ردعوت قبول کر لی تھی۔ سترنی نے اتمد ظاہر کی تھی کہ را حو صاحب عصر یہ لاہور تشریف لائیں گے اور روایات کے مطابق اسی سالہار مارچ میں ایک سالہار سرکاری تقریب ہوگی بہت بڑا جلسہ ہوگا اور سالہار مارچ کو ایک بیاحسن نصیب ہوگا تب شاید مہار کا موسم ہوگا ہر طرف رنگ برنگے بھول کھیلے نظر آئیں گے صنوعی رکیسیوں کی جنگ گاہٹ کی حادنی بکھری ہوگی اور اس کا کوہ کوہ نئی دہلی ڈہس کی طرح سما سورا ہوگا۔

ہمارا کوقف ہو رہا تھا۔ سترنی ہمارا داکرے لگس اور ہم ان بھوں میں قدر کے عیس نطاؤں سے لطف اندوز ہوئے سہے ہمارے فارغ ہو کر سترنی پھر ہمارے ساتھ ہو لیں۔ سالہار مارچ سے ہم لوگ ریس کورس مارک کے لئے رواہ ہو گئے کسی زمانے میں یہ ریس کورس کا میدان تھا اور یہاں گھوڑوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی اسلامی حکومت کے عباد کے بعد اس پر یا مدی عائد کر دی گئی اور اس سہب رٹے اور کھلے میدان کو کتوں کے مارک میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں رٹے رٹے لاں ہیں بچوں کی بلی کے کھیل میں اور فائمر (Fibre) کا مارک دل کس آسار ہے خیم کی وجہ سے یہاں بھی خوب جہل پہل تھی، بچے، جوان اور بوڑھے گھروں سے نکل کر کھلی نصاؤں میں جیلے آئے تھے۔ ان کھلی نصاؤں کی دل کشی نے ہمیں بھی جیسے مادھو لاکھا۔

سام کے سامنے ڈھیلے لگے تو ہم نے گھر کی طرف رُح کا صبح سے سام تک گھومے پھرے بھک گئے تھے لکس مجھے بھی ایک ادنی سبب میں حاصر ہوا تھا۔ ایک ٹی ہاؤس لاہور میں حلقہ ارباب دون کی طرف سے سہے اغراض میں ایک احلاس مسعود کا لگا تھا۔ گھر بیچ کر وہ باخدا دھوا، کڑے بدلے اور میں سام جیسے احلاس میں ترک کے لئے رواہ ہو گیا

میک ایلس میسن نے کی اور لطافت محترمہ کستور ماہید نے کی کستور ماہید کی لطافت کا انداز بھی اس کی تنصیب اور ش کی طرح معروض ہے حساب ستاد و مقرر صوی اور حساب احمد مدیم قاسمی نے ایسے مضمون بیڑھے اکھیں سناہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی اور سام ڈھلے گھر لوٹ آنا۔ آج کی سام سترنی اور سیتوں کے ہمراہ گھر سے ماہر نگداری اور عیسی ہوٹل سے گھائی "میں رات کا کھا کھا"۔

## لاہور کی ساحت

۲۴، سموری جمعہ عیسیٰ شکر وار کا دن تھا پاکستان میں جسے اسلامی طر حکومت رائج ہوا ہے تسے صدر صما صا صے اتوار کی محائے جمعہ کے روز چھٹی کرے کا سلسلہ جاری کیا ہے تعلیمی ادارے، میک دفاتر، مارا و غیرہ پاکستان میں اتوار کے روز کھلے رہے ہیں اور جمعہ کو ٹھپٹی مائی مائی سے سترنی لے لیکہ کی تھی کہ آج کے روز میں ایسا کوئی پروگرام۔ ساون کون کہ ٹھپٹی ہونے کے ماعب مرے اور سیتوں کے ساتھ ان کا لاہور گھومنے کا پروگرام تھا صبح مائے وعمرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ مکمل تفریح کے موڈ میں اور یکسبک مائے تمام سار و ساماں اور لوازمائے ساتھ گھر سے نکل بیڑھے ہمارا پہلا اور ٹراڈ ڈو (zoo) تھا جسے علم طویر پر ہم جیڑیا گھر کہتے ہیں یہ جنگ لاہور سے میں کلومیٹر ماہر بھارتی سرحد کی طرف ہے اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری محکمہ جنگلا سے سنبھال رکھی ہے یہ جنگ تانہ میلوں کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے، مہاں ڈوبا بھر کے ہر طرح کے جانور موجود ہیں مختلف سسلوں اور مسموں کے کئی جانور تو رنگی میں پہلی مار میں سے مہاں دیکھے۔ یہاں ایک مصنوعی جیل، خوب صورت یارک اور میلوں میں پھیلی اس جنگ کے مختلف حصوں تک جانے کے لیے پکڑی مڑکس میں ہوئی ہیں جمعہ کی تعطیل کے ماعساج یہاں کافی رس تھا میل گھوم پھر کر اس جنگ کو دیکھا ہوتا تو تانہ گھسٹوں لگ جلتے اس لیے ہم گاڑی میں ادھر اُدھر گھومتے رہے۔ قدرت سے خوب صورتی مرفا سسلوں کو ہی نہیں لکھائے ران جانوروں کو بھی عطا کی ہے اور اس خوب صورتی کو مائے رکھے کے لیے غنطس سے ان کی ہر طرح سے بہتر دیکھ بھال، روزتس اور رادی کا ماولی مائے رکھے کے ماصا اطلاعات کیے ہوئے ہیں دو مہر ہوئی تو ہم نے ایک یارک میں ڈیرا ڈال لیا اور کھائے میسے کے بعد لوازمات کا مر لیتے رہے۔

ہمارا دوسرا ٹراڈ سالہا راع تھا معلقہ دور کی لتانی۔ ایک تاریخی جنگ سے حوالہ ہو رہی

حب ہم قائد اعظم لائبریری میں پہنچے تو اسلم قریشی صاحب اسٹیشنل کما سے پہلے ہمیں یروٹیکٹر  
 یر ایک فلم دکھائی گئی جس سے لائبریری کے ماس میں ہر طرح کی جاکاری ہیں مل گئی لعداراں وہ ہیں  
 مختلف شعبوں میں لے گئے اور ہر شعبے سے متعلقہ کتابوں اور دیگر امور کی جاکاری بہت تفصیل سے ہیں  
 دیتے رہے ملائندہ ایک تبادلا لائبریری سے اور یہاں کتابوں کا محرور حرارہ سے قریشی صاحب  
 کے دفتر میں ہم نے ٹرنکلف چائے کا مرا بھی لیا حب ہم دواہمے لگے تو انھوں نے ورٹرک —  
 (visitors book) میرے سامنے رکھ دی تاکہ میں ایسے تاثرات لکھ دوں — اور میں نے  
 لکھا — کتابوں کی اس حست میں رہ جانے کو ہی حاجت ہے۔

ہمیں یر ہماری ملاقات سہور صحابی ادیب اور فلم ساز صاحب خواجہ احمد عباس کے جیار ادھائی تولو  
 تصور ملی حد در صاحب بھی ہوئی اور ان کی دل چسپ ماقوں سے لطف اندور ہوئے کاموقع ملا صاحب  
 اسلم قریشی اور خواجہ صاحب کے سامنے ہم نے یہاں ایک مصور بھی کھیجوائی  
 عدد دو یر ہوٹل مل کا مٹی سٹل میں ایک ادنی تقریب میں سمولیت کا دعوت نامہ مجھے ملا تھا  
 ر تقریب کسی کتاب کی رلیز کے سلسلے میں تھی لیکن ہوٹل پہنچے یر تیرہ چلا کہ کسی وجہ سے تقریب مسور ہو گئی  
 ہے وہاں سے سسری جلس کے ہمراہ میں گھر آگیا۔

### اکٹ اور ادنی تقریب

آج ہی لاہور کے اکٹ فاموس سٹار ہوٹل میں ایک اور ادنی تقریب معقد کی گئی تھی موٹر معسر  
 کے متار مراح رکا رسد محمد جعفری مرحوم کے سعری مجموعے، تنویری تحریر کی رسم رومانی کے سلسلے میں تھی  
 مشہور اردو اور سمائی تنازع صاحب رسوی نے مجھے اس تقریب میں متریک ہوئے کی دعوت دی تھی تانا گیا  
 تھا کہ اس تقریب میں تر معسر کے معروف ادب و ڈرامہ نگار احاطا تنعاو مد اور موبھائی کو بھی مضمون  
 یرٹھا ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے قلم کار حضرات کی آمد بھی متوقع ہے اس تمام اہل قلم حضرات  
 سے اکٹ ہی جگہ ملاقات ہو جائے گی، ر سوچی کر میں نے دعوت قبول کر لی تھی لیکن اسحاق احمد اور موبھائی  
 تقریب میں تشریف نہیں لاسکے اور ان سے ملاقات کی خواہش یوری ہیں ہو سکی۔ لیکن بعض دوسرے ادیب  
 دوستوں سے ملاقات ضرور ہو گئی اس سادہ تقریب کی صدارت مشہور ساعر مرحوم مص احمد مص کی اہلیہ عزیز



## عمارت جو پہلے حیمہ تھی

فائدا عظم لائبریری مارع ساح لاہور میں ایک وسیع اور شاندار عمارت میں واقع ہے۔ انگریز حکومت کے زمانے میں یہ شاندار عمارت حیمہ کہلاتی تھی جہاں ہندو سماجوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ ملکی تقسیم اور دھماکوں کے بعد یہ کلب قائم رہی لیکن اس کی ترکیب سوسائٹی کے اوپر طے ہوئی۔ ایک محدود رہی عرصہ عام آدمی کے لئے اس کلب میں عام اور اس عمارت کو دیکھا ایک حوالہ جیسا کہ مات ہی تھی۔ وزیر اعظم بھٹو کی حکومت کے حاتم کے بعد جب اقتدار مارسل لاطام کے تحت صدر مملکت صاحب صدارت نے سمجھا لا تو انھوں نے پاکستان میں اسلامی طرز کی حکومت رائج کرے کا فیصلہ کیا اور ملک میں سب سے نمایاں لائی گئیں۔ اسی مدتی کے تحت حیمہ کلب کو ختم کر کے مئی ۱۹۸۱ء میں اس شاندار عمارت میں فائدا عظم لائبریری کھولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی برس ماہ اکتوبر میں اس لائبریری کی رسم افتتاح صدر صائے ادا کی۔ یہ عمارت ایک کلاسیکل آرکیٹیکچر کا نمونہ ہے اس لیے اس کی بنیادی تیار و سوک اور خوب صورتی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ سر طابوی سامرح کے زمانے میں اس عمارت میں اس عمارت کی تعمیر کی گئی تھی جس کی تیار و سوک کو قرار رکھے کی ضرورت کوستش کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی اسے ایک ماڈل لائبریری کا رویہ بھی دیا گیا ہے۔ عمارت کا میٹر صفائی کر دیا گیا ہے۔ فرش سنگ مرمر کا ہے اور اس کی چھت کے نیچے مصنوعی سینگ موجود ہے جس پر رنگ بگاتی دیہی و تیزیوں کے دلکش فلوس آدراں ہیں جن میں جھوٹے اور طے میں کانرس ہال میں مکمل لائبریری کو بہترین و بیجا اور کتابوں کی الماریاں اور تیلیفون سے آراستہ کیا گیا ہے

فائدا عظم لائبریری کی خصوصیت یہ ہے کہ زیادتی طور پر اسے دو شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک شعبہ ریسرچ اسکالر کے لئے ہے اور دوسرا عام فائز کے لیے۔ دونوں شعبوں کو مختلف سائوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ لائبریری میں ایک وقت دو سو سے زائد افراد بیٹھ کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ریسرچ اسکالر کے مطالعہ کے لیے خاص انتظام کیا گیا ہے۔ کہیں بھونے کیس ہیں اور کہیں سائنڈ اسکریں کے ذریعہ وسیع کمروں کو مختلف حصوں میں بانٹا گیا ہے تاکہ بغیر کسی حائل کے اور جوتس گوار تہائی میں بیٹھ کر ریسرچ اسکالر مطالعہ کر سکیں اور لوٹ و عمر وے سکس لائبریری میں اسلام، پاکستان اور اوریشیئل لٹریچر کے



ایھا لگا تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کی دل جی ایسے مختلف کاموں میں جھوٹی جیاہنے سے سک یہ دل جی  
 شوق ہی کے لئے کیوں رہو۔ اس سے بچوں میں عملی زندگی کی دتر داریوں کا احساس جم لیتا ہے اور ایسے  
 ہاتھ سے کام کرنے کی لگن پیدا ہوتی ہے۔ یہ احساس اور لگن زندگی میں و تموا اس اور قوت ارادی پیدا  
 کرتے ہیں۔ ہم نے سسے ہوئے مسامار کے اسٹالوں کا بیکر لگایا جھوٹی بچیوں نے رنگ رنگی جوڑیوں  
 کا ایک اسٹال بھی لگایا ہوا تھا جہاں انھوں نے نشترنی رحل کی کلاٹاں جوڑیوں سے بھر دیں اور  
 جوڑیوں کا ایک سکیٹ مری میٹ کے لیے بھی بطور عہد مجھے مستیں کیا۔

آخر میں ہم سب مہانوں کی نوا صیائے اور دیگر لوازمات سے کی گئی۔ اس موقع مرتطہیں  
 سے پاکستان کے تعلیمی ڈھائیے اور تعلیم کے دیگر پہلوؤں پر بہت تفصیل سے مابہت ہوئی مجھے پہلی  
 بار یہ چلا کہ پاکستان میں لارمی تعلیم رائج نہیں ہے اور یہی وہاں سرکاری اسکولوں میں بچوں کو  
 محنت تعلیم کی سہولت مستر ہے۔ اس کے برعکس بھارت میں لگ بھگ تمام صوبوں میں لارمی تعلیم رائج  
 ہے اور دسویں جماعت تک محنت تعلیم کی سرکاری سہولت مستر ہے۔ دلوں۔ لیتوں میں یرانیوٹ  
 ماڈل اسکولوں یعنی بلک اسکولوں کی بھارا ایک مس ہے یہاں اور وہاں والدیں اسے بچوں کو  
 ایسے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوانے کو ترجیح دے ہیں۔ بھارت کی طرح ہی پاکستان میں بھی  
 ایسے اسکولوں کی فیس بہت زیادہ ہے۔ یعنی تعلیمی اداروں کا کار و بار دلوں دیتوں میں  
 ایک جیسا ہی ہے۔

### کتاوں کی حنت قائد اعظم لائبریری

المراد آرٹ مسٹر میں بھارتی ادموں کے اعزاز میں معقدہ تقریب کے موقع پر قائد اعظم  
 لائبریری لاہور کے ایک دتر دار آفسر (حکامام) نے مجھے لائبریری میں آنے کی دتو  
 دی تھی آج کے سر و گرام میں مسامار کی تقریب کے بعد نشترنی رحل کے ہمراہ قائد اعظم لائبریری حاما بھی  
 تامل تھا بعد دوپہر جب ہم وہاں پہنچے تو حباب اسلم قریشی نے ہایت گرم حوسی سے ہمارا استقبال کیا  
 حباب اسلم قریشی لائبریری انتظام کے سرکاری رکن ہیں اور اس ادارے کی دیکھ بھال اُن کے  
 دتے ہے۔

یہ بزرگوار اور رکارڈ رکھ دینے کی زندگی ہی میں سامنے ہو گیا تھا اور اسے یہ ماہ مقبولیت حاصل ہوئی تھی پتا ورکا ویرا میرے پاس نہیں تھا اس لیے پتا ورکا ویرا ممکن نہیں تھا۔ اس نے لاہور سے پتا ورکا ویرا کو لے کرے کی ہمت کو مستحق کی، لیکن رابطہ قائم نہیں ہو سکا اُس کے دل میں، اُن کی دھڑکنی یہ ہوتے ہوئے بھی اُن سے ملاقات نہ ہو پائی گئی تھی۔ یہی تھا کہ پاکستان میں شلیفوں سے ورس بھارت کے معاملے میں بہتر ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ تیسری لے شک حیدر تریں ہو لیکن ان مضمونوں پر کام کرے والے لوگ بھی تو ویسے ہی ہوئے یا نہیں۔ — یعنی ماہر معنی اور مرض ستاس۔ الٹیائی مالک کے لوگوں میں عموماً راز و صاف ابھی نہ ملے کیوں سدا نہیں ہو سکے۔ — اور نہ ملے کب پیدا ہو سکے گے۔

### میسامارار کی سیر

ادنی ماحول سے ہٹ کر آج ایک ماحول میں ہوا۔

ہر سال ماہ جنوری اور فروری میں مختلف اسکولوں میں میسا مارا، لگتے ہیں یہ ایک طرح کی تقریب ہوتی ہے جس میں کسی ایک شخص کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جاتا ہے۔ یہاں خصوصی ہم افتتاح ادا کرتا ہے۔ اسکول کے بچے ایک بار اس جاتے ہیں اس بار اس مختلف قسم کی تیروں کے اسٹال لگائے جاتے ہیں یا اسٹال کھائے بیٹے کی اس سے لے کر بچوں کی دل جی کے دیگر استما کے ہوتے ہیں۔ میٹر چیرس بچے ایسے ہاتھوں سے تار کرے ہیں اور پھر اسٹالوں پر ان کی فروخت کرتے ہیں۔ بچوں کی دل جی کے رنگارنگ پروگرام بھی ہوتے ہیں جس میں بچے ہی شریک ہوتے ہیں۔ لاہور کے ایک مقامی ماڈل اسکول میں اسی طرح کے ایک میسا مارا کی تقریب منعقد کی گئی تھی جس کا افتتاح سترنی رجنس کو کرنا تھا وہ اس تقریب میں مجھے بھی اسے ساتھ لے گئیں۔ طاہرہ اور سندھ بھی ان کے ہم راہ تھیں۔ ہم سب کو سواگت کا بار یہہاں لایا۔ — اور پھر سترنی نے شروع بس کاٹ کر تقریب کا افتتاح کیا۔ میسا مارا میں بچوں نے بہت سے اسٹال سجائے ہوئے تھے۔ (بچوں کی کتبیہ کاری، بچوں کی مصوری، مصنوعی پھول کھانے اور بہت سی دوسری ایسی چیزیں مائش اور فروخت کے لیے بڑی تھیں جن میں مجھے بھی ہاتھوں سے تار کا تھا یہ سب مجھے بہت

ہوئیں۔ عراقی سرکاری عہدے پر ایک اعلیٰ یورپیس میں ہیں لیکن اس کی تبادلاً سادہ شخصیت اور  
سمیہ باتوں سے متاثر ہو گیا۔ سترنے نے بتایا کہ عراقی خوب صورت تھیں ہی نہیں کرتے خوب صورت تقریر  
کمی کرتے ہیں لیکن اس کی تقریر سے کاموقع نہیں ملتا

### حوتیں آمد نند۔۔۔ ہند ناک ۹ یوسیم سکا کی طرف سے

لکھنؤ ۲۳، جنوری کو سویرے ہی ہندیاک یریم سکا، کی بہت تلخ کی طرف سے مجھے اہلکار  
موصول ہوا جس میں پاکستان میں میری آمد پر خوش آمدید کہا گیا تھا اور میرے دورے کی کامیابی کے  
لیے دعا کی گئی تھی۔ کافی برس پہلے تہوار ستار اور کامل رنگارنگ میں امروہی نے اس سکا کی تشکیل کی  
تھی کہ پاکستان میں حساب نہیں امروہی اور سمارت میں حساب کو ہندو سگھ میدی اس کے سربراہ  
ہیں۔ دونوں دیشوں کے کئی بڑے شہروں میں اس کی ساجیں بھی قائم ہیں اس کا مقصد دونوں  
دیشوں کے درمیان ادبی، علمی اور ثقافتی سطح پر بہتر اور خوش گوار تعلقات قائم کرے میں تعاون دیا  
ہے حساب نہیں امروہی کراچی میں مقیم ہیں اور علمی طور پر اس کو کسوں میں معروف ہیں۔ اس ہی مجھے  
کراچی سے ان کا وسط ملا کراچی سے ایک خط حساب راعت شکیب کا موصول ہوا۔ دونوں کی خواہش تھی کہ  
میں کراچی کا دورہ بھی کروں ڈاکٹر جمیل عالمی دوالش یا سندر کراچی یونیورسٹی، ماہنامہ ادبی ڈائجسٹ  
کے مدیر حساب صاء الزمیں صا اور ستارہ عید سعری بھی کراچی میں مقیم ہیں اور یہ تمام صوبہ دوستوں  
میں سے ہیں کراچی کا دورہ کر کے ان تمام دوستوں سے ملنے کی سہی بھی آدر و تھی لیکن ابھی تک کوئی  
یروگرام ملے نہیں ہو سکا تھا۔

### ہم تاج سعد سے بات ہمیں کر سکے

اردو کے سہو راویہ حساب ماح سعد اور اصاء لگار محترمہ ریتوں مانوسے بھی میرے ملازم  
ہیں بیتاور سے وہ ایک دلی حرمہ تاشخ کرتے ہیں جس کا نام بھی "حرمہ" ہی ہے اس سے من  
اس کی اولرت میں "حرمہ" رسالہ تاشخ ہوا تھا اور ادبی حلقوں میں اسے ایک خاص مقام حاصل تھا  
گدستہ برس حرمہ رسالے کا احوال سے بہایت خوب صورت را حدر سگھ میدی مہر تاشخ کا تھا





سانرہ ہاتھی نے کہا اسانہ لگاریوں کی اس نئی تنظیم کا قیام ڈاکٹر کیول و میر کی لاہور آمد کی یاد دلانا ہے  
 گا۔ اس تقریب کی مدد پر نگیم حجاب اختیار علی نے کی اس میں مدرت الطاف، مسدصر حسین تارڈا و مد  
 لوبی اور میں نے اسانے بیڑے۔ اس تقریب میں سرکرت کرے والوں میں سترنی رنل، کستور باہید علی لکڑ  
 خالد، ڈاکٹر آغا سہیل، ڈاکٹر میوہ انصاری، ڈاکٹر سلیم اختر، جس رموی، اظہر جاوید، مسعود استغری، سعادت  
 سعد، استغای نقوی، نشاط فاطمہ، راجب نقوی، معقول دہلوی، نگیم انصاری علی، انجم حسن، ہمنار شمع،  
 وحید عشرت، مدرت الطاف، عامر لودھی، ورحمدہ لودھی اور درحوں دوسرے اہل قلم حضرات شامل  
 تھے جس سبب کے نام اب میرے دہس میں محفوظ ہیں اسانے صرف بیڑے اور سے گئے، ان سبب  
 ہیں کی گئی۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو آئیں میں باب حبیب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دانی طور پر میرے بارے میں  
 میری کہانیوں، مالوں اور ڈراموں کے بارے میں سوال اب یو بھی گئے۔ بھارت میں اردو ہندی  
 اور بھائی اد کے مختلف پہلوؤں پر باتیں ہوئیں۔ حیدر ماموں کو چھوڑ کر ان میں سے مستر وہ لوگ تھے  
 حوالگی تقسیم کے بعد بھارت میں آئے تھے لیکن بھارت کے ساتھ کسی نہ کسی طرح ان کی خدماتی وابستگی  
 تھی کئی ایسے لوگ بھی تھے جس کا ہم ملکی تقسیم کے دبا کے میں ہوا تھا اور بھارت کے بارے میں بہت  
 کچھ جانے کی ان کی سمد خواہیں تھی یو بھی گئے مختلف سوالوں کے جواب میں میں نے انھیں ہر ممکن  
 جانکاری دیے کی کوشش کی میں نے سدت سے محسوس کیا کہ دونوں طرف محنت اور دوستی کا حد نہ  
 موجود ہے اور دونوں طرف کے قلم کار ذاتی و عوام دونوں دلیتوں میں بہتر تعلقات اور دوستی  
 کے خواہاں ہیں سترنی رنل، ورحمدہ لودھی، سانرہ ہاتھی، میوہ انصاری، کستور باہید، آغا سہیل و عرو  
 کی تعلقات بھارت کے مقول ادبی حردوں میں اکثر تباہ ہو جاتی رہتی ہیں اور ان کے قلم کے توسط سے  
 دونوں دلیتوں کے قارئین کے درمیان ایک ایسا دھاتی رستہ قائم ہے جو نے حد طاقتور اور لٹوٹ ہے  
 لیکن دونوں دلیتوں میں نے ہمارے قلم کار میں جو صرف ایسے دلس کے حردوں ہی میں بھیجیے ہیں اور  
 قلم ورماں کے رستے سے وہ دوستی کے اس رستے کو استوار کرنا چاہتے ہیں اسی نے وہ چاہے ہیں کہ  
 دونوں دلیتوں میں کتابوں اور رسالوں کا زیادہ سے زیادہ تبادلہ ہو اور دونوں دلیتوں کے درمیان  
 آنے جانے کی یا مدلیوں کو مرم کر کے آسان تر کیا جائے۔

میرے اعراب میں لاہور میں مقعد ہونے والی یہ پہلی بڑی ادبی تقریب تھی جس میں بہت بڑی تعداد میں

ہو جائے یہ بہت مند وہ اس کا گولڈن جلی نمبر تاج کر رہی ہیں اور اس سلسلے میں رور و تورت  
تیاریاں تروں میں اُن کی دستد جو اہتس محی کہ اس ہسٹری وہ پاک و ہند کے تمام شہ ادھوں اور  
تاروں کو ترکیب اتاعت کریں اس موضوع پر اُن سے بہت تفصیل اور گہرائی سے مات حیب ہوئی

### ماہنامہ حرم کی مدیر کا طہیور کا مکر

اطہر عاویہ اور مذنیہ یکم سے ملاقات کرنے کے بعد مقبول احمد دہلوی مجھے ایسے گھرے گئے اتے دنوں  
سے میں لاہور میں تھا لکس اسی تک ایسی کھانی اور بیچوں سے ملے ہیں آسکا تھا لکس آج کی آمد بھی بہات  
تھوڑا دور کی رہی کیوں کہ گھر لوٹے کی طہری تھی اور وہاں سے تیس کے لاہور چھاؤنی میں مشہور امبارنگر  
سانہ ہاشمی کے ہاں پہنچا تھا مھوں سے میرے لئے ایک ادنیٰ شہد کا اہتمام کر رکھا تھا مقبول دہلوی  
کے گھر سے میں نے ماہنامہ "حرم" کی مدد و طہرہ مدد کو ہوں کیا طہرہ مجھ سے سخت مارا میں تھیں کراتے دنوں  
سے میں لاہور میں ہوں اور انھیں ملا ہیں یہیں سے وعدہ کیا کہ بیوں کا لکس لاہور میں اسے وام کے آوی  
دور تک میں اسے ملاقات نہیں کر سکا۔ ظاہر ہے کہ اُن کی مارا لگی طرحی ہوگی اور میں اس انتظار میں  
ہوں کہ جب بھی موقع ملے میں اُن کی مارا لگی دور کر سکوں۔ مجھے یاد ہے، طہرہ مدد جلد سال قبل ایک  
مارچ امرتسر تریب لانی تھیں تو حرم کے بہت سے تارے بطور تحفہ اکھوں نے مجھے ارسال کے تھے۔  
اس سے قبل اور بعد میں بھی رسالہ وہ سامر بھیجتی رہی تھیں اور محنت و احرام کے ساتھ اکھوں نے  
میرا ذکر ایسے رسالے میں کیا تھا

### سانہ ہاشمی کے ہاں ادنیٰ دست

بعد دو پہر گھر پہنچے تو تریبی ریل ہاری منتظر تھیں اکھوں نے بتایا کہ یاد دہانی کے لیے سانہ ہاشمی  
دھارنوں کر چکی ہیں تقریباً وقت میں ہے تھا اور ہم روقت وہاں پہنچ گئے۔ کچھ لوگ آہٹے تھے اور  
ماتی کی آمد کا سلسلہ جاری تھا گھٹے محرم لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے رہے مائیں ہونی ہیں  
اور جب سانہ ہاشمی کا وسیع و خوب صورت ڈرائیگ روم آئے والوں سے مھر گیا تو تقریب شام امبار  
کی صورت اختیار کر گئی اور اس تمام امبارے ایک نئی ادنیٰ بیٹم کو ہم دھاس کا نام ہم لکھا رکھا گیا

اوسے کے جو چیزیں تھیں ان کی قیمت سنے تھے۔ اس طرح ہماری رسوں پرانی خاموشی دوتی  
کولر زبان ملی تھی۔

اظہر جاوید تناع، صحافی، مدیر، مترجم اور راجے کا کاہن ہیں۔ ماہنامہ مخلص کے مدیر ہیں۔  
ماہنامہ ادبِ لطف کی ادارت کے فرائض بھی سر انجام دیتے ہیں۔ رورامہ امروز میں مگر  
ایچارج ہیں۔ بیانی اور اردو زبان میں تناعی اور مترجم تھے ہیں۔ یورپ پر معیض میں انھوں نے  
سے پہلے لغات کے افسانوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور لغاتیں افسانے کے نام سے یہ کتاب شائع  
ہو کر بے حد مقبول ہوئی۔ جدید بیانی فلموں کی کہاں اور گنت بھی لکھ چکے ہیں بہت سی عمر ملی زبانوں  
میں ان کی شعری تخلیقات کے ترجمے ہو چکے ہیں عمر کے پچاس سال کے قریب سچے کے مابود  
حس، دل اور دماغ سے بہت حواس ہیں کسی بھی عمل میں پہنچ جائیں تو حاکموت میں ان کو سوں دور  
بھاگ جاتی ہیں اور اظہر جاوید کے قہقہے میلوں میلوں تک سنانے دیتے ہیں۔ گھڑ بھراں سے ملاقات  
راہی اور ہم ان کی ہستی سورج مائوں اور قہقہوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

مدتہ میگ سے بھی نہیں ملاقات ہوئی۔ ماہنامہ ادبِ لطف، اردو زبان و ادب میں سگ  
میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ای ایک تناد اردنی تاریخ ہے اور اس سے اردو کے ہر بڑے  
ادیب اور شاعر کی کسی طرح والستگی ضرور رہی ہے۔ مقص، ساحر، گد، صالوی، ممتاز مفتی جیسے  
عظیم قلم کار اس رسالے کے مدیر رہ چکے ہیں۔ مدتہ میگ ترجمہ کے مشہور ماہر اور ماہنامہ  
"ادبِ لطف" کے مانی جو دھری رکت علی مرحوم کی صاحبزادی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں لیکن ادبِ شعریہ  
گہری نظر ہے۔ ان کا سوسل حلقہ بہت وسیع ہے ایسے حلقے میں وہ بہت مقبول ہیں یا کہاں  
کے مقبول ترین قلم کار اسحاق احمد اور ابقہ۔ ان کے سمدھی ہیں۔ مدتہ کی مٹی ان کے ہاں  
سیاہی ہوئی ہے۔ بیانی کے سابق وزیر اعلیٰ اور دانش و جہاں صرف اسے بھی مدتہ کے سمدھی ہیں  
ان کا بیٹا اسے صاحب کی مٹی سے سا با حار ہے۔ ۱۹۸۱ء سے مدتہ میگ نے ماہنامہ ادبِ لطف  
کی دہ دہ داریاں سنبھال رکھی ہیں ۱۹۸۴ء میں ساعر مقص احمد مقص کی وفات کے بعد سے پہلے  
انھوں نے "ادبِ لطیف" کا معجم مقص میں سرائے کیا تھا جسے ادبی حلقوں میں نے حدیث مد کا لگایا تھا۔  
ماتوں ہی ماتوں میں مدتہ میگ نے مجھے بتایا کہ "ادبِ لطیف" کی زندگی کی نصف صدی یورپ



بہت بڑا کام کیا ہے۔

فصل ماحصہ کی رسمی تعلیم کچھ مرادہ نہیں ہے۔ انھوں نے ایسی زندگی منظور کات (توس نوس) شروع کی اور محنت، لگن اور ذہانت سے ملکہ مقام حاصل کیا ہے وہ منظور حاکم دگار ایک مسر و حقیقت کے مالک ہیں حاکموں مستعمل اُن کی سائنس میں سائنس ہو چکی ہیں جس میں انھوں نے اسے ہم عملدہوں اور سازو آں پر بہا یہ دل جیب ملکہ تحریر کیے ہیں۔ ان میں اس کے دو سبب بھی ہیں اور طے والے بھی ان کے حاکموں میں زندگی کی ایسی دلا آویر اور دل کشد بر حنائیں دکھائی دیتی ہیں جس کو بڑے بغیر اسان رہ نہیں سکتا۔ ان کی رماں سلیس، دل کش اور حان دار ہے جھوٹے جھوٹے حملوں میں بڑی بیٹے کی مائیں کہی گئی ہیں طبعی ماحصہ کی مٹی مہارت ہے۔

یہ تکلف چائے اور بے تکلف مائوں کا سلسلہ لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ طاری رہا اجار میں ہی طلب کی کیوں کہ روح کی مصروفیات کی ہر سرت کافی طویل تھی و دار ہوئے لگے تو انھوں نے "نقوش" کے لیے اساتذہ لکھے کا حکم صادر فرمایا اور رسالے کے حد حاض نمبروں کے علاوہ ای کتا میں بھی بہت خلوص اور محنت کے ساتھ مجھے مستیں کیں۔ یہ دونوں مائیں میرے لیے اغراض کے کم تھیں۔

### سیگم صید نقہ اور اطہر جاوید سے ملاقات

حاج سرور توسوی، مدیر ماہنامہ شاہی ہمد (نئی دہلی) میسب محترم دوست ہیں یا کساں میں ایسے جدید و دوستوں کے نام انھوں نے بیجاات بھیجائے کی دتہ داری مجھے سوچی تھی اس سے سک دوست ہونے کے بعد مقبول دہلوی مجھے ماہنامہ تخلیق کے مدیر حاج اطہر جاوید کے دفتر سے گئے ماہنامہ "ادب لطف" بھی یہی سائنس ہو ماہنامہ ساں دونوں رسالوں کی مدد پر اعلیٰ اور ماطہ مدتیہ سیگم ہیں۔ اطہر جاوید اُن کے معاون ہیں۔ ادنیٰ صلاح کار اور مدد رکھی ہیں اطہر جاوید لیک کر مجھ سے یوں فعل گیر ہو گئے جیسے رسوں کی مددائی کے بعد میں کے لمحہ نصیب ہوئے ہوں۔ حالانکہ آئے سے سانس ہماری یہ پہلی ملاقات تھی۔ آج سے پہلے تک ہماری حان بیچاں اور تعلقات کا ذریعہ ماہنامہ تخلیق تھا جو مجھے برابر موصول ہوتا تھا اور کبھی کبھار مجھے گئے مرے



کے منگے پر پہنچ گئے عطار رحل صاحب کے دوستوں میں سے ایک ہیں لکس رحل صاحب اس وقت گھر پر نہیں تھے ستری مودتیں اور ایک مار بھریم محل تھا کہ مٹھ گئے۔ ہیتہ کی طرح ستری کی ماتوں کا مراثو حاصل ہوا ہی — عطار اُلٹی قاسمی کے قہقہوں، مسکالوں اور مسکراہٹوں کا لطف لیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس کی سادہ رتھت نے مجھے بے حد متاثر کیا

### ستری رحل کی تقریر میں

عطار اُلٹی قاسمی تب نوے کے قریب مل گئے اور رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ستری ٹیپ ریکارڈ کے ساتھ بہت سے کمپیٹ اٹھالا میں۔ اس میں مختلف مواقع مر کی گئی ستری کی تقریریں مختص۔ ستری کی تقریریں خوب صورت ہوتی ہیں — اُن کی ماتیں دل جیب ہوتی ہیں — یہ تو ہم کوئی ہاں چکے تھے لیکن اُن کی تقریریں پُر حوس، ولولہ انگراور مامعہ ہوتی ہیں، یہ راز ہم ریٹیب رکھا ڈرے اتنا کیا تھا۔ وئے ساسی لوگوں کی تقریریں سننے میں ہمیں کوئی ڈیسی نہیں۔ تقریر کرے والا ساسی لہڑ بھلے ہی ہمارا دوست کیوں نہ ہو، ہم اس کی تقریر سے کیلے حلوں میں شامل نہیں ہوتے لکس آج رنگی میں پہلی مار ہم نصف تک ستری کی ٹیپ کی ہوئی تقریریں ش کر لطف اندوز ہوتے رہے کیوں کہ ہمیں کچھ یوں محسوس ہوا کہ ہم ستری کی رانی ال کی کوئی کہانی ش رہے ہیں اُن کی شخصیت کا سا مکا اور پہلو تھا جس نے ہمیں مرید سا کر کاھا۔

### لغوتش کے دفعتی میں

۲۲، خوری — لاہور میں میرے لیے معروف ترس دل کاھا۔  
ماتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ماہر بلکلے کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ دوں کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف "لغوتش" کے مدرسہ محمد فضل کی دھبی آوار تھی۔ وہ کہہ رہے تھے — "کل آتے دفتر میں تشریف لائے لکس میں کسی کام سے ماہر گنا ہوا کاھا۔ ملاقات ہمیں ہو سکی۔ کسی وقت آج تشریف لائیں۔۔۔۔۔ میں نے دفتر آئے کا وعدہ کر لیا اور مجھے بھیلے دلوں دہلی میں ایک بڑے ادیب سے ہوئی مات جیب مانا گئی۔ وہ صاحب ابھی لاہور ہو کر آئے تھے اور فضل صاحب

”تقریباً سیدرہ ہزار روپے کی مالیت کے دیورات ہیں کچھ قرض یہ میں رہیں رکھے کی صورت میں مل جائے گا۔“

”دس ہزار ہونگے۔۔۔۔۔ مافی؟“

”سکوٹر بیچ دوں گا۔“

میں نے سکوٹر کی قیمت کدانی میں نظر رکھی اور کہا۔۔۔۔۔ ”دو ہزار روپے۔۔۔۔۔ مافی؟“

اس کے تہہ پر سوئچ کی لکڑی مودار ہوئیں اور پھر اس نے شکی کا کر کہا۔۔۔۔۔ ”کچھ رقم

تم سے قرض لے لوں گا۔“

”ٹھیک سم؟“ میں جواب دیا۔۔۔۔۔ ”سور و میہ ہوگا۔۔۔۔۔ مافی؟“

”نہ تو مل لگاؤ؟“ اس نے سیرا ہو کر کہا۔ ”پہلے دیکھیں رقم کتنی ملتی ہے؟“

”بہتر سیرا ایک سو۔“

”مرد کشی رقم درکار ہے؟“

”ٹھیک؟“ اعظام ہو جائے گا۔ ”اس نے ایسا مک میرا متدہ ہو کر کہا۔

”وہ کیسے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں لائف انشورنس کرالوں گا۔“

”مگر اس سے مکان کیسے لگاؤ؟“

”س ملے گا۔“ اس نے ایسی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”انشورنس کرلے کے بعد میں

خود کسی کرالوں گا میں نہیں تو میرے بچے ایسے مکاں میں رہیں گے۔“

اب آپ ہی اندازہ لگائیں کہ عطا قلم کا حادوگر ہے یا نہیں، وہ بیوقوفی بیوقوفی میں کر رہا ہے اور

ان باتوں میں ملا کا درد دھردیتا ہے۔۔۔۔۔ دل میک وقف روم اور ہسپتال ہوتا ہے لیکن قاری سمجھ

ہیں یا نہ کہ پہلے وہ ہسے ماروئے، بطور جمانی عطا، اٹنی قاسمی یا کستان میں نے حد مقبول میں اور

اس کے کالم وہاں بہات دل چسپی کے ساتھ بیڑے جاتے ہیں۔

تو میں کہہ لیا تھا کہ عطا، اٹنی قاسمی تم سے ساتھ لیے ایسی گاڑی میں بہت در تک لاہور کی

سڑکوں پر گھومتے رہے۔۔۔۔۔ دل کوئی کرنا میں کرے رہے اور پھر ہم دونوں ٹھریلی لستری میں



مجھے یاد ہے (ہیں) جیسا کہ میں نے عرض کیا، اردو ادب میں احمد مدیم قاسمی ایک بڑا امام ہیں اور مجھ جیسے غیر معروف و افسانہ نگار کے مارے میں ان کی جانکاری ہوئے گا کوئی امکان نہیں بھالیکیں حرب ہوئی کہ ان کے دہس میں میں کہیں معصوم ہوں ورنہ مرا انعارف کراتے وقت وہ یہ کہتے ۔۔۔ ڈاکٹر کول دھیر صاحب بھارت کے ایک معروف افسانہ نگار ہیں ۔۔۔ ہم انہیں حق آزمند کہے ہیں ۔۔۔

ماحول ایسا نہیں تھا کہ احمد مدیم قاسمی صاحب سے کسی طرح کی کوئی سیدہ مایہ جیب ہو سکتی بہت سے لوگوں کی موجودگی میں سرسری باتیں ہوں گے۔ دوسری یا کساں کے دورے پر آئے بھارتی آدمیوں اور ان کی ادنیٰ سرگرمیوں کا ذکر ہوا میری ادنیٰ سرگرمیوں کا ترہا ہوا۔ اور بس! ایسا ایک وہاں عطاء الحق قاسمی صاحب سے آئے۔ ہر سال اس سال بھارت میں مشہور کی سرپرستی میں عظیم انسان انڈیا کی مساعروں سے ملتا ہے اس متاع سے اس شرکت کے لیے یا کساں کے مہار سوار کو دعوت دی جاتی ہے اس سرس جی مساعروں کو دعوت مائے ہمت گئے تھے ان میں عطاء الحق قاسمی کے علاوہ صاحب احمد مدیم قاسمی کا نام بھی شامل تھا۔ دس کے مٹوارے کے بعد صاحب احمد مدیم قاسمی کبھی بھارت نہیں آئے تھے۔ دوسروں کی کوشش اور جہاں تھی کہ اس کے سرس وہ مساعروں میں شرکت کے پہلے بھارت کا دورہ کریں۔ عطاء الحق قاسمی اسی سلسلے میں اس وقت حاضر ہوئے تھے لیکن احمد مدیم قاسمی اسایا سیورٹ نہیں رہ کر بھول گئے تھے

### ”حیدر منکر کا مصنف عطاء الحق قاسمی“

عطاء الحق قاسمی کی شخصیت ایک دم طوفانی قسم کی ہے وہ طوفان کی مائدائے اور آمدی کی طرح جیل دے اور ساتھ ہی مجھے بھی ایسے ہمراہ لے لے۔

آؤ۔۔۔ مٹھو۔۔۔ ایسی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے عطاء الحق قاسمی بولے  
لیکن حیدر کہاں ہے؟ میں نے یو جیا۔

”متناہتہ میں جانے کا ارادہ انہی نہیں ہے۔۔۔ بس تھوڑی دیر گھومیں گے۔۔۔ باتیں کریں گے“ اور ایک ہی لمحہ لگاتے ہوئے انہوں نے گاڑی اشارت کر دی سام ڈھل چکی تھی میرے

کرتے رہے، کدوا کی سڑکوں، گلیوں اور رتوں کی باتیں کرتے رہے جہاں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔  
 یحس اور حوالی کا آثار دیکھا اور محسوس کیا تھا اور پھر ملکی تقسیم کے ساتھ ہی وہ ایسی دھرتی سے سرائے ہو کر  
 ایک دوسرے نے دیش کے اسی جوئے تھے تقسیم سے بھارت اور پاکستان دو الگ الگ ملکوں کا وجود قائم  
 ہوا تھا لکن دھرتی سے رستے ٹوٹے یہیں حرمانی طور پر سردار محمود کا اسی جسم کی دھرتی سے رستہ قائم ہے۔  
 مات حیات کے دوراں ہی پاکستان کے متہو و محقق اور قلم کار صاحب ڈاکٹر محمود رکر یا صاحب  
 تشریلے آئے۔ اس سے جاں پہچاں ہوئی، ادب پر مختصرات جیب ہوئی، لکس تعلیمی ملاقات۔  
 ہوسکی کوں کہ سام کے سائے ڈھلے لگے تھے اور پاکستان کے قدآور سردار ادیب صاحب احمد مدیم قاسمی  
 سے ملے ہوا ملاقات کا وقت ہوا تھا سردار محمود سے بچنے کا وعدہ کر کے اور ڈاکٹر رکر یا سے اجازت  
 طلب کر کے میں اور مقبول احمد ہلوی وہاں سے حل پڑے۔

### ملاقات احمد مدیم قاسمی سے

یُرانی وسیع قطع کی عمارت میں "مول" کا دفتر ہے۔ "مول" پاکستان کے صاحبزادے ادبی حرموں  
 میں سے ایک ہے اور اس کے مدرس صاحب احمد مدیم قاسمی ہیں اور ادب میں احمد مدیم قاسمی اور "مول"  
 کا قدر برابر اور بہت اوجھا ہے۔ جب ہم دفتر میں داخل ہوئے تو وہاں مدیم صاحب کے پرستاروں  
 ساعروں اور اادیوں کا مجمع سالگاہا ہوا تھا لکن محمود مدیم صاحب غائب تھے معلوم کر کے ریتہ حلا  
 کہ مدیم صاحب کسی تقریب میں شرکت کرنے گئے ہیں اور اس اصرار سے ہی واپس آئے ہیں۔ ان کی طرح حاضری  
 میں وہاں موجود حضرات خوش گیتوں میں مصروف تھے اور ہم اہل کی غیر ادبی باتوں سے محظوظ ہوئے  
 رہے۔ میدرہ سبب مٹ انتظار کرنے کے بعد صاحب احمد مدیم قاسمی دفتر میں داخل ہوئے تو  
 وہاں موجود تمام لوگ ان کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ مکمل خاموشی بچا گئی۔ احاطہ  
 مجھے کسی مدرسے کی کلاس کا وہ مسطرہ آگاہی میں استاد کلاس میں داخل ہوتے ہیں تو سناٹا ٹھکانا  
 ہے اور بچے ایسے استاد کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں نہ مسطرہ مدہ حاوید مری آنکھوں  
 کے سامنے تھا مقبول احمد ہلوی نے احمد مدیم قاسمی صاحب سے سراپا کر لیا تو ماتول میں کچھ بدلی  
 آگئی تب قاسمی صاحب سے سراپا کر لیا تو ماتول میں کچھ بدلی آگئی تب قاسمی صاحب سے کراہا (اس میں سے اس کے نام

یہ کافی مواد قاری کو مہیا کرتے ہیں اس کے برعکس ہندوستان میں ڈائمنڈ قسم کے حردوں کی تعداد  
ہیں کے برابر ہے۔

ایک ماہ جو حاصل طور پر میں نے نوٹ کی وہ یہ ہے کہ پاکستان میں دوسرے یا سرے درجے  
کی کتابوں کی اساعت کافی بڑی تعداد میں ہوتی ہے اس سے مری مراد سادہ جو عام قاری کے  
حدمات میں بچل جاسکتا ہے اور وہ اُسے پڑھتا ہے بعض لوگ اُسے فحش لٹریچر کا کام ہی دیتے ہیں اس رتبے کی کتابیں  
دو طرح کی ہیں ایک تو وہ حور مانی ہیں اور ارد کے معیار سرکاری ہیں اُن میں لیکن ان پر فحاشی کا الزام نہیں لگتا  
اور کھلے عام بکتی ہیں دوسرے رتبے کی کتابیں فحش ہوتی ہیں جو پاکستان میں بچتی ہیں لیکن کھلے عام فروخت ہیں تو میں ان  
دونوں ترقوں کی کتابوں میں حرب ممالک میں بحث اور حشوت ہوتی ہیں حشوت قانونی اور غیر قانونی دونوں طرح سے پاکستان سے  
جالی ہیں اسلامی، انسانی، طبعی، سائنسی موضوعات پر بھی کتابیں وہاں بچتی ہیں اور فروخت ہوتی ہیں۔  
لوگ اور صحت کے موضوع پر بھی پاکستان میں کتابوں کی کثیت ہوتی ہے۔

بحار اور پاکستان دونوں ہی دستوں میں ملا احارب کتابوں کی اساعت کی بیماری عام  
ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان اس طرح کا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا جس کے تحت  
کتاب کی اساعت کے سلسلے میں ملٹر باؤب کی منظوری سالاری ہو۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ میری  
کئی کتابیں پاکستان میں اسی طرح تیار کی جارہی ہیں جس پر ملٹر کا نام تک بھی تبدیل نہیں کیا گیا قلم کار  
کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہے دونوں ممالک کی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا معاہدہ کریں جس کے  
تحت اس طرح کی جو روری اور سروروری کو روکا جاسکے اور ظلم کار کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

### لاہور اکادمی میں احسان سید اور محمود سے ملاقات

لاہور اکادمی میں ایک باخبر صاحب سردار محمود سے ملاقات اور سید بیلی ماہ حیت ہوئی میں پہلے  
بھی ذکر کر چکا ہوں کہ سردار محمود تہذیب و رمارد و متاع و ادیب مرحوم اس کتاب کے چھوٹے بھائی ہیں ماہنامہ  
”حما“ کے ایڈیٹر و ملٹر ہیں اور ایک بڑے اشتاعتی ادارے کے مالک ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ بہت  
ملسا رت خوش مزاج اور طبع انسان ہیں ان کا تعلق بھارتی سیماس ہے ان کی میڈیٹس صلح خالد عمر  
کے قصبہ تھلہ (تحفیل بھیلور) کی ہے مات حیت کے دوران سردار محمود اسے بھیس کی یادوں کو تارہ



”وہ دوست“ کے دفتر سے جب ہم روانہ ہوئے تو دو میز پر دھول ڈھل رہی تھی مقبول دہلی  
 جو میرے ہمراہ تھے مجھے اردو مارا لے گئے مجھے کچھ کتابیں لیں تھیں اور اس سہانے لاہور کے کئی مسرے  
 سے ملاقات کا موقع بھی مل گیا مقبول نے جس کی پیشکش بھی مرا تعارف کر لیا وہ مجھے بڑی محنت اترام  
 اور گرم خوشی سے ملے جو کتاب میں مجھے درکار تھیں ان لوگوں نے بطور تحفہ پیش کیں

### اردو ویلکسٹرس سے ملاقاتیں

اردو پاکستان کی قومی راہ ہے نول جلال کی راہ بھی ہے۔ قدرتی بات ہے کہ وہاں اردو  
 کتابوں اور خریدوں کی اتناعت کافی ہوتی ہے کتابوں کی اتناعت اور فروخت کے بارے میں مختلف  
 پبلشر سے ملنے کے بعد حوتانتر میں لے لیا وہ اس طرح ہے

پاکستان میں اردو کتابیں ہندوستان کے مقابلے میں زیادہ سائے ہوتی ہیں ان کا اساعتی معیار  
 بھی عام طور پر ہندوستانی کتابوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں طباعت کا سالہ کام جدید  
 طرح کی آسٹ مسٹری اور نئی تکنیک سے کیا جاتا ہے ہندوستان کے مقابلے میں وہاں کتابت کی بہتر  
 سہولیات مسٹر ہیں لیتھو گری بھی کوئی کتاب میں لے ویاں نہیں دیکھی جب کہ ہندوستان میں آج بھی  
 ہسٹری آڈو کتابیں لیتھو گری بھی ہیں۔ آسٹ مسٹری بھی جیتی نہیں لیں ان کی تعداد معاشنا کم ہے  
 پیدا میں مشترک ہیں یعنی پاکستان میں بھی ہندوستانی کتابوں کی طرح قیمت کافی سادہ ہوتی ہے اور ان  
 کی ایک بیڈ لیس کی اتناعت بھی یا سوسے لے کر ایک ہزار تک ہے۔ جو معلوم کرے یہ تہہ جیلا کہ عام فاری  
 آئی ہسٹری کتابیں نہیں کے برابر عمدتا ہے اور لاٹری لول کی ریت مٹی نہیں بھارت کے مقابلے میں  
 وہاں کتابوں کی سرکاری خرید زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ماہانہ ورق ضرور ہے کہ بھارت میں زیادہ تر کتابیں  
 قلم کار لیے حرج یہ سائے کرتا ہے جب کہ پاکستان میں قلم کار کی حرج یہ لوجھ نہیں بڑتا اور عموماً اسے  
 پبلشر مل جاتا ہے۔ بہت بڑے ماموں اور بڑے اداروں کی کتابوں کی اساعت اور فروخت دونوں  
 دیتوں میں ایک جیسی ہی ہے یعنی ایسی کتابیں ماسٹر کی طرف سے سائے کی جاتی ہیں اور بکتی بھی ہیں۔  
 بھارت میں ایک کس کار وراج بہت زیادہ ہے جب کہ پاکستان میں کوئی ایک کتاب بھی  
 ایک کس میں نہیں جیتی۔ اس کی وجہ سادہ ڈانٹ میں جس کی سادہ بہت زیادہ ہے اور کرمیہ بر

آج ہمیں صبح ہی وطن دوسرے کے دفتر چلنا تھا سرور احمد صاحب کو میں نے دفتر سے آئے کو کہا اور مری درخواست کو انھوں نے قبول کر لیا۔

وطن دوسرے کے دفتر میں طاہرہ قدسہ اور رمی الدین رقی سے پہلی بار ملاقات ہوئی طاہرہ اور قدسہ دفتر کا کام سمجھاتی ہیں رمی بھی دفتر میں بیٹھتے ہیں اور نثری کے سیکریٹری کے دائیں سرایا کرتے ہیں نثری نے ان تینوں سے مجھے متعارف کرایا۔ انک کا دفتری ادارے کا دفتر تھا لیکن یہاں کا ماحول اچھے گھر جیسا ہی لگا نثری کی ماں حیات اور برادریاں سے دو سہارے بھائی اور ان کے بہرام اور ہرات میں نثری کے لیے بڑا مہیا تھا۔ اسی بڑے مہر و عیاب میں سے وقت نکال کر سری اگر ہر روز ہی دفتر آئے کی کوسس کرتیں لیکن یہاں ان کی آمدیں سرسری معائنے جیسی ہوتی اور ہدایات دے کر وہ بھڑائی مہر و عیاب میں کھو جاتیں طاہرہ قدسہ اور رمی ان کی عمر سہمیری میں دفتر کا کام کاج بخوبی جانتا رہے تھے۔

میں نے ہمدی اور یحیائی رمانوں میں بھارت سے نثری کے نام آئے ان خطوط کو بیڑھے کا وعدہ کیا تھا خواں کے قارئین نے انھیں لکھے تھے اور جس میں نے یہاں محنت کا اظہار کیا تھا۔ حدمات کی گرمی تھی۔

میں جب خط بیڑھا تھا تو نثری کے چہرے سران حدمات کے رد عمل کو بھی دیکھ رہا تھا کہ وہیں دل کی عین گہرائیوں میں سدا ہو کر ان میں بھل جا رہے تھے مارا ان کی آنکھیں کم ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی اس محنت کے رد عمل کی تھی جو مسکڑی ہزاروں میل دور بیٹھے ان کے لاسد و فارشیں نے انھیں دی تھی میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ہم لکھے والوں کی برادری میں کتنی نثری ہیں جنھیں اسے بیڑھے والوں کی اسی گہری اور حدماتی محنت، ایسا نیت اور خلوص کی دولت نصیب ہوئی ہو، سچ نثری عظیم ہیں۔

نثری اس دور کی مقبول ترین ادیب ہیں۔ سری۔ نثری ہیں!

اسی دور میں مقبول احمد دہلوی آگئے اور اسی دور میں قدسہ بے گرم گرم جانے، لک، بیسٹری، سکٹ، سموتے اور نہ جانے کیا کیا اور اب سے ساسے بیڑا پینڈ پھر ڈالا تھی، متروقی کے سسر رنور ٹر حار سرور احمد بھی تشریف لے آئے جانے کے ساتھ ساتھ میں سرور کے سوالوں کا مرا بھی لسا رہا اور وہ میرے جوابات کو لیے قلم سے فید کئے رہے طاہرہ اور قدسہ نے ماری ماری کیمرو بھانے رکھا اور رمار پلیٹس کی چمکتے آنکھیں عید صیاتی رہیں۔

عرواں ایک کھڑے سچے اور محنتی انسان ہی نہیں ایک بے مکت قلم کار بھی ہیں کھارٹ ہو یا کسے  
 ادنیٰ گروہ مدنیوں کا شکار و نلوں دیتے ہیں ہر جگہ ادنیٰ آقا موحود میں حورا توں رب ایک لے آدمی کو  
 'علیم تناغیا دیب ساریتے میں سے اچھی قلم کیڑا بھی ہیں آنا حوکی ادنیٰ آقا کے گروہ کا شکار میں کر غیر  
 عام داری اور ایماں داری سے لکھا جیلا جاتا ہے۔ زندگی محروہ اسی یہاں کے لے رستار بہا ہے  
 عرواں نے پاکستان کی ادنیٰ گروہ مدنیوں کا ذکر یوں کیا ہے "۔۔۔۔۔ ہم مختلف دھروں میں  
 ملے ہوئے ہیں ہم صرف اور صرف ایماں ہمکا مایا جیتے ہیں خواہ وہ امام اد کے کسی ٹھیکیدار کے ماؤں دما کر  
 حاصل ہو یا کسی انڈ ورٹائرنگ ایجنسی (ادنیٰ) میں عرب ماری کر کے ملے انصوں کی کہے اد کے ساست  
 مایا اور اس میں ہی لڑے لگے۔۔۔۔۔ ہم آئے دل ایک دوسرے کی پیڑ اٹھاتے رہتے ہیں ایک  
 دوسرے کو گراما جانا ہے گویا اورت ہو کوئی اٹھا ڈھو گیا۔۔۔۔۔ ان باتوں کے باوجود اگر ہم یہ کہیں کہ  
 ہم ساعر ہیں، ہم اسارہ نگاریں، ہم معاشرے کے خاص ہیں تو ہمیں ساسکتے ہوئے ترم آتی چاہے "۔  
 عرواں ایسے کھڑے سچے انسان اور خواں خواں کہا سوں کے خالق سے کھلا کے محنت رہو گی،  
 کھانے کے بعد عیائے کی جیکساں لیتے ہوئے سترئی عرواں کے بارے میں بتاتی رہیں، اس کی کہا سوں  
 کی تائیں کرتی رہیں اور اس کے ایک اچھا انسان ہونے کے وصف گواہی رہیں ماسی دوراں لال موسیٰ سے خواب  
 انٹر سکول سٹیج تشریف لے آئے اس سے قبل کبھی کراچی کبھی راولپنڈی اور کبھی نقاں سے فوں سروہ مجھ سے  
 رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے رہے تھے۔ وہ مجھ سے ملاقات کرنے کے خواہاں تھے جب وہ آئے تو لے تمار  
 تحائف سے لے ہوئے تھے اور آتے ہی بے سائف انھوں نے سترئی اور مجھ میں ماٹ دیے اس دُلے  
 تلے لو خواں میں حداب کی شدت تھی، دل میں ولو لے تھے، آوار میں خوش تھا اور تب گسارے جب  
 وہ رخصت ہوئے تو میرے دل و دماغ بران کی محنت کا شہ طاری تھا

### وطن دوست " کے دفتر میں

۲۱ جنوری کی صبح فوں کی گھنٹی سے سدا رہوئی دوسری طرف مجھ سے مخاطب آوار حباب سرور احمد  
 کی اپنی حور وارہ مشرق کے سسر دلور ٹر ہیں اور سسر اسٹریو لیس کی حواہیں سے مجھ لھا جاسے تھے "وطن  
 دوست" نام سے سترئی کا ذاتی اتنا سچی ادارہ ہے اور اس کا ایک سادا رد و فرج ہے۔ بیروگرام کے مطابق

## حوان حوان کہا میوں کا حالق عرفان علی ساد

عرفان علی ساد دیر سے آئے تھے مات حیب میں تشریف لے گئے لیکن اُس سے کوئی خاص ماس نہیں ہوئی تھی سرور محار ساد واسطی اور انکر کاظمی کے رخصت ہونے کے بعد تشریف لے کر ان علی ساد کا ماقاعد اور افضل تعارف کرانا۔۔۔۔۔ عرفان کو حوان ہیں، خوش نصیب ہیں اور حوان حوان و خوب صورت کہا ماں لکھتے ہیں۔ "لوڈ تیلنگ کے ماس بھی ہم گندی روتسی میں جیسے ایک دوسرے کی سرچیاں یاد رکھ رہے تھے اس لیے اندازہ نہیں ہو سکا کہ عرفان علی ساد کے تہہ روتسی کے ان الفاظ کا کارڈ عمل پیدا ہوا لیکن ملازادہ ہے کہ عرفان تہہ نہیں ہوں گے، خوش ہوئے ہوں گے۔ روتسی تیر ہوئی تو یقیناً عرفان تہہ جاتے اندھروں اور روتسیوں کے دریاں تہہ اور سکرانے تہہ ہی فرق ہے اس لیے کی مات ہوئے لگی تو عرفان نے کہا۔۔۔۔۔ میں آگے قلم کا تہہ ہوں۔۔۔۔۔ مسویں صدی، شمع اور بعض دوسرے رسالوں میں لکھیں ہی سے اب کی کہا ماں ٹہہ آ رہا ہوں "تشریف لے کر ٹوک ڈا۔۔۔۔۔ عرفان اطمینان کیجئے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صاحب اسی نوڑے نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ عرفان پہلی مرہ کھل کر لوئے۔۔۔۔۔ "روتسی آئے تو تہہ۔۔۔۔۔ لکھ یہ حقیقت ہے کہ میں بہت برسوں سے ڈاکٹر صاحب کا فاری ہوں۔۔۔۔۔ گندی روتسی کی آڑ میں آئیں میں الفاظ کی سرائیس جاری رہیں اور جلد ہی حوب روتسی ہو گئی تب مالوں نے تہہ روتسی کرنا چھوڑ دیا اور ہم اس لیے کے موضوع مسیہ ماس کرے لگے۔

عرفان علی ساد سچ مچ حوان حوان کہا مالوں کے حالق ہیں برا احساس میرے سن میں ساد کا حوب میں نے اسی تہہ عرفان کے اس مالوی مجموعے سے حوب کہا یاں ٹہہ ہیں حوب بہت محنت سے وہ مجھے دے گئے تھے

عرفان کے وجود میں سمجھ اس مالوں کو میں نے اسے بہت قریب محسوس کیا جس نے کھی لکھا تھا۔۔۔۔۔ "رنگیں ک حتم ہوں گی، مارو د کے۔۔۔۔۔ میں سے مساک یاں ہو گی؟ اس مالوں کو ک کھلے لگانے کے ایک یوری ڈیہ کے لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم ایک دوسرے کے مائی ہیں، ہم ایک ہی ڈالیر میٹھے والے نہیں ہیں، ہم نے ہتھیار بھیج دیے ہیں اور محنت کرنا سکھ لائے۔۔۔۔۔ آخر یہ مالوں انسان کی راس سے ک ادا ہوں گے؟"

اردو میں ایم لے گا اور اوسا کا مس حب اس نے شترئی کو دیکھا تو عرب کے عالم میں لوں محاط ہو گیا۔  
 ”شترئی آیا آگ کا حال ہے؟“ اور پھر جل سو جل ملک ہی ساس میں شترئی نے ایسے سحر کے دوراں کے ایسے  
 لے واقعات سنائے کہ ہمیں ایسے ملک میں ہی قومی راں کا ادیب ماسا کر کہلاتے ہوئے بھی دیکھ کا احساں ہوا  
 بہر حال ہماری خواہش ہے کہ ڈاکٹر کیول دھیر کا دورہ پاکستان کا مساب ہو اور بھارت میں ہی کسا  
 دما کے دوسرے ملک میں بھی شترئی کے اوساوں ناولوں ہی ہیں ملکوں کی گفتگو کے سنی ترجمہ جیب حاشی۔“

### رُتوں کے درمیاں کا ساعر سیاہل واسطی

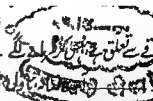
’رُتوں کے درمیاں‘ ساہد واسطی کا شاعری مجموعہ ہے جس کی حلقہ انھوں نے بہت جلوں کے کسا  
 لکھے ہیں کی وہ مزدا آباد کے رہے والے ہیں جنم کی مٹی کی لو اس ان کی اتوں میں بہکتی ہے اداہ حسب میک  
 لیٹڈ پاکستان میں وہ اسٹنڈٹ وائس سرمد ٹنڈٹ کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں تحصیل سادہ اور  
 سیوڈ ہے لکس پریکشن، تناس طبعیت میں ایک عجیب سی تڑپ یہاں ہے مہتما ادیب حباب مراد نے  
 ساہد واسطی کا ذکر کرتے ہوئے سبب صریح لکھا ہے کہ ————— ”شاہد کے ہاں وہ تناسیت بڑی واضح محسوس  
 ہوتی ہے حوا کے لیے شخص کے دہی کرے عمارت ہے جس کا متعلق اس دور میں ساس لے والا ایک اتہانی  
 تناس دہی ہی ہو سکتا ہے۔“ ملاحظہ ہوتا ہوا واسطی کے حیدر استعارہ —

اُڑا ہوں دُور ملک گولیوں کی مار تیں میں  
 لہو کی تھیل سے دکلا ہوا یر بدہ ہوں

خون کے نور و س کے ساتھ مل ورس  
 تعلقات کے دُرج میں تب علائقہ سکو

درا پڑ کٹے سے پہلے ہی سو جا  
 یر بد کہاں پھر لیر کر س گے

محسوس تھلی میں کھرے ماسوں سے خطرہ تھا  
 گھٹا میں ٹوٹ کے سر میں آئیں مکا لوں یر



کے لئے تعلق سے تعلق ہے، جس کا ذکر ملے گا۔  
 "میں تاں صاحب ٹھیکہ سچائی ہاں مرا تعلق لڑھا  
 بقول ہے: "میں تاں صاحب ٹھیکہ سچائی ہاں مرا تعلق لڑھا"۔  
 کہے لکے کہ میں اساتذہ اناول، نور احمد لکھتا ہوں اور میں نے یومانی ادومات میں ڈاکٹر ٹ کیا ہے۔ ۱۹۴۷ء  
 میں ساہیوال سے بھارتی سچائی کے قصہ بھگوانا میں آباد ہوئے اور اب لدھاہ میں رہاں ہے وہ سچائی کے  
 اردو قلم کار عنوان سے ایک کتاب تیار کر رہے ہیں جس میں ایکسانی سچائی کے معمول قلم کاروں کو شامل  
 کرنے کی کھی کھیر ہے۔

جیسا سچائیں تیس کے تحت ڈاکٹر صاحب نے لاہور میں ایک کونسل میں دو الفقار مائش صاحب اور  
 بعض دوسرے لوگوں سے بات چیت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہماری جانکاری میں اصاد کیا کہ بھارتی سچائی  
 میں اگرچہ اردو سرکاری رمان نہیں ہے تاہم محکمہ ساسات کی طرف سے ماہنامہ "سروا راد" اور محکمہ  
 تعلقات عامہ کی طرف سے "ماہنامہ یاساں" شائع کیے جاتے ہیں جو معیاری اور اصول جرم میں  
 اچھی گپ سلسلہ جاری تھا کہ معروف اصاد نگار سرو میسر غراں علی شاد آگئے ڈاکٹر کیوں دھیر  
 تیار ہے کہ شہائی بھارت کا سب سے بڑا احراز سدا سچا ہے جس میں تشرنی ٹریں نے یہاں چھپتی ہیں۔ تشرنی ٹریں کے  
 کئی ماول بھارت کے معروف اصاروں اور جرموں میں بالافراط چھپ چکے ہیں۔ اگر کاظمی کے سوال کے جواب  
 میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں نے اب تک ساٹھ کتابیں تیار کی ہیں جس میں سے رماہ رہمدی میں ہیں اردو  
 میں یا سچا چھ ہیں ماولوں کے قومی کئی ایڈٹس چھپ چکے ہیں۔ ہندوستان کا اردو انڈس کم اراکم لاکھ ٹ  
 ہوتا ہے اور تمام رمانوں (ہندی اور سچائی) میں اس کی مجموعی اشاعت سات لاکھ کے لگ بھگ مجموعہ حکومت  
 بھارت کے برصغیر میں لکھنؤ امر مقرر کیے ہوئے ہیں اردو کا کام بھی انھیں کے دتے ہے۔  
 ڈاکٹر کیوں دھیر سے ہماری مات چیت کے درمیان تشرنی لکنت متی رہیں یا سچائی، اکیرو سرکی  
 ریڑھی ہما سچائی آئی جو حاصی دیر تک متظر رہی کہ اسے کوئی ہلائے ملے گی، مگر ہم سب ڈاکٹر صاحب  
 کی باتوں اور تشرنی کی بیرونی سیرو سیاحت کی معلوماتی گفتگو میں ایسے گس ہوئے کہ انکا مارٹھی کی طرف ہم  
 کبھی کبھی پس دیکھتے رہے۔

تشرنی کی گستاخاں کر رہاں تھی کہ ہمارے ہاں قومی رمان واوب میں دیکھا جائے تو قابل ذکر کا نہیں  
 ہوا۔ اور پھر اوسا کالونیو سٹری کے ایسے مایانی اساتذہ کا ذکر کیا جس میں سے ایک کے اراکی یونیورسٹی سے

## روزنامہ "مشرق" کے لیے ایڈیٹر و رپورٹر

ابھی میں آج کی مصروفیات کے لوٹ ایسی ڈائری میں لکھ رہا تھا کہ سسرنی نے مجھے آوارہ دی ڈرائیگ روم میں داخل ہوا تو عید اصحاب کو متطریا یا سسرنی نے تعارف کرایا۔ رورارہ احراز مشرق" کے کالم نگار صاحب سرور ہمارے مشہور ساعو صاحب سابد واسطی اور اکثر کامی تھے اور بطور خاص مجھ سے ملنے ملنا کا سہرا کر کے تشریف لائے تھے سرور ہمارے حومات حیات مجھ سے کی وہ رورارہ "مشرق" کی ہر روزی کی اتناقت میں "ادنی ماتیں" عنوان کے تحت کیا اس طرح سانحہ ہوتی

"..... بھارت سے ادنی کے مارہ کھلاڑیوں کی ٹیم (بھارتی ادیبوں کا سرکاری وفد)

پاکستان کے بڑے شہروں میں اردو میں ہونے والے کام دھام کے سلسلے میں دس روزہ میچ کھیل کر بھارت کو پیاری ہو گئی وہ سپر وار۔ رگراڈ اکثر کیوں دھیر تیر ہو س کھلاڑی س کر آگئے یہاں دونوں ڈاکٹر کیوں دھیر لاہوری اہل قلم کی محفلوں کی وقتی سے ہونے میں نہیں تباہ واسطی نے وں مرتب کیا کہ سسرنی رحل اور ماں رحل کے گراں دونوں ڈاکٹر کیوں دھیر بھارت سے آئے ہونے میں آج بھی آجائیں اکثر کامی صاحب بھی موجود ہیں مسوں جلسے گے ہم نے تباہ حصا سے کہا کہ آج بھی کس جوسی میں گھسیٹ رہے ہیں۔ میراں سے اے ساتھ لے جانے والی ہر آلا لاکے مارے میں تو جھٹا کر رہے ہیں ہم نے نویدار ملک کو بھی یہی سوچا تھا۔ سسرنی رحل اور ماں رحل کے گھر کے مارے میں ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان کے گھر کا تھا ان کے گھر کے علق میں ہے اور صدر رورارہ میں داخل ہوتے ہی "ماادب" ملاحظہ ہو ستیارہ قسم کی صدا کاں خود ہی محسوس کر رہے تھے ہیں۔ حیرت ہوتی کہ ماں رحل اور سسرنی کے گھر میں بھی نوڈسٹنگ (ایکستان میں صحت مکی سیلانی میں کٹوتی لگائی جاتی ہے ہوا سے نوڈسٹنگ کہتے ہیں) نے ماحول کو آڈسٹنگ بلکہ سسرنی کے کہے کے مطابق رومانک سار کا تھا مگر صوفیہ و عہدہ نظر آ رہے تھے۔ دوچار صٹ بعد سسرنی رحل نے آتے ہی صدر رورارہ کی اندرونی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر ڈاکٹر صاحب "لکا لا اور نور" ڈاکٹر کول دھیر لے کرے سے نکل کر ہمارے پاس آگئے تعارف ہوا ملازمے سوئی گیس کے لمبے روس کے گھر نوڈسٹنگ کے بعد ڈرائیگ روم کی ڈارک رازوں فصلا سے تم میوں کا رنگ لٹا لٹاتا تھا ہم نے رجا کر کڈا کر صاحب اردو اسیکلنگ قسم کے ادیب ہوں گے میاں کواں سے تو بھی ہر لاکہ آگے نوینی یا سی بی

کا احساس بروقت کلمہ اور آج یورپ میں جڑی بوٹیوں کے اسٹور قائم ہیں۔ امریکہ، جرمنی اور ترکی وٹلی میں ہر بل اسٹور قائم ہو رہے ہیں اور لیسٹریج کا کام بھی جاری ہے۔ اسی طرح جیسے الکیو کی طرح لفظ علاج میں عالمگیر شہرت حاصل کر لی ہے۔ لہذا یہ امکانات روشن ہو رہے ہیں کہ دوا گھر کے معالجیں اس قدیم جڑی بوٹیوں کے علاج کی جانب راغب ہو رہے ہیں اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ بھارہ اور پاکستان میں اس طریقہ علاج کی طرف دل چل کر اگر توجہ دی جائے تو وہ دیا گھر کی سائنس کی کر سکتا ہے

ڈاکٹر جہاں اور سماری صاحب کے ساتھ اس موضوع پر ہونی مری گنگوٹری دل جیہ اور معدہ رانی۔ بہت سی باتوں کا علم مجھے ہوا اور بھارت میں دسی طریقہ علاج سے متعلق سب سے مانوں کی جانکاری میں نے انھیں دی ہم نے تسلیم کیا کہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو دونوں دفتروں کے درمیان اشتراک معاہدہ اور دوستی کا باعث ہو سکتا ہے

جاری صاحب کی خواہش تھی کہ وہ لاہور، اسلام آباد میں پاکستان کے لومانی اطباء کا ایک اجتماع کریں اور میں انھیں خطاب کروں انکس میں بے معدرت طلب کی کیوں کہ ایک تو وقت کی کمی تھی اور دوسرا کہ اس کا دورہ کرنے کا مہیا دی مقصد ادنی تھا۔

### لسترئی جنس کا انکس اور سونٹ

لندویہ بہرہ میں گھر بوٹا تو تیرہ لاکھ لسترئی جنس آج صبح سے گھر میں ہیں جیسے میں ایک دن انھوں نے ایسی عرب عورتوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جس میں مدد کی ضرورت ہوتی ہے لسترئی کافی جڑی لندوں میں ہیں ایسے گھر لاتی ہیں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے انھیں کھا کھلایا جاتا ہے اور پھر جو بھی نئے بڑے ان کی مدد کی جاتی ہے لسترئی یہ سب کام بہت جلدی اور آقا کی سے کرتی ہیں گھر بوٹے میں سے دیکھا کہ لسترئی ایسی بہت سی عورتوں کو بہت کچھ دے کر ودار کرنے میں مصروف تھیں۔ ان کی عظمیٰ حصیت کا انکس اور پہلو پہلی مارچہ راجا کر ہوا تھا جب میں نے اس مارے میں ان سے کچھ پوچھا تو وہ اسے ہی کہہ کر مال گنس کہ ایسی باتوں کا تعلق دے کرے ہیں، احساس اور جذبات سے ہوا ہے یہ سب تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور یاد رکھے کہ سہارہ ہے لسترئی کے ان حیدر العاطف ہی میرے کام سوالوں کا جواب دے دیا تھا۔



اسی موضوع پر زیادہ تر گفتگو ہوئی

ملتِ یومانی کی بنیاد یوماں میں حکیم نقراط نے ڈالی تھی جس عنوان سے اسے غیر معمولی طور پر فروغ دیا اور اسے سائنسی بنیاد فراہم کی وقت کی تیز رفتار سے اس سائنس کو تعدادِ راں یورپ میں مقبول کر دیا اور اراں و رپ میں اس کا کوئی نام لیا نہ رہا یورپ میں ملتِ یومانی کی بنیاد مراٹھویہ میں نے حم لیا جس ایسی اصل صورت میں رہ وہاں یہ قائم نہیں ہو سکی۔ اس کی سرپرستی کا سہرا تر معمر مہدوساں کے سر پرے خاص طور سے مغلہ دو حکومت میں ر خوب یرواں خرطی

ہر دوسرے دیس کی طرح ہر جگہ ایلویتی بھی کالوں والا ہے یہی حال پاکستان میں بھی ہے لیکن وہاں ملتِ یومانی کی کیا صورت حال ہے — اس بارے میں ڈاکٹر جواں سے مابجیت کرے کے بعد ہی مجھے کافی مالوں کا علم ہوا پاکستان میں سرکاری سطح پر وفاقی وزارتِ صحت کے تحت املتا کی "مستل کو سل فارطب" قائم کی گئی ہے۔ قومی سطح پر وزارتِ پلاسٹک میں ملتِ یومانی کا الگ ڈائریکٹوریٹ ہے اسی طرح پٹیل سسٹی ٹوٹ آف ہیلتھ اسلام آباد میں صحت کا الگ شعبہ ہے صور سحاب (پاکساں) میں صحت کا الگ علیحدہ ڈائریکٹوریٹ قائم ہے جس کے تحت صولے کی ر عمل سطح پر سولہ سینٹالوں میں ۸۴ املاد حکموں کو بطور صحت آفسر تعینات کیا گیا ہے ڈاکٹر جواں کے مطابق آمدہ سال مرد ۲۱۳ ڈیسسریاں کھولے کی منظوری دے دی گئی ہے انھوں نے ر کھی بتایا کہ دیگر صولوں میں ملدہی صحت کے الگ شعبے قائم کئے جارہے ہیں

ڈاکٹر جواں کے مطابق پاکستان میں گمارہ طبعہ کا رچ قائم ہیں جس میں ہر سال تقریباً ایک سو طالب علموں کو داخلہ دیا جاتا ہے اس وقت پاکستان میں تقریباً چالیس ہزار رجسٹرڈ یومانی حکیم ہیں اور ان میں سے لگ بھگ دس ہزار باقائے علم ہوتے ہی کو الیعاڈ حکم ہیں — رٹ یومیوٹی میڈل آف یومانی سائنس اور یومیوٹی ایچ ڈی کرائی جاتی ہے کرائی میں سرکاری سطح پر یومانی ریسرچ سینٹر اور ہسپتال قائم ہیں سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے ملازمین کو طبی سہولیات مستر ہیں یومانی ڈیٹاں تار کرے ولے اداروں کی ایک ملک گیر پاکستان طبی میوٹیکورالسوسی اسٹس قائم ہے جس میں پاکستان کے تمام معاری اور متار طبعی دوا ساز ادارے شامل ہیں ڈاکٹر جواں کا کہنا تھا کہ صحت کے مسائل میں پاکستان اور بھارت ایک دوسرے سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ایلویتی چھک ڈاؤں کے مصرا تر اب کے بعد دیا بھر میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ سرتی ادواتی خرطی ٹوٹیوں سے علاج ہی میں ہماری صحت نمکسے بھی دھسے کہ W H O نے اس صورت

تائس صاحب کے متہور سا عراج مارا جس کی ریرادارت شائع ہونے والے بھارب سرکار کے  
اُردو حریڈے ماسائے آج کل کا خاص طور سے ذکر کیا جو سرکاری ہوتے ہوئے بھی ایک مکمل ادنیٰ حریڈہ ہے۔  
مقاعدگی، سلیقے اور مڑے ہی اہتمام سے اس کی اتاعت ہوتی ہے اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اُردو کے بعض  
بہت مڑے ادموں اور ستاروں نے اس کی ادارت کے فرائض سر انجام دیے ہیں

ان دنوں میں یہ محاکمے اُردو قلم کا و عموماً کے تحت ایک پراحت کر کام کر رہا ہوں بہت تفصیل سے  
اس کا ذکر تائس صاحب سے ہوا اس مختورہ پراحت میں ایک سہ ماہی کے قلم کاروں کے لئے مخصوص  
ہوا چاہیے، میری رائے تھی تائس صاحب سے صرف سدا کیلئے تجویز کی گئی ہے قلم کاروں کے دوروں ہی  
اس موضوع پر غور و خوض کے لیے صاحب احمد مدقم قاسمی، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر انور سدید و عمرہ میسرانک  
خصوصی دست رکھی جائے اس سلسلے میں انھوں نے اور بھی کئی مفید مشوروں سے نوازا۔ مواد کے حصول میں  
مکمل تبدول کا یقین دلایا

مقبول دہلوی کسی ضروری کام سے چلے گئے تھے حیدر رس قلم جمع (نئی دہلی) کے دفتر میں میری ملاقات  
صاحب سحاری صاحب سے ہوئی تھی جو بیٹے سے طیب اور طبی حریڈے کے مدیر ہیں اتفاق سے اُن کا ایڈیٹر اور  
فول ٹر میری ٹیٹائری میں درج تھا۔ اُن سے ملنے کی خواہش بھی تھی فوں پر بات ہوئی تو انھوں نے فوراً چلے آئے  
کو کہا اور میں تائس صاحب کے حصے لے کر جاری صاحب سے ملاقات کر کے نکل بیٹا

### پاکستان میں دلیبی طریقہ علاج

جاری صاحب کے ہاں جناب ڈاکٹر خاں صاحب سے ایسا کام ہی ملاقات ہو گئی جو پاکستان کے ایک  
معروف طبی سائنس دان ہیں۔

ہندو سال، ماکساں، پیپال، جیس سرے لکھا اور کئی دوسرے دلیتیوں میں دلیبی طریقہ علاج کے  
رائے لکھ کا کافی معقول بھی ہے۔ دلیبانے کئی ترقی یافتہ ممالک میں بھی دلیبی دواؤں اور علاج معالے میں کافی  
دلچسپی لی جا رہی ہے بھارب میں اس طریقہ علاج کے تحت آنورو د اور لومانی دواؤں ہی آتے ہیں لیکن پاکستان میں  
صرف لومانی کسٹم ہے سب سے عرب دلیتیوں میں بھی اس کسٹم کو بھرے ردہ کسے کی کوششیں شروع کی گئی اور اسے  
اسلامی لکھ نام دیا گیا ہے کون کون سے مرقعات لومانی لکے ہے اس لئے قدرتی طور پر صاحب سحاری اور ڈاکٹر خاں

ہو رہا ہے ملکہ قومی رمالوں کو درپیش تعلیم کے طور پر استعمال کا احساس ہے اور انھیں سرکاری رمالوں کا درجہ دیا جا رہا ہے انھوں نے کہا کہ کسی بھی ملک میں مطالعاتی مواد کی فراہمی کا دار و مدار کتابت سے آگاہی پر ہوتا ہے اسے ایک موثر انجینی کی وساطت سے فروغ دینا چاہیے اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے وزارت تعلیم کے تحت اس کونسل کی تشکیل کی جسے تعلیمی پالیسی کے نفاذ، تعلیم کے پھیلاؤ اور تولیدگی کی تحریکوں کا محرک بننے میں ملک میں ہر قسم کی کتابوں کی ضرورت اور اسے فراہم کرنے کا طریقہ چیک ہے جس کے ماتحت خصوصی کیسکی اور سائنسی تعلیم کے شعبوں کی کتابوں کی رسد اور طلب میں مڑا جا رہا ہے، یہاں جو ملک میں کتابوں اور مطالعاتی مواد میں اضافے کے لیے نئی تعلیمی پالیسی میں کئی اقدامات کیے گئے ہیں اس کونسل کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سرے دیات کر کے مرکز کونسل عملی طور پر کیا کر رہی ہے، ماس خاصہ وہاں کونسل قومی کتابت کی ترقی کی پالیسی مرتب کر کے اس پر عمل کرتی ہے اور ساتھ ہی حکومت اور پرائیویٹ شعبوں کے متعلقہ اداروں، مصلحت، ملحدروں کی سیر واراہ تنظیموں کے تعاون سے مصور بندی کرتی ہے انھیں جو مسائل پیش آتے ہیں انھیں حل بھی کرتی ہے کونسل کی طرف سے اس کے معاصر کے حصول کے لیے یہاں مستعد کے حائے ہیں قومی اور عالمی سطح پر کتابوں کی مائتیں مستعد کی جاتی ہیں اور ملک میں معیاری کتابوں کے مصلحت بین کاروں اور مصوروں کی جو مملہ افراتی کے لیے ملک پر ڈکشن ایوارڈ دے جاتے ہیں۔ کونسل نے مصلحت ملک سطر، ملحدروں، لائبریریوں، مصوروں اور ملحدروں کے بارے میں معلومات جمع کر کے ریسرچ ہٹری اور ڈائریکٹری کی صورت میں نتائج کا ہے۔ کونسل کی طرف سے ایک ماہنامہ رسالہ کتابت سانچہ کا جاتا ہے قارئین کو سستی اور معاری کتابت فراہم کرنے کے لیے کونسل کی طرف سے ایک سنڈر کلپ بھی جلائی جا رہی ہے

میں نے تاس صاحب کو مایا کہ بحارت میں اسی طرح کے دو مڑے ادارے اردو میروموشن یورو اور نیل ملک ٹرسٹ آف انڈیا میں ان کے علاوہ دیگر رمالوں کے شروع کے لیے بھی بہت سے سرکاری ادارے ہیں مختلف وزارتوں سے متعلق ایسے ادارے بھی بیچ استاعتی پروگرام چلا رہے ہیں بحارت کی مختلف صوبائی حکومتوں کے مختلف رمالوں میں ایسے ادارے ہیں جو رمال واد کے شعبوں میں بہت معیار کام کر رہے ہیں اور ایسے رسائل و حمیدوں کی تعداد تو بہت سادہ ہے حوالہ اداروں کی طرف سے مافادگی سے نتائج کیے جاتے ہیں۔



میں ہو چکا ہے حالانکہ دورِ رواں میں شاید پہلی بار اس عظیم کتاب کو مستقل کتاب کے  
 خالد صاحب نے حبِ مڑی محنت اور احترام کے ساتھ اس کتاب کی جلد نئے پتے کی تو مری تہائی  
 کی انتہاء رہی۔ انھوں نے ایسی بات حب میں حب گستاخیاروں وید ایشد، سچ ترو غیر مہاں گرتھوں  
 اور ان کے فلسفے کا ذکر کیا تو میرا جی یا کر اُن ہاتھوں کو جو ہم لوں جنھوں نے ”مہا بھارت کتنس مالا“ لکھی  
 مہا بھارت ایک مجیم تصنیف ہے لیکن خالد صاحب نے اس کی تلخیص کی ہے۔ یہ کتاب میں حصوں میں تقسیم  
 کی گئی ہے پہلے حصے میں حکمت کی باتیں درج ہیں، دوسرے حصے میں کتاہیں یعنی کہاں ہیں اور ان دونوں  
 حصوں کے درمیان ترقی کی فصل ہے جس میں جس اسلوب بیان کے نمونے ہیں مہا بھارت سے تعلق رکھے  
 والی مختلف کتاہوں یعنی سمندر متھ کی کہانی، راہ یا ڈو کی کہانی، ارحس اور روتھی کی کتاہ، راہ پرکیت  
 کی کتاہ، راہ دتیت اور شکتا کی کہانی، ساوتری کی کتاہ، کوشک راہیں کی کتاہ، راہ مل کی کہانی —  
 وغیرہ کا بہت ہی خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ دل چسپ کتاہیں ہیں جنھیں صدیوں سے لوگوں نے  
 بہایت دوق و شوق سے پڑھا ہے اور آج بھی مسلسل پڑھا جا رہا ہے پاکستان جسے اسلامی دلتس میں  
 اُردو رواں میں اس کتاب کی اشاعت ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ مسند  
 بھارت کے عظیم فلسفے، سہدیب اور ممدل سے نئی نسل کو رو سناں کرانا۔

مہا بھارت جیسی عظیم کتاب کو اُردو میں منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے اس کی رماں کافی مشکل ہے  
 پہلے تو اس رماں یہ مہارت حاصل ہونی چاہیے دوسری بہت بڑی بات خود کو اس فصاحت ہم آہنگ  
 کرنا ہے جو اس گرتھ پر شروع سے آخر تک چھانی ہوئی ہے خالد صاحب نے اس فصاحت کو ایسے اندر در حد  
 کہ اسے ایسی رماں میں جس جو تناسلونی، مہارت اور خوب صورتی سے اظہار کیا ہے، اُن کی قلبی وسعت  
 اور عظمت ہے

### مہا بھارت کی تلخیص

”مہا بھارت کتنس مالا“ کتاب کے دوسرے باب کی حدِ سطحی طور پر مہاں پتے ہیں  
 مانا، بیتا اور گور و تینوں تروک مروپ ہیں۔ گور و تین قسم کے ہیں۔  
 ایک دوتا پڑھاے والا، دوسرا پتا، تیسرا مانا کی یوحا سے یہ لوک بیتا کی یوحا سے

## پاکستان میں مہاکھارت

۲۔ تنوری کا آغاز ٹھیک اسی طرح ہوا جسے کسی بھی مذہبی عقیدے کو سامنے والا انسان لیے رت جدا، ٹھگنوں یا داہگورو کا نام لے کر دل کا آمار کرتا ہے۔ ٹھگنوں اور داہگورو میں یقین ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس دین میں یا تو کتا ہے اس کا ایک دھما سا احساس جس کے کسی کو نے میں کہیں سنا ہو سکتا ہے لیکن اس احساس نے ایسی حد تک کبھی اختیار نہیں کی جو مجھے کسی مذہبی یا گورو دوارے میں بندے کے لئے جانے کی تحریک عطا کرے کہیں یہاں ایسے کسی عقیدے کی بات نہیں کر رہا مگر اس انسان کی بات کر رہا ہوں خود ہر ایک کے عقیدے سے مسلمان ہے لیکن دیگر مذہبوں اور عقیدوں کے ماننے میں۔ صرف اس کی گہری دل جیسی ہے مگر اس موضوع پر بہت کام کیا ہے میری مراد حجاب عبدالعزیز رحمان سے ہے۔

## مستقل مراجع مصنف عبدالعزیز رحمان

حاج عبدالعزیز رحمان لاہور میں اکہم ٹیکس کسٹر کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں معمولی دہلوی بھیرا طلاع کے مجھے ان سے ملائے صبح ہی ان کے دفتر لے گئے قائد صاحب میرے ام سے واقف تھے میری لاہور آمد کی اطلاع بھی بتایا انھیں اس بات سے مل چکی تھی ایسی تمام تر معلومات کو وقتی طور پر مسخ کر کے وہ ٹرے تپاک سے مجھے ملے اور مالوں میں بکھو گئے۔ اور باتوں ہی مالوں میں پہلی مار بھری رہا رہا ہوا کہ خالد صاحب فرارڈ کے قادر الکلام شاگرد ہیں کہ دیکھنا کہ مختلف سبب آٹھ مالوں پر انھیں غور حاصل ہے ان کی شعری تخلیقات دکنالی شکل میں ان کی تعداد کم و بیش چالیس ہے وہ ایک مستقل مراجع مصنف ہیں انھوں نے دنیا کی کئی مالوں سے عربی، فارسی یا انگریزی کے توسط سے کئی اہم کتابوں، ترجمے کیے ہیں اس سلسلے میں ان کا ایک تری کارنامہ اقبال و عظمیٰ ہے۔ کتاب ان کتاب کا مجموعہ ہے جس۔ سلسلہ علامہ اقبال اور ایسے دور کی انتہائی دہیں خاتون عظمیٰ کے درمیان جاری رہا تھا

مہاکھارت کتب خانہ کے عنوان سے دریاں اردو پاکساں میں ان کی ہی تصنیف تیار ہوئی ہے ملا سہ۔ ایک میں مہاکھارت ہے جو خالد صاحب کے علم ہے اردو ادب کو دیانے مہاکھارت ہندوؤں کا ایک مقدس اور تاریخی گرتھ ہے جس میں ملکہ مسرت کا وہ۔ ایک ہے جس کا ترجمہ دسرا کر کے لکھا

”یہی آئیے ریشل صاحب کی دھکی سے ڈر کر اس سے سادی کی جہ میں بے یوجھا۔“

”ہمیں صاحب! اس کا قطعی نہیں ہے ہیں تو ان کا یہ انداز ٹھایا یا رانگا اس دھکی میں بیار کی شدت تھی کسی مرد کی مردانگی کا اظہار تھا۔ اور میں حوشی ہوئی: ”تیری بہت مرالے کر کہہ رہی تھیں ساتھ ہی انھوں نے ایک دل حسب واقعہ بھی سنا ڈالا۔“ ہمارے لیے بہت جگہوں سے رستے آ رہے تھے ابک صاحب جو بہت تعلیم یافتہ اوصال داشتہ اور کسی غیر ملک میں سکونت پذیر تھے، ہم سے تنادی کر کے سوال ہاں ہوئے مات حیثیت جلی تو اتنی جی سے کہنے لگے کہ وہ ان کی لاڈلی مٹی کو درامی تکلف نہیں ہوئے دیں گے، اس کی ہر خواہش کو یوراکریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر وہ حائیں تو ہم کھانا کھان کے لے تیار کریں گے میں تمام سال، سرباں، ترکار ماں ساما آتی ہیں۔ صرف ایک کھڈی ساما ہیں آتی ہیں وہ بھی ہم سکھ لیں گے۔ ان کی عاتقہء حال میں بہت ترس آیا لکس جلی ہوئی کہ دیکھا اس لیے بھی مردہ ہوتے ہیں۔ ہم نے کہہ دیا کہ لسی مرد سے سادی کر س گے۔ کسی الے رما قسم کے آدمی سے نہیں۔“

اور ریشل صاحب کی تعریف کر کے لگس تو وہ اٹھ کر اوپر لے کرے میں چلے گئے لیکن ریشل کہتی گئیں۔ ”عشق کر ہا ہمارا کروری ہے۔“ لکھ عشق ہمارا روح ہے یہا عشق میں لے ایی ماں سے کما، پھر جس سے کما، یہی سے کیا، سبتانی سے کیا اور پھر جس سے کیا جس میں ہمارا مرد ہے مجھے اس کے اٹھڑ میں سے بیار ہے۔ وہ ٹرا صدی ہے۔ اس کی مدد میں مجھے بیار ہیں وہ خدا ہوتا ہے خدا کا ما ہے میں اس کے آگے ٹوٹ گئی ہوں، مٹ گئی ہوں، لیکن اس شے میں مجھے بہت کچھ حاصل ہوا ہے۔ وہ انتظار دیتا ہے تو میں اس انتظار سے افسانے مٹی ہوں وہ خدا ہوتا ہے تو میں خدا کی لکھوں کو گھڑیوں کے فلم سے مجھ جس کر کا عید سبتانی جلی جاتی ہوں اور اس کا وصل میرے لیے ہماروں کے وصل سے کم نہیں ہوتا اور میرا فلم بھول لگتا ہے اور اٹھی داس بھولوں سے بھرا بھی ہیں کہ وہ چلا جاتا ہے اور پھر انتظار کی رت آ جاتی ہے خدا کی کو موم تو ان ہو جاتے ہیں اور میں خدا کا سکر ادا کرتی ہوں کہ خدا کی نہ ہو تو میں کے مرے ہیں آئے۔“

داس کے ارہ بچ رہے تھے اوصاحول ریشل کی تحصت کی خوشنوائیوں کا سحر یا بھر پور تسلط قائم کر چکا تھا۔ لیکن سب کو سو کر صبح جلدی اٹھنے کی محوری درمیان میں اٹھڑی ہوئی اور سب بکیر کہتے ہوئے ہم ایسے ایسے کرے کی طرف بڑھ گئے۔

۵۔ ادکے ماتے میں ایک سوال اور۔۔۔۔۔ ایکساں میں نے تمہارے ٹائٹل تانے ہوتے ہیں اور ان میں جو آئیں گے لے ڈائٹٹل جو ہیں ان کی تعداد بہت سادہ ہے حالانکہ ادنیٰ پر یہ بھی تانے ہوتے ہیں ادکے توالے سے تعداد حصرات ڈائٹٹل قسم کے پریوں کو اہمیت ہمیں دیتے یا یوں کہیں کہ اہمیت وہ دوسرے درجے کے پر یہ تسلیم کرتے ہیں نقد لوگوں کے لفظ طرے سے اسے پریوں میں نہیں کیا آپ کی ادنیٰ حیثیت اور مقام کو کم نہیں کرتا؟

نٹری لٹھ کھر کے لے حاموٹ اور حیدہ ہو گئیں اور پھر کہے لگس۔۔۔۔۔ اگر نہیں یہاں کے نقد حصرات، ایواں ادکے جید ٹرے ٹرے ماموں یا دوسرے ایسے لوگوں کے ماتے میں کچھ کہہ دوں تو مجھے ادنیٰ گروہ مدی میں گھسیٹ لیا جائے گا، جس سے میں ہمتہ ایسا داس سیاتی آئی ہوں یہ سر رگ لوگ میں میں اُن کا احترام کرتی ہیں۔۔۔۔۔ لکس نہیں یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ڈائٹٹل دوسرے درجے کے پر یہ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ حاص طور سے وہ جس میں میں پختی ہوں ان پریوں کی فائیس دیکھیں تو حقیقت سامنے آتا گی کہ بہت بڑے ادنیٰ مام بھی ان میں پختی مل جائیں گے کما وہ بھی دوسرے درجے کے ادیب ہو گئے۔۔۔۔۔ میری ادنیٰ حیثیت اور مقام کما ہے۔۔۔۔۔ اس سوال کا جواب میرے لاکھوں فائیس کے پاس ہے جس کے لیے میں لکھتی ہوں اور جو مجھے احترام اور محنت سے نوازتے ہیں؟

نکس اور نٹری رٹن مام کر رہے تھے تو پھوڑی دمر کے لیے مساں رٹن صاحب بھی تشریف لے آئے ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حال نوچھ کر نٹری سے میں نے پوچھ لیا۔۔۔۔۔ "رٹن صاحب سے آپ کی سادی مرض سے ہوئی یا والدین کی طرف سے طے کی گئی تھی؟"

نٹری نے رٹن صاحب کی طرف دیکھا اور رٹن صاحب کی لگا ہوں نٹری کی حاص اٹھ گئیں اور پھر دونوں ساتھ ساتھ مسکرا دے۔

"سوال رٹن صاحب ہی سے پوچھیے؟" نٹری نے کہا اور میری رٹن صاحب کی طرف لکس۔

"اکٹھ مل داساں ہے حاص،" کہے ہوئے رٹن صاحب نے ای ایک طرف محنت کی سادی کہانی سادی اس کہانی کی مکمل تفصیل اس کا اندازہ نٹری کے ان حیدر العاط سے لگایا حاص کتا ہے وہ کہہ رہی تھیں۔۔۔۔۔ "رٹن صاحب نے دھکی دی تھی کہ اگر ان کی سادی مجھ سے نہیں کی گئی تو وہ مجھے (نٹری رٹن کو) امر دہستی اٹھا کر لے جائیں گے؟"





ٹوٹے سمجھوتے ہیں۔ تمنا میں جوئے دل بدل کر سانس آتی ہیں ہم کچھ اور سوچتے بیٹھے ہوتے ہیں اور حالات کچھ اور ترس آجاتے ہیں تنادی سے پہلے کسی بھی لڑکی کو مرد کی قدرت کے مائے میں کچھ علم نہیں ہوتا وہ لوکلہ جانتی ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے خوب صورت مرد و سب مکھ چھوڑا ہے کہ سمجھ جاتا ہے توڑ کھوڑ کے ساتھ تخلیق کا عمل شروع ہو جاتا ہے یوں عورت کو سمجھنے کے ساتھ جیسے کا حوالہ مل جاتا ہے پہلا یکتا یا شکل مٹی ہے اور روح بدور بھی۔ اسی دلوں چھیر کھلا کر عورت کا میا دی کام کیجے میدا کرنا اور اچس بالہ ہے میں نے لیے بچوں کی بروئرس خود اپنے ہاتھوں سے کی ہے میں نے کھی آیا نہیں رکھی کیوں کر میرا خیال ہے کہ مال کے ہاتھوں کا لمس بچوں کی سوں میں ٹرا کام کرنا ہے اور کچھ گھر کا کام کرے سے رنگی کے تحریات میں عفت عریضہ کا اضافہ ہوتا ہے۔ "تسری رنگی کے فلسفہ پر ایمات کہے جارہی تھیں۔۔۔۔۔ تنادی کے پہلے دس سالوں میں صوبہ جاری کیجے پیدا ہوئے اور میں ال میں کھو گئی مگر طرہ تناسیب بھی تو ہے کہ حساس لوگوں کی رنگی میں دلہریں متواری جلتی رہتی ہیں اندر کا عمل جاری رہتا ہے۔ ٹوٹ بھوٹ کسی صورت اپر آتی رہی ہے اس نے سوتے اور لکھے کا عمل جاری رہا۔ حالانکہ اس کرناک کعبہ کو ختم کرنے کے میں نے لاکھ تن کے گردل میں جلتے والا دیا کھی نہ بکھا اور بھر ایک ماہ رہی ہے کہ حساس لوگوں کی رنگیوں میں ٹرے کڑے موڑ آتے ہیں اور یوں لگتا ہے قدرت ہمارے ساتھ ٹرا ظلم کر رہی ہے مگر صبا ان کڑے اور کٹھن راسوں سے گد رے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ قدرت کا کوئی کام مصلحت سے جالی نہیں ہے کیوں کہ کٹھن مرحلوں سے گد رے بعد سوچ میں بھگتی آتی ہے کہ قلم میں روائی۔ ستادہ سے اور تحریر کی بہت سی سرلیں طے کرے کے بعد ہی عرفاں و آگہی حاصل ہوتے ہیں۔"

"اچھا تسری! آبیہ تائیں کہ آپ کو اتنی تہرت ملی آپ کا غموس کرتی ہیں؟" میں نے سوال کا حوالہ میں تسری نے لے ساحتہ یہ شعر بڑھ دیا

"سواہل دل میں ٹرا جاتی ہے آسرواں کی سوئے شعور میں ال کو حرا کرتی ہے

مجھے تہرت سے ایک ہی تحریر ہوا ہے کہ کم طرف دوسرا دھم جو جاتے ہیں اور عالی طرف دھم دوست ل جاتے ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے ادب کے حوالے سے جید باتیں کرنے کی خواہش غموس کی اور یو جھ لیا۔

"آئیے پہلا افسار ک لکھا؟"







راہ و رسم رکھا کرو۔ مشہور لوگوں کو قریب سے دیکھو اور عظیم التالوں سے حط و کثات کما کرو۔ اس طرح تم بہت کچھ سیکھو گے۔ آج ہی علم اور تحریک کا سمندر تھے مگر اس صوبہ میں اس کچھلے کا وقت آیا تو وہ تیسری سوکھ گیا اور پھرتی جہاں تو واقعی اللہ کے نور کا ٹکڑا تھیں ایتار و محنت میں گدھی ہوئی اگر کبھی میں ان کے ماتے میں لکھا جاؤں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں ابی رگوں کا حوصلہ جوڑ کر اس کی سیاہی سالوں اور دلوں آنکھوں کو قلم کی نوک سر رکھ دوں، اب بھی میں ان کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ آج میں جو کچھ ہوں انہی کی دھ سے ہوں میرا یا تو کچھ بھی نہیں دماغ میں ہے اسے ماتے لیا اور سور و گدار کا تراہ مری ماں بے دابہ

\_\_\_\_\_ مخلص قلم چلائے سے کوئی ادیب س سکتا ہے۔

ماں میں کھوئی نشتر کی کم آنود آنکھوں میں عقدت اور محنت تھی میں نے مات کا رُخ موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ \_\_\_\_\_ آگے انسانوں اور مادیوں میں محنت کرے والے ظلم کرنے والے اور ظلم سہنے والے کر دار ہوتے ہیں مرد ظالم اور عورت مظلوم نظر آتی ہے۔ \_\_\_\_\_ اساکوں ہے؟

”ظالم اور مظلوم کے علاوہ بھی تو بہت کچھ میرے کر داروں میں ہوتا ہے لیکن جہاں تک عورت کی مات ہے اسے معاملہ کرنے کی تربیت ہونی چاہیے۔ \_\_\_\_\_ مگر حالات کا مقابلہ کرنے کی تربیت بھی چاہیے، تو ہر کا نہیں۔“

”کیا تو ہر مرد نہیں ہوتا؟“

”یقیناً ہوتا ہے، لیکن پہلے وہ سوہر ہوتا ہے۔ \_\_\_\_\_ عورت کو ہر قسم کے حالات کا معاملہ کرنے کے لئے تیار رہا یا ہے مگر توہر کی سراسر ہی نہیں کرنی چاہیے جہاں تک عورت کے سداقت کرنے کی مات ہے، یہ تو عیس عادت ہے۔ \_\_\_\_\_ مائیں سے مڑا کر تخیل کا کرسم اور وہ بھی تو عورت ہی بہتی ہے۔ \_\_\_\_\_ یہاں یہ سب سے سادہ راستہ کرنے کا مطلب تخیل، سداقت اور فراست ہے۔ \_\_\_\_\_ انکساری اور ظلم تو عورت کی بنیادی خصوصیات ہیں اور وہ ایسی انہیں عویوں کی وجہ سے ظالم سے ظالم مرد کو بھی حسیب لیتی ہے۔“

حسب محنت کرنے والے کر داروں کی مات کرتے ہیں تو ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت ہوتی

ہے۔ \_\_\_\_\_ اس کے رویہ مختلف ضرور ہو سکتے ہیں مرد اور عورت کے تعلقات کے موضوع سداقت ملکی تو نشتر کے ظلم کا جس کی عورت کو آگے کے لیے میں نے اسی موضوع پر مات حیات جاری رکھی \_\_\_\_\_ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب مرد محنت کرتا ہے تو یہ اس کی زندگی کا حصہ ایک واحد ہوتا،

## ایک مکمل حاتون — بتی رحمت

مات حیات کا سلسلہ جب چل ہی نکلا تو ہم نے سوچا کہ کیوں اس قدر تیزی سے انا قاعدہ اثر ڈلو کر لیا ہے اور  
میں نے مات حیات کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کہا — ”آپ کو کیسے اندازہ ہوا  
کہ کھارت میں قارئین نے آپ کے ماولیٰ پسند کیسے ہیں؟“

”میرا ایک ماولیٰ لگن، ہندو سا یار (اردو) پچاس کیری (ہندی) اور گنگائی (بیمانی) ہیں سلسل  
پچپ چکا ہے۔ اور دوسرا ماولیٰ ”لاروالہ“ تینوں اسراروں میں اس دنوں پچھپ ہا ہے میرے پاس رو رہی  
ایک بڑی تعداد میں ہندوستانی قارئین کے خط آتے ہیں جو اُڈوا اور انگریزی کے علاوہ ہندی اور پنجابی  
سالوں میں بھی لکھے ہوتے ہیں۔“

”انگریزی اور اردو ماولوں میں لکھے خط تو آپ بڑھتی ہیں لیکن ہندی اور پنجابی سالوں میں  
لکھے خط کا آپ کیا کرتی ہیں؟“

”ایسے بے شمار خط میری فائلوں میں محفوظ ٹھہرے ہیں۔ اب میں آپ کے خط ہواؤں گی۔“

”مجھے حوتی ہوگی۔ لیکن کیا آپ ایسے قارئین کے خط کا جواب دیتی ہیں؟“

”اس قدر مصروفیت کے اوچو دمری بھی کوشش ہوتی ہے۔“

اب مات حیات کا روح ادب کی طرف مڑ گیا تھا

”آپ کو لکھے بڑے کا توفیق کس کیسے اور کہاں ہوا؟“ میں نے سوال کیا

”ہمارے گھر کا ماحول بدھی ہونے کے علاوہ تنازعہ اور اداسی بھی تھا ہم کچھ بکھائی نہیں۔“

مجھے ادب کے جذب میں چھوٹی تھی تو اتنی اکتانہ ہمارے ساتھ ایک سلسلہ لگاتے تھے۔ اُنھیں توفیق

نہا کر ان کے نئے علم حاصل کریں، لطیف ہیں، ادیب تنازعہ میں اور دُعا میں ہم پیدا کریں۔ مری

میں درخت تنازعہ ہیں اُن سے انا قاعدہ ترنہ سے تعریف اور اچھے سر پر انعام بھی دے میری اتنی بھی ساعہ

تھیں سال سے ان کا کلام سنتے سالہ مساعروں کا اہتمام کرتے اُن کا ایک کتب خانہ بھی تھا جس میں دُعا مگر

کی کتابیں مری ہوتی تھیں وہیں سے بہت چھوٹی عمر میں مجھے بڑے کی کتاب لگتی تھی اور اتنی میری اس

عادت کو بے حد پسند کرتے تھے وہ ہمیت نہ کرتے تھے کہ لکھنے والوں کی صحبت میں بیٹھا کروڑوں لوگوں سے

ماتیں کرتے رہتے

"سادہ حالات اس کے برعکس ہو گئی ہیں بے ٹوک دیا

بعضی — "نُسرَی کا چہرہ سوالیہ شاں بن گیا۔

"ماتیں وجہ بھائی نے نہیں، آٹے کی ہوں گی" میری مات سُتے ہی نُسرَی کھلکھلا کر ہنس پڑیں —

کہنے لگیں — "شاید یہی ماسٹہ، — — — وجہ صاحبِ واقعی کم گو ہیں لیکن ہیں بڑے مہربان آدمی"

میرزا تو بیٹنی قسم کی حیریں ہوتی ہیں لیکن مسٹر وے تو اس قسم کی کوئی حیر نہیں ہیں — بہت سارے سادے آدمی ہیں، مہذب دھمے دھمے ماب کرتے ہیں — دھیمے سے ہستے ہیں بلکہ صرف مسکراتے ہیں۔

"کسی کی شخصیت کا یہ دیھانیں بھی تو مرے دار ہوتا ہے — جس طرح ہر چیز اور ہر بات کا ایک ایک لنگ مرا ہوتا ہے —" اور پھر نُسرَی نے وجہ بھائی کی دھیمی، سیدہ، میر حلوص اور خوب صورت شخصیت کا مکمل بحرِ رعیتیں کر دیا، مجھے اندازہ ہوا کہ نُسرَی اُن سے کافی متاثر ہیں۔

"وجہ بھائی کے لمبے میں آئیے نہ تاثرات اس لیے ہو نہیں سکتے کہ انھوں نے ایسے احاروں میں آئیے کے مادل تانے کر کے لاکھوں ہندوستانی قارئین سے آئیے کو صرف معارف کرایا ملکہ وہاں سے بے مبالغہ شہرت بھی دلائی" میں حاما تھا کہ سوالِ نُسرَی کے مراح سے میل نہیں کھاتا لکس جاں کو چھ کر انھیں چھڑے اور گردے کے لیے میں نے مات کہہ دی قدرتی طور پر نُسرَی پر شدید اور فوری ردِ عمل ہوا۔

"وجہ صاحب کی شخصیت میں بسا ایک کھلا اور اچھا انسان تھا مجھے ملا تھا صاحب میرا کرتیج بھی اُن کے احاروں میں نہیں آتا تھا — ایسے احاروں میں مسلسل اشاعت کے لیے انھوں نے مرے مادل کی وراثت کی تھی۔ وہ اس کا معاوضہ بھی دے جایا کرتے تھے لکس ایسا مادل لگے، میں نے بطور تحفہ انھیں پیش کیا تھا — صرف انھیں ہی نہیں بلکہ ایسے ہندوستانی قارئین کے لیے ایسے احاروں میں انھوں نے مادل تانے کا اور لاکھوں بڑے والوں نے میری تحریر کو پسند کیا وہاں جو شہرت مجھے ملی، وہ مرے فلم نے مجھے دلائی" اس سوالی آواز میں زورِ ناکر نہیں تھا بلکہ ایک لساؤ سا سو اس کا حوس کا رازہ ایما مداری، محنت اور لگن کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے نُسرَی کے فلم میں واقعی اسی ملاف اور کستس ہے جس نے اس کے لیے بے مبالغہ مقبولیت حاصل کی ہے۔ اس وقت بھی وہ تو اس نُسرَی کی آواز میں تھا —



درمیاں کتابوں اور رسالوں کا تبادلہ نہیں ہوتا اس حالت میں دونوں ملکوں کے فارمیں کے درمیاں مقبول احمد دہلوی ایک ادبی دنیا کی تہنیت رکھتا ہے وہ رورائز تنگ کے ثقافتی ایڈیٹس سے بھی وابستہ ہے۔ ایکسانی صحافت میں اس کی اہمیت اور افادیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ہندی سماں کو بھی جانتا ہے۔ ان تمام اوصاف کے علاوہ مقبول میں ایک بہت بڑا وصف اس کی ہمساری، خوش حراتی اور حلیمی ہے اس شخص کا میں خاص طور سے احساں مند ہوں۔ اس لیے کہ میری ذاتی لائبریری میں جوئے تیار پاکستانی ادبی مطوعات ہیں، ان میں سے مشتر مقبول احمد دہلوی نے وقتاً فوقتاً مجھے ارسال کی ہیں بغیر کسی فائدے کے دوسروں پر محنتوں اور رعایتوں کا قرض لادنے کا توقع جس حد لوگوں کو ہوا ہے مقبول احمد دہلوی ان میں سے ہی ایک ایسا انسان ہے۔

اور اس بھلے انسان سے کھل کر باتیں کرنے کا موقع مجھے آج ملا تھا حالانکہ گزشتہ کئی دنوں میں ہم کئی بار ایک دوسرے سے ملے تھے گھنٹوں ساتھ بھی رہے تھے لیکن رطابتیں محفلوں مذاکروں اور دعوئوں ہی میں ہونی تھیں آج کی بات اور ساتھ کا سلسلہ رات کے کھانے تک جاری رہا اور پھر آج والے کل کی صبح کو ملے کا وعدہ کر کے وہ روانہ ہو گئے۔

### دکرجناٹ و سچے چوپڑے کا

آج وقت تھا، موقع بھی تھا اور ماحول بھی، کھانے کے بعد دیگر گھر ملو کام کاج سے فارغ ہو کر نٹری راتوں کے موڈ میں دکھائی دیں حیدر ور قتل اس گھر میں بطور بھان میں آیا تھا نکل اس بھان چوڑے کا احساس نہیں رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں اسی گھر میں رہا ہوں اس کا ایک فرد ہوں۔ اس گھر کے سبھی ماسی مرے اپنے ہیں۔ اور اس گھر کی ہر چیز سے میں مالوس ہوں۔ کسی طرح کا کوئی تکلف نہیں تھا، گھلا میں تھا۔ سوتلوں کو دل و دماغ میں رچ بس گئی وہ محنت بھی حوسماں رچل سے کر گھر کے لوگوں تک کی باتوں میں یہاں تھی۔

نٹری راتوں کے سبھی مرے کمار (ایڈیٹر و رائے) ہمد سہاچارہ خالد صرام کا ذکر بھی پڑا جو گزشتہ کرسسے دورہ پاکستان کے دوران انھیں ملے تشریف لائے تھے اتفاق کی بات تھی کہ رائیگت میں اسے سائے بیٹے صومے پر جس جگہ اس وقت میں بیٹھا تھا نٹری نے بتایا کہ وہ بھائی بھی اسی جگہ ملے گھنٹوں ان سے

جیدل کا اصلی نام تقریر ہے لیکن سترنی ہیئت اُسے جیدل ہی کے نام سے یاد کرتی ہیں یہ نام نئے ہی بنا  
 بیارالگ گائیں گے محسوس کیا کہ پروان بڑھ رہی اُس کی عمر اور شخصیت پر ایسے اتانے ہی جتن صاحب کا زیادہ اثر  
 ہے اُس سے تھوڑا عمر بھائیوں میں سے الگ ہے اسے میں نے پیرس کا نام دیا ہے اُس کی عادتیں باتیں اور  
 توجہاں تہرادوں جیسی ہیں سے تھوڑا محسوس ابھی بہت تھوڑا ہے لیکن سنیے نے حد میں اور بہت ملے ہیں

### میر کے ادب دوست

مجھے یاد آیا کہ میر میں یاکتاں کے لئے روار بڑھا تو کرس ادیب نے مجھے صاحب طور سے کہا تھا کہ لاہور میں  
 داتا گنج بخش اور حضرت مسلمان میر کے مراؤں میں اُس کی طرف سے خاصی ضرور محروم یہ فریضہ بھی میں نے  
 اسی نے انجام دیا مارا مارا کلی کی رونق بھی دیکھی اور تمام ڈھلے صاحب گھر لوٹا تو وہاں مقبول دہلوی حضرت خطرقے

### ذکر مقبول دہلوی کا

میں نے اب کے ساتھ انصاف نہیں کروں گا اگر مقبول دہلوی کا ذکر کروں مقبول کا تعلق دہلی سے ہے  
 تقسیم وطن کے دور میں وہ یاکتاں ملا لگا اور وہیں کا ہو کر رہ گیا یاکتاں میں وہ دوسرا شخص ہے جس سے میر  
 ملازم بہت پُر ہے ایک ڈاکٹر و راجا صاحب سے میرے تعلقات مرحوم دوسرا صاحب مہدی علی صاحب کے توسط سے  
 پیدا ہوئے تھے جس کی عبارت اٹھا دیا میں برس ہو رہی ہے مقبول سے میرے ملازم کی عمر بھی دس ماہ سال اپنی  
 ہے اصلہ کی وراثت میں اس کا پہلا سطر مجھے تب موصول ہوا تھا صاحب وہ تو انہیں کے ایک ڈاکٹر کا مددگار  
 تھا اُس کے بعد سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے مقبول ویسے تو یاکتاں کے ایک ایک میں آہیر ہے لیکن اس  
 صحافت اور ادیبوں صحافیوں کی قطار میں بھی وہ شریک ہے وہ مہدی صاحب کے سپہرادی حرم سے ماہر مسوی  
 صدی، نئی دہلی کے لیے بطور سائنسہ یاکتاں میں ایک طویل عرصے سے امادنی مرض ادا کر رہا ہے یاکتاں  
 کے سائنسہ قلم کاروں کی خوب صورت تعلقات میں مسوس مہدی اور بعض دیگر ادنی حریوں کے درجہ جو کھاتی  
 قارئین کتب زمینی ہیں اس کے پیچھے مقبول کی محنت اور بھاگ دوڑ ہوئی ہے لاکھوں بھارتی قارئین کی ادنی  
 پیاس بجھانے کے لیے مقبول یاکتانی افسانہ نگاروں اور تنازعوں کے پیچھے بھاگتا ہے اُن کے بحرے مرداشت  
 کرتا ہے لیکن یہ توں کا محسوس کرتا ہے اور یہی کام ہوتا ہے تجارتی سطح پر بھارت اور یاکتاں کے



ہیں اس مقصد میں حائیں تو اور جہاں کی قمر بھی ملے گی جس پر نہ بھول ہوں گے ہر چراغ — یہ ہمیں ملے گا  
کے حکم کی وجہ سے ہے اور یہ حکم اب بھی چل رہا ہے اور جہاں کا تعجب ہے

سربراہ اعریاں نے حیرانہ لے سکے سے میری روار سورہ صدمہ لے سکے  
معلوں کے دور میں لاہور کو مرکز کی حیثیت حاصل تھی ہمایوں کے دور میں یہ تہہ تہہ توڑتوں کی آماجگاہ  
رہا جیسا کہ آج تو اس نے بڑے قلعے کو تختہ کرایا اور لاہور میں توڑیں دگئیں یہ قلعہ بعد میں بھی توڑتوں کو  
دمانے کے لیے ہی استعمال ہوتا رہا۔

لاہور پرنسپل سے پہلے علی اور تعلق حامدانوں نے ڈھائی سو سال تک حکومت کی معلوں کے بعد سکھوں  
امپارہ رحمت سکھ اور پھر انگریزوں نے کئی سال تک ایسے تحت و تاج کے ساتھ راج کیا سہار سکھوں کی  
تسانی مہاراجہ رحمت سکھ کا مقصد سے محاب تک قائم ہے۔ انگریزوں کی تسانی ملکہ کا مت بھی محمود علی کے  
اس تہہ میں توڑ دیا گیا۔

لاہور تہہ جنگ آزادی کا تہہ ہے متحدہ ہندوستان کے زمانے میں انگریز کے خلاف آزادی کی لڑائی میں  
اس تہہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

لاہور تہہ تحریک پاکستان کا بھی تہہ ہے۔ ۲۳ رات ۱۹۴۷ء کو اس تہہ کے سٹوڈنٹس میں پاکستان کے  
لیے قرارداد پاس ہوئی تھی آج اس مقام پر سیار پاکستان فیچر ہے اور اس یارک کام اقبال یارک کھا گیا ہے پہلے  
اس کا نام انگریزوں کے لارڈ سٹوڈنٹس کا نام پر تھا — اس لارڈ سٹوڈنٹس کے نام پر نہیں جو سمرالہ (محارقی پنجاب) میں پیدا  
ہوا اور پھر لارڈس سے مل کر دہلی اور ممبئی ہوتا ہوا لاہور آ گیا تھا اور محراب میانی صاحب کے قبرستان میں ہزاروں  
میں مٹی کے نیچے سو رہا ہے۔ اسی سال صاحب میراں گت شخصیات جو جواب ہیں۔

لاہور راج و مہاراجہ شخصیات کا تہہ ہے — دانشوروں، فن کاروں اور شاعروں کا تہہ ہے  
اکبر کے دور میں غزنی اور صفی اسی شہر میں رہے پھر علامہ اقبال اسی شہر میں آئے مولانا احمد علی لاہوری مولانا  
مودودی مولانا طاهر علی خاں، عبدالرحمن چغتائی، توحید قس قاسمی، بیٹرس، قصص اور حقیقت — ایک طویل  
سلسلہ ہے اقبال لاہور کے رہنے لگے لاہور کے ہو گئے۔

لاہور متحدہ ہندوستان کا ہالی وڈ بھی تھا فلمی دنیا میں اس کے ایک ٹرکھ کر سارے میں جیکے اور بے شمار  
کامیاب فلمیں بھی ہیں میں۔

کہتے ہیں کہ ہر مہینہ تہہ کا ایک مہینہ ہوتا ہے۔ لندن کا ٹیمپل، بیرس کا سین، میویارک کلہڈس  
 وائٹنگس لاہور ٹوٹیک، اگرے کا سما اور میور کا مار سب دریا ایسے ایسے تہہ کے ساتھ ہدیوں سے مہر ہے  
 ہیں لیکن لاہور کے دریا راوی کی ادا راوی ہے۔ رُوٹھ کے دُوریلے حائے اور پھر خوش محنت میں یاں آجانے کی  
 اداس اسی دریا کی ہے کبھی راوی تہہ کی پھیل کے ساتھ ساتھ بہا تھا پھر جب ایک اور رُوٹھ کر دُور گیا تو  
 اہل لاہور نے اُسے مڑھا راوی کہا شروع کر دیا مصر کے میل اور یورپ کے میلے ڈیبوس کا یاں میلہ نہیں لیکن لاہور  
 کے شمس میں اعداد کرنے والے راوی کا یاں کلائی رنگ کا ہے۔ گلابی گلاب حسیا

اس تہہ میں ہر تہہ رنگیں ہے۔ لاہوری دروارے پر پھیلی کھائیے تو مہرِ رنگ میں رنگی ہوئی چھائے  
 جیسے تو معلوم ہو کہ دودھ کو گلابی رنگ میں رنگ لگا ہے۔ مونگ پھلی یا جیسے کھانے تو وہ بھی لال تباہ  
 لیے کر راوی جس تہہ کا دریا ہے وہ رنگوں اور رنگینوں کا تہہ ہے سست کے موسم میں تولہ پور کا آسمان تک سستی  
 رنگ کا ہوا تھا ہے سست کے دل پور لاہور تہہ لگیں اڑاتا ہے اور تہہ لگیں ٹوٹا ہے

ہر تہہ کے نام کی ایک تاریخ ہوتی ہے اور حوں حوں وقت گزرتا تھا ہے اس مارے یہ کہا یوں کے رہے  
 بڑے حائے ہیں اسی طرح کی ایک کہانی ہے کہ ایک مختار ادا اس کے دو بیٹے ایک بیٹے اسے ام میں سے لاہ  
 دیا اور دوسرے نے ہورے حب راہے دونوں حصوں کو جمع کیا تو لاہور میں گیا اور پھر یہی اس تہہ کا  
 نام س گیا اسے بعد میں تانہ راویوں نے کئی مار مار کا ۷۲ بھری میں یہ تہہ خدائی کے حاکم کے ماتحت تھا پھر طمان  
 کے حاکم نے کوئی حطائی اور طمان لاہور کے حاکم کے ماتحت ہو گیا۔

لاہور مارکی جنگی مقامی، ادنیٰ، روحانی اور سستی شہر ہے اس شہر میں عالم اسلام کی سستی مڑی  
 مسند، اداسی مسد کے نام سے موجود ہے یہ مسد سادگی اور سادگی کا ایک خوب صورت اور عہد ہورے  
 اداسی مسد عالمگیری مسد بھی کہلاتی ہے۔ کیوں کہ اسے محلِ بادشاہ عالمگیر نے تعمیر کرایا تھا۔

لاہور کی پہلی مسد ۹۱۲ ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے ایسی فتح کی یاد میں تعمیر کرائی تھی اس کے بعد بہا  
 سیکڑوں مسدیں میں جس میں مسد سب بھر بھی شامل ہے اور کہتے ہیں کہ اسے راب بھر میں تعمیر کروایا تھا اور جس کے  
 مہاروں میں اقبال اور گلابی ہلوں بھی شامل تھے اسی مسد کے نام میں اقبال کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

مسد تو مادی تنہ بھر میں ہماں کی ہلاکتوں میں ایسا ٹرایا بی ہے سرتوں میں ہمارے سرتا  
 بادشاہ ہما گھر کا مقبرہ بھی لاہور میں واقع ہے۔ کھوڑوں کے احاطہ میں گھری ہوئی اس عمارت میں چار

بھائی بھارت کو شہر بھائی کی دہرداری سمجھائی جائے اُنھوں نے گدستہ دلوں ایسے بھارت دوسرے  
کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس اُن کی ملاقات بھارت کے راستہ سے گئی گیانی دل سنگھ سے ہوئی تو میں نے بھی تا  
اُنھیں کہی تھی آؤ دیر بھی کہ نہ

”تیرے ساتھ ساتھ کے روم“ سے دُکھ دی تینوں ہی دسا

تسری نے اسی مات کچھ اس انداز سے کہی کہ مسکالوں کی سرسوں کل اُنھیں ماب جیت کا رخ بدل کر  
تسری کے بھائی دوسرے کی طرف مڑا گیا۔ یہ دھان منتری راجیو گاندھی سے ہوئی ملاقات راستہ سے  
مغل گارڈز کی صورت میں سیٹھی دہلی کی کہا گئی بھارت میں جمہوری آزادی، تنوع کے مدیر  
یوس دہلی کی ہلکی ٹھیک ٹھیک روم رورہ ہندی احمد سما کی سیری (دہلی) کے ایڈیٹر اور مشہور  
احرار یوس مرحوم ریشی کے لڑکے اتونی مینا سے ہوئی ملاقات بھارت اور پاکستان کی عورتوں کے  
خس کا مورہ — اور رہائے دہلی سے والہ کتی یادو کی دکر تسری نے کیا اسی دوران میں جس  
صاحب تیار ہوئے کے لیے اُٹھ گئے شاید اُنھیں کہیں جانا تھا تبھی اکادمی ادبیات پاکستان کے سیر میں جانا  
علامہ ربانی اگر دتھ لے آئے۔ وہ ملدی میں تھے بھر بھی کچھ دسراں سے رسمی باتیں ہوئیں اور چلتے  
وقت اُنھوں نے مجھے رولپنڈی آئے کی دعوت دی

آج کا میرا کوئی طے شدہ پروگرام نہیں تھا۔ تسری جس کو ایک سرکاری میٹنگ کے سلسلے میں کہیں جانا  
تھا مجھے جیسا کہ پاکستان دوستوں سے ملنا تھا جس کے لیے میں بھارتی دوستوں کے بیچانے کر گیا تھا۔ لاہور  
دیکھے اور گھومنے کی تمنا بھی تھی مگر حامداں کے کئی افراد کا تعلق لاہور سے رہا ہے اس سبب رگزاراں کے  
قہقہے اُن سے آئے ہیں اس نے آج کا پروگرام میں نے اسے طور پر وضع کر لیا۔

## رنگیں سو کا ریدہ دل سبھرا لاہور

ایں دن بھر کی عروقات سے مل آئے لاہور کی باتیں کریں عظیم سرور کے حوالے سے اس سبھرا کا ذکر کچھ  
یوں ہے۔

”لاہور جس ایک شہر ہی نہیں ایک کس ہے — لاہور شہر رگزاراں ہے — لاہور  
رنگوں اور رنگینیوں کا ایک مدہ دل شہر ہے۔“

بیٹے اہل کو میں نے خطوط لکھے۔ بھارت میں بعض دوستوں کو بھی مختصر طور پر خطوط لکھے۔ احکامات کی ورق گردانی کی اور پھر ہم لوگ ماتے کی میر پر جمع ہو گئے۔ جیتے ہوئے ملک کی باتیں ہوئیں۔ ادب اور ادیبوں کی باتیں ہوئیں۔۔۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان میدا ہو رہے دو ستارہ اور خوش گوارا سول کی باتیں ہوئیں ماں بھائی صاحبے ہوا ملک کا رزاری آدمی ہیں اسے مقطر نگاہ سے دونوں مالک کے درمیان بہتر تعلقات کے قیام کی ضرورت پر بہت تفصیل سے مات حیثیت کی۔ رحمن صاحبے قبول کیا کہ بھارت ایک مٹا دینے والی ہے وہاں ہر میدان میں قابل قدر ترقی ہوئی ہے۔ خاص طور سے صنعت کے شعبے میں بھارت نے بہت تیزی سے ترقی کی ہے حکم اس میدان میں پاکستان کی ترقی کی رفتار کافی مدہم ہے بھارت میں صنعتی میدان اس کے بہت بڑے بڑے ایسے برادریٹ میں سن کے قیام میں سوویت روس نے ٹیکنیکی لحاظ سے بہت مدد کی ہے۔ جس صاحبے حال تھا کہ صنعت کے ان مختلف شعبوں میں بھارت خود کفیل ہو رہا ہے اور تباہی و تخریب ہی وہاں صنعتی میدان پر آتی مڑھ جائے گی کہ مڑا دیت کے لیے اُسے مڈیوں کی ضرورت ہوگی اُن کا خیال تھا کہ بھارتی صنعت کا یہاں ایسی مالک کے صنعت کا جو حال تیار کرتے ہیں بھی وہ یورپ کی مڈیوں میں بڑے مالک کی صنعتی اسٹاٹ سے مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے لاری ہے کہ بھارت اور پاکستان میں زیادہ سے زیادہ بہتر تعلقات قائم ہوں تاکہ حاضر طور سے دونوں دلیٹیوں اور عام طور سے ایسائی اور افریقی مالک میں صنعت کا فروغ ہو۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ ہمارے درمیان روایتی، تہذیبی، سماجی اور معاشی اشتراک ہم دونوں کے لیے سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ان تمام شعبوں میں ہم پہلے سے ہی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ رحمن صاحب کی سہیدہ مائول میں صرف ورلڈ تھاملک کار واری سوچا اور دوستی کے حدود کی گری بھی تھی میں نے ان دلوں دونوں دلیٹیوں کے درمیان جمل رہے مذاکرات اور طے پائے ایک تجارتی معاہدے کی طرف اتنا کر کے جئے کہا کہ دیر سے دیر سے اسی صاحب اُسے ٹھہرے ہیں غلط ہیاں بہت سی ہیں عالمی سیاست کو بھی حل حاصل ہے لکس اس سبکے باوجود دونوں دلیٹیوں کے سرطہ پر سہیدہ سلیم ہوئے اور مجلس اسان میں اس سے زیادہ سے زیادہ بہتری کی امید کی جاتی ہے

تیسرے سہ ماہیہ ملچھٹ کے رونا

نٹری جس نے مات حیثیت میں ترکیب ہوتے ہوئے کہا کہ بھارت مٹا دینے والا ہے اور پاکستان تھوٹا

## نثری رجسٹریں اور میاں رحمتی

آج اتوار کا دن تھا

بھارت میں اتوار کا دن تھیٹی کا دن ہوتا ہے لیکن پاکستان میں تھیٹی کا دن معمولی شکر دار ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی شاید صدر مملکت جناب مساد الحق کے عہد حکومت میں کی گئی ہے۔ اس کی وجہ اسلامی نقطہ نظر سے اس دن کا اہم ہونا ہے۔ لوگ مسجدوں میں مارا داکرتے ہیں اور دیگر مذہبی ویسے مراسم دیتے ہیں، ہمارے ہاں اتوار کی طرح پاکستان میں جمعہ کے روزہ فاتر اور کار و ماری اداسے مندا ہوئے ہیں۔

معمول کے مطابق صبح اٹھ کر جب میں تیار ہو جاتا تو آج کے احادیث کے ساتھ گسٹری میرے کمرے میں آکر "کیوں بھائی، آج اسے گھر چلا گیا کہ نہیں؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی ال کا پہلا سوال تھا۔ "شاید نہیں لکھا ہوگا۔" وقت ہی کہاں ملا "اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں، انھوں نے کئی سادے ڈاک لے لے دیے ہاتھ میں تھا دیے اور تاکہ گدی کر سکتے پہلا کام نہیں کروں۔" بھائی اور بچے فکر مند ہوں گے اور ہاں اڈھلائی کے لئے کمرے نکال دیں تھوڑی دیر میں دھونی آکر لے جانے لگا۔" خط لکھنے کے لیے میڈا اور نوٹ بک میں کھودیتی ہوں۔" رجسٹری بھی گھر پر ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مائیں ہم لوگ ساتھ ہی کریں گے۔ "آج پاکستان ٹی۔ وی کے لیے ایک ریکارڈنگ کا پروگرام بھی طے ہوا ہے۔ ریکارڈنگ کے لیے کیمرون گھر پر ہی آرہی ہے۔" درانی بھی تیار ہوں۔ باقی سب مائیں بعد میں کریں گے۔" نثری اتنی ساری مائیں ایک ہی سانس میں کہہ گئیں اور پھر مسئلہ قی ہوئی میرے کمرے سے چلی گئیں کسی ایک بھی بات کا جواب دینے کا موقع ہی انھوں نے نہیں دیا۔ میں نے شدت سے غصہ سو دیا کہ میں یہاں اجنبی نہیں ہوں یہاں بھی نہیں ہوں۔ جیسے اسی گھر کا ایک فرد ہوں نثری کی ہر بات میں بیار تھا، ایسے میں کا احساس تھا۔ اور ایک ایسے احساس کی وجہ داری تھی جو کسی بھی گھر پر یو آر کی عورت ناں ماہن میں فطری طور پر ہوتی ہے۔

## بھارت ایک مٹا دیتی ہے

لڈھیہا میں ایسی ترکیب حالت کا ت کو میٹھی بھارتی کو اور دہلی میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں



دیکھے کوئل رہی تھی مٹے ڈائینگ نیل کے گرد ہم لوگوں کی تعداد سے کہیں زیادہ اں پکوانوں کی تعداد  
 تھی سو گھر میں ہی سائے گئے تھے کئی طرح کا گوشت تھا سریاں تھیں دال، دہی، مٹے اور خاص بات یہ کہ  
 اُلوڑی کی ترکاری بھی تھی اور ہر یکواں ایک سے زیادہ لہد لہد تھا۔ دہی مٹے تھیں ہم بھارتی یہاں میں  
 "دہی بھلے" کہتے ہیں اور اُلوڑی پنجاب ملک خصوصاً امرتسر کے لوگوں کو پسند تھا، کھانا کھا ہے، پاکستان میں کم  
 ہی ملتا ہے، شاید اس کی وجہ وہاں کے لوگوں کا گوشت خورد ہو رہا ہے۔ میرے بوجھے یہ قاتل نے ایک طیب واقعہ  
 بیان کیا انہوں نے کہا کہ چند برس قبل ایک سکھ بیوی اور لڑکا ہوا تھا اُن سے حال یہاں کسی اور کے حوالے سے  
 تھی وہ لوگ ہم سے ملے آئے تو ہمیں ہم نے روئے کر لیا، یہاں سالیا اور اس کا داندہ ہیں یہ بھوکہ ہماری رسوائی  
 مکمل طور پر بھارتی یہاں کے کھانوں کی بہت معطر ہوا تھی ہلکے گھریں گوشت سے زیادہ سری اور ترکاری کیتی  
 ہے اور یہ ہمیں اُس سکھ بیوی اور لڑکے کا ہے یا بڑوڑیاں یہاں تو ملی نہیں پنجاب یا امرتسر سے اگر کوئی دوست  
 یہاں آتا ہے تو وہیں سے یہ تحفہ مانگ لیتا ہے۔

کھانے کے بعد چائے اور چائے کے ساتھ قاتل اور ملاں صاحب کی جدیدی عربی اور طیس سے  
 کا لطف حاصل کیا خوش گوار ماحول میں بھیگے اں لمبوں کا لطف نصف تنہا حاصل ہوتا رہا۔ پھر ملے کا  
 وعدہ کر کے ہم لوگ قاتل کے ہاں سے وداع ہوئے۔

قاتل تعالیٰ کی یہاں لواری کا ایک اقدار سادوں اس کا ذکر مقوش "کے مدیر حجاب محمد طویل  
 نے ایسی کتاب تھی" میں کچھ یوں لکھا ہے۔

"مجھے فارغ ہماری صاحب سے بتایا کسی اور نے کہ ایک رات میں کہ حجاب قاتل  
 تعالیٰ کی فادہ مستی کے دن تھے مقروض بھی تھے کہ فارغ ہماری صاحب اں کے گاؤں ہری  
 یوہ ہرادیہ پہنچے ادھر اں کی حجب حالی تھی قرص دیے والا بھی کوئی نہیں تھا حالے سریاں  
 ہونے انہوں نے حجب دیکھا کہ حجب روئے بھی کہیں سے میٹر آسکیں گے تو۔۔۔ رسالوں  
 کی فائلیں ردی میں بچ دیں۔ وہ رسالے جو انہوں نے مٹے یا توڑے اکٹھے کر کے تھے تہی  
 ٹھیکہ گئے۔ دہی کی دُیا آٹ گئی، دل کی دُیا آٹ ہو گئی"

یہاں لواری کا یہ حد جس میں ایسے کوٹا کر بھی لطف اندوز ہوا کرتا ہے، شرمیلی بھی ہے اور بات بھی۔  
 مہلا کر جس انکس کے حصے میں دولت کہاں سے آسکتی ہے، شاید اس دولت سے مالامال آدمی ایک قاتل تعالیٰ

سوائی مک اپی زندگی کے عیسائیوں کے حواب یادوں کی شکل میں ایسے دماغ میں بسائے ہوئے ہیں۔ جیسے  
ہوئے کل کی ایسی یادوں میں کھوکھوتیں کر رہے تھے تو میں اُن کی ہانکوں میں بھی دیکھی تھی۔ اُن کی  
آواز میں ایک تڑپ سی محسوس کی گئی۔ یہی مٹی سے تخت کا دھڑکا تھا۔ ٹراہی مارکتا ہے۔ ٹراہی مقدس اور عظیم تر ہے۔

### انتظارِ افسانہ نگار اے جمیل کا

تمہی کسی کا قول آیا اور بعد میں قتلِ صاحب کے بتایا کہ انھوں نے ترجمیر کے مامور اسلمہ اور اولیٰ مگر اے حمید  
اور ستار احمد اسلام آباد کو بھی دعوت میں شرکت کا پیغام بھیجا تھا لیکن وہ دونوں ہی کہیں مایہ تھے شاید انھیں معلوم  
ہیں ملا تھا اور بتا دیا اُن کی کوئی ایسی معرویت رہی ہوگی کہ وہ ہمارے ساتھ ترکیب نہیں ہو سکے دراصل قتل  
شعانی بھی کئی دنوں تک لاہور سے ماہر رہے کے بعد طاب ہی ٹوٹے تھے ورنہ ان کی حواہش تھی کہ آج کی اس  
عمل میں کچھ اور لوگوں کو بھی مدعو کیا جائے۔ اے حمید کے قلم کا میں تذکرہ ہوں انھیں جب حب بھی میں نے بڑھا ہے  
اُن سے ہمیشہ متاثر ہوا ہوں۔ میں جب بھی دہلی جاتا تو ایسے غمزدست و یکساں میڈٹ سے طویل ملاقات ہوتی  
ایں آمد کی اطلاع اگر میں نہیں دیتا یا کسی وجہ سے نصیر ہی آتا تو مجھے کوئی علم ہوتا کہ یہ لگتے ہی فوں پر محیط  
اور یا پھر لگی دفعہ ملاقات ہوئے یہ وہ بہت ورنی گالیوں کی ٹوچھا کر دیتا، عورتوں کی طرح مارا بھی ہوا جانا  
اور پھر دراصل محنت اور مصوعی حوتا دے وہ مارل ہو کر لے، حمید کے قلم سے پھر دیتا یکساں میڈٹ لے حمید  
کا بہت گہرا دوست تھا اگر کچھ بھی نہیں لے حمید سے نہیں ملا تھا، کبھی خطوط کا تبادلہ بھی نہیں ہوا تھا، لیکن اس سب  
کے باوجود یکساں میڈٹ کی باتوں کے توسط سے اُن سے میری یک طرفہ گہری دوستی ہو گئی تھی یا اس محنت کا سرشت  
احساس پیدا ہو گیا تھا جو دوستی کی مبادیہ ہوتی ہے قتل کی دعوت میں لے حمید کے موجود ہوئے سے مجھے حالی تین  
کا احساس ہوا اسی طرح احمد اسلام آباد سے ملنے کی بھی میری خواہش تھی، لیکن میں مایوس نہیں تھا کیوں کہ پاکستان  
میں ابھی کچھ دن اور میرا قیام تھا اور امید تھی کہ میں انھیں کہیں کہیں ڈھونڈ لی لوں گا۔ ہوش ہلائی کی سڑکی  
تقریب میں احمد سے میری ملاقات ہوئی مرنے والی لیکن تسلی ماتی تھی۔ \_\_\_\_\_ معقول گفتگو کی ممتا تھی۔

### قصہ مہمانِ نوازی کا

اب ہم لوگ کھانے کی میز پر تھے پاکستانی مہمانِ نوازی و دیباہ میں مشہور ہے یہی بات قتل کے یہاں

ریفر ہوئی تھی اور اس کی حوتی میں شرکت کرتے ہوئے ہم لوگوں نے اس کی کافی ہونی غلو کی بھر پور لطف حاصل کیا۔

### آمد مر قصبی برلاس کی

ساڑھے سات بجے کے قریب کال میں کی مترنم آواز بیدار ہوئی تو قلیل بے کہا کہ شاید وہ لوگ آگئے ہیں میں نے سوالید کہ ہوں سے اُن کی طرف دیکھا تو کہنے لگے کہ جد حاص دوستوں کو بھی کھانے پر بلایا ہے تمھی لمبے قدم کے صوبت اور ادھیر عمر کے ایک صاحب ڈرائیونگ میں داخل ہوئے قلیل صاحب کے تعارف کرتے ہوئے کہا کہ اب مر قصبی برلاس ہیں۔ اُردو کے بہت اچھے متاع ہیں، ٹرے پیارے دوست ہیں۔ حیدر و قتل تک سرگودھا میں ڈیڑھ گھنٹے لیکن اب لاہور آگئے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ ڈیڑھ ڈائریکٹر کی کونستیں ہے میرے لمبے میں قلیل شاید انھیں پہلے ہی متا یلے گئے مات حیت کا سلسلہ حوال کی آمد سے متوی ہو گیا تھا، پھر سے شروع ہو گا اُن کی یو مرا ح اور لطف ماتوں کا مرا لیتے ہوئے میں نے ار راہ مذاق کہا

”آئیے ام کے آگے جو سرکاری لقمہ وہ کچھ عجیب سا لگتا ہے“

”کیوں؟“ در اسی سجدگی سے اٹھولے بیویا۔

”ڈیڑھ ڈائریکٹر اسی کونستیں کی جگہ صرف کوئٹہ ہو یا چاہیے بھی کھل کھلا کر نہیں دے اور مات حیت کا رُوح کوئٹہ کے مسئلے کی طرف مڑ گیا۔ بہت کھل کر ماتیں ہوئیں اور یہ را ر محویر پہلی مارا تا ہوا کہ بھارت کی طرح پاکستاں بھی مری طرح سے اس مسئلے کا شکار ہے سماقی، تہندی، معاشی، سیاسی — عرصیکہ ردگی کے ہر شے میں یہاں تک کہ ادب میں کونستیں کا ر ہر مڑول تک سرات کر گنا ہے اور حکومت اس رُائی کو تم کرنے کی ہر ممکن کونستیں کر رہی ہے پاکستاں میں برسوں فوکی حکومت اور مارسل لا ر اُرخ رہا ہے۔ وہاں کے اسلامی نظام اور قوا میں کے تحت سب ترین سرائیں تجویر ہیں لیکن کونستیں کا مسئلہ وہیں کا وہیں ہے بلکہ دل دل اس میں ما ہو رہا ہے۔

مر قصبی برلاس صاحب کا تعلق مراد آباد (بھارت) سے ہے تقسیم ہونے کے بعد بھی ۱۹۵۶ء کے بھارت ہی میں رہے ایم ایم ایس سی تک تعلیم بھی انھوں نے یہیں حاصل کی اور پھر وہ پاکستاں چلے آئے یہاں انھوں نے سرکاری مار مت اختیار کر لی اُردو کے سہو قلم کار جس کونل اور کیلا اس آما ہاں کے ہم جماعت تھے اور انھیں سے

مکمل ادبی سائنس کرنا چاہتے ہیں فنی اعتبار سے یہ ایک بڑی اور اہم باب ہے۔

تو میں کہہ چکا کہ قاتیل شمعائی صاحب کے گھر غمے رات کے کھانے کی دعوت پر جاتا تھا طے ہوا تھا کہ میں شام بھوکے پیاسے جاؤں یا سچے میں ستری تزل کے ساتھ بھارتی ادیبوں کے وفد کو وداع کر کے لاہور ہوائی اڈے سے گھر پہنچا تھا اور حیدر کے قاتیل شمعائی صاحب کے یہاں پہنچ گیا تھا۔

قاتیل میرے لیے اسی ہیں تھے اُس سے میری ملاقات ۱۹۸۲ء میں ماہنامہ "شمع" نئی دہلی کے دفتر میں ہوئی تھی اور اس کے بعد اُس سے ملا خط و کتابت ہوتی رہی تھی۔ میری گاڑی رکے کی آوارہ سڑک پر ہی وہ گھر سے باہر نکلے۔ بڑے پیار اور گرمחותی سے ملے اور محل گیر ہو گئے حیدر محلوں کے بعد میں اور وہ ڈرائیونگ روڈ میں تھے۔ میرا حال تھا کہ انھوں نے کھانے پر حیدر اور دوستوں کو بھی ملایا ہوا گاڑی لے کر دیکھ کر تسلی ہوئی کہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ تسلی اس لیے ہوئی کہ بہت سے لوگوں کی کھیر بھاڑ میں بہت سی باتیں نہیں ہوتیں اور ملاقات محض ایک رسمی سی بات ہو کر رہ جاتی ہے۔ قاتیل شمعائی جیسے یہاں سے دوست سے ملا سکتا ہے اور یہ ماری پیاری باتیں کر کے کال لے چکا ہے کہ میں ہو گا۔

حسب صورت ڈرائیونگ روڈ میں نہیں تھا، قاتیل تھے اور گھر کے ارادے تھے۔ گھنٹہ بھر آپس میں رات کی باتیں ہوتی رہیں۔ وطن اور وطن کے لوگوں کی باتیں ہوتی رہیں کورم ہیدر سنگھ میدی، جگس ناتھ آزاد کرتس ایب، سائر ہوتس یوری اور بھارتی فلم سٹار موح کمار کے علاوہ کئی دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی باتیں ہوتی رہیں۔ قاتیل کا اوڑھا بھوٹا اور روئی روئی ادب ہی ہے وہ فلموں کے لیے گیت لکھتے ہیں اور فلم سار بھی ہیں اس میں وہ ایسے تجربے ماں کرتے رہے سائر گدھیانوی کی فلمی شاعری اور ادبی شاعری کا ذکر ہوا۔ بھارت اور پاکستان کی فلمی صنعت کا ذکر ہوا پہلی مارچ کے علم ہوا کہ ای ادبی زندگی کے ابتدائی دور میں قاتیل نے اساتذہ نگاری بھی کی ہے لکس بعد میں وہ شاعری کی طرف مائل ہو گئے اور اب صرف ایک شاعر کی حیثیت سے ہی اُن کی پہچان ہے ان کے مختلف موضوعات بھی روبرو آتے ہیں اور میں نے محسوس کیا کہ قاتیل صرف ایک مکمل اور بھرپور انسان ہیں بلکہ ایسے اب میں ایک انجمن ہیں۔

قاتیل کے میں میٹروں میں نوید قاتیل سے جھوٹا ہے اور موسیقی اس کا بہترین مستعمل ہے۔ بطور نگار کارڈو ٹی وی اور دیگر ایسے مختلف پروگراموں میں میٹر اثر شرکت کے باعث اس نے ابتدائی طور پر ایسا مقام پیدا کر لیا جو مقررہ شخصیت کی طرح اُس کی آواز میں بھی حوصلہ رتی اور مکمل ملتی ہے آج ہی کے دن اُس کی پہلی آڈیو کیسٹ

میں آتا ہے ۔

حب بھی آتا ہے میرا ماتیر سے ام کے ساتھ      جانے کیوں لوگ میرے نام سے حل جاتے ہیں  
 معلوم نہیں کہ قاتل نے یہ حرکت اور کس حد سے سخت لکھا تھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اُردو شاعری میں قاتل کے  
 مقام کا ذکر حب بھی ہوتا ہے تو بہت سے لوگ غلط فہمی میں مایوں کہہ لیجئے کہ قاتل کے فن کی مدلوں سے ان کی بے باہ  
 مقبولیت سے جلتے ہیں احمد ندیم دھانی کے یہ الفاظ بہت صحیح ہیں کہ معروفی کے بیشتر مفادوں نے قاتل کے ساتھ  
 ہیبت تعصب مرتابہ نیک قاتل نے ان تمام باتوں سے بے سرواہ ہو کر لکھا ہے، بہت خوب لکھا ہے اور بہت نام  
 لکھا ہے۔ اُن کی مارک جیالی، رمدگی سے والہارہ تحت، اسان دوستی اور میں مصلوٹ گروہ، ان کی ہر تخلیق میں  
 انحرک رسالے آئی ہے۔ وہ اُردو کے ایسے ایلے ستاروں میں سے ہیں جس کے نمونوں کی جھلکائیں کو بھولتی ہے لیے  
 لکھے سے وہ ایک الگ پہچان کے مالک ہیں اُن کی آوار میں اسرار اور لڑنے سے جس نے گت اور بڑے فاصلے  
 کو مٹا دیا ہے قاتل عرف اور گیب کا ایک بڑا شاعر ہے۔ ان کی غزلوں میں علم حمال کے ساتھ عزم و ذراں کا  
 بھرپور احساس ملتا ہے انھوں نے عرف کے مزاج اور آہنگ کو عروج نہیں بوسے ما اور مہدی کے بہت  
 سے عام الفاظ اکاش، لالچ، روپ، گھوڑا، دھڑا، رس، کو بیل و عمرہ کو ای غزلوں میں اس انداز سے استعمال  
 کیا ہے کہ کہیں اصلیت محسوس نہیں ہوتی اور یہی اُن کی لطافت میں کہی آتی ہے اسی طرح عرف کا جس اور سہانی  
 ان کی بطوں میں بھی نمایاں ہے قاتل دل میں گہرائیوں تک ارجھانے والی خوب صورت اور سادہ زبان استعمال  
 کرتے ہیں۔ ان کے لیے میں بھلی ہنستی اور مستاری ہوتی ہے اسلوب میں سائستگی، لطافت اور روانی ہوتی ہے  
 یہاں مرا مقصد قاتل سہانی کے فن سر کوئی معالہ لکھا نہیں ہے میں ساحر نہیں ہوں اور یہ ہی نقاد،  
 لکس حب قاتل سہانی کا ذکر آقاؤں کے فن میں میرے فن کے اسرار کا اُمڈا ایک قدرتی ماس ہے اسی میں میں  
 ایک اور بات کہوں گا۔ اکثر لوگ اُردو اور علم کو الگ الگ نقطہ نگاہ سے دیکھتے اور دیکھتے ہیں حب کوئی ساعر کسی  
 فلم کے رے گت لکھتا ہے تو بعض مفاد و حصر اُس ساعر کی فلم سے وابستگی کو صحیح مدار میں نہیں دیکھتے۔  
 ایک حد تک وہ ملط میں جوتے کیوں کہ ہماری فلموں میں بھلے ہی وہ بھارتی فلمیں ہوں یا پاکستانی، جسے گت  
 سے کوٹتے ہیں اُردو اور فن کے معیار سے وہ کوسوں دُور ہوتے ہیں قاتل سہانی فلم کا ساعر بھی ہے یا کہانی فلموں  
 کے لیے تہا رگیت انھوں نے لکھے ہیں بعض ہڈ سانی فلموں کے لیے بھی لکھا ہے اور فلموں کے درپے بھی عوام  
 کے دلوں میں انھوں نے گھر کما ہے لیکن اُن کے ادبی اور فن معیار میں کہیں بھی کوئی کمی نہیں آئی وہاں بھی وہ ایک

میں سے تمیں کروڑ روئے کا ہے۔ بہت سے دوسرے ادارے بھی ہیں جو اُردو کے لیے کام کر رہے ہیں بھارت میں اُردو کے لئے تمہارا حمار اور رسالے تنازع ہوئے ہیں۔“

عطاء الحق قاسمی : ان کے بڑھے والے بھی ہیں یا نہیں؟

مید علی صاحب : کوئی اسرارِ تعمیرِ ریڈر کے ہیں چل سکتا میری عرض تو یہ ہے کہ ہم سو فی صد مطمئن ہیں میں لکس ہم اس بات سے مطمئن ہیں کہ ہم اب سردھارا سے بچ رہے ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ قبل ہماری حکومت میں اُردو کے خلاف جو جدوجہد تھا وہ ہم تم کی طرح ہے اب آپ رہ چکے ہیں کہ لوٹے والی رمان اور لکھے والی رمان میں فرق ہوتا ہے ہڈیاں میں دیہات کی لولیاں ایسی ہیں کہ وہ علاقائی رمان کی جیتیباست کار لیتی ہیں لکس وہاں عام طور پر جو رمان لولی جاتی ہے وہ سدھی سی اُردو ہوتی ہے۔“

اس مذاکرے میں اُردو ادب اور رمان کے مختلف پہلوؤں پر بہت کھل کر بات چیت ہوئی جس میں علمی تحقیقی اور ادب کے حوالے سے لکھی موصوعات بھی شامل تھے علاوہ ازیں بھارتی وود کی ٹکس اور بھارت میں اردو روموشیور کی ڈائریکٹریڈاکٹر ہمدنگ کے تفصیل سے تنازع اس وقت بھارت میں علمی طور پر اُردو وراثت ادب کے فروغ کے لیے کیا کام ہو رہا ہے۔

یا کساں میں بھارتی وود کے پیام اور اس کی سرگرمیوں کے بارے میں بہت سے کالم نگاروں نے لیے لیے لکھ دیے ہیں بہت کچھ لکھا کھل لکھ کر تاثر پیدا ہوتا تھا کہ ادیب اور السور بھارتی ادیبوں کے دورہ پاکستان کو دودلوں دلیوں کے درمیان تعلقات استوار اور خوش گوار بنانے میں ایک اچھا قدم قرار دے رہے ہیں

### حب بھی آتا ہے مہرِ امام

۱۸ جنوری کو بعد دوپہر بھارتی ادیبوں کا وفد ریلوے جہاز میں دہلی کے لیے روانہ ہو گیا تھا اس میں اکیلا لاہور میں تھا اور میرے ادبی سفر کا یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔

### قتیلِ تسفائی کے گھروں دعوت

ترجمہ کے ممتاز اُردو شاعر حب قلیلِ تسفائی سے موعود میری بات چیت موعود بھی تھی اور اس کے گھر پرست کے کھانے کی دعوت میں قبول کر چکا تھا حب قلیلِ تسفائی کا نام دہلی میں آتے ہی اُٹھس کا ایک شعر میرے دہلی

ہیں ہیں ہم تو سدرے سادے لکھے لکھائے والے ہیں ادب جہاں رائے ادب ہو رہا ہے وہاں رہا  
سورتی ہے اور کھلتی بھلتی ہے اور جہاں ادب محنت کا بیعام ہے تو ایں میں رفاقت ہمسائیگی ایک جہتی  
مروتان تمام جیروں کے مڑے میں مدد ملتا ہے۔

سراج مسیب "ایک نام تاتریہ ہے کہ ادبی رسالوں کا پاکستان اور بھارت کے درمیان تبادلہ کیجیے  
ریادہ تسلسل کے ساتھ ہمیں ہوتا رہا اس سے دونوں ملکوں کی کسی درجہ یا احساس ضرور ہے کہ اس طرح  
کا تبادلہ ہونے سے کچھ رجحانات جو کسی زمانہ میں ایک سمیت میں تھے ان میں کچھ فاصلے پیدا ہو گئے ہیں۔  
ڈاکٹر گوبیند نارنگ "کتابوں کے بارے میں تاتریہ ہے کہ دونوں ممالک کے رسالے کسی کسی طرح ایک  
دوسرے ملک میں پہنچ جاتے ہیں اور دونوں ملک کے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگرچہ ان کا کھلا  
تبادلہ ہو رہا ہے۔ وہ نہیں ہے عائنا حال ہی میں بھارت کا جو معاہدہ ہو رہا ہے اُن میں کتابیں بھی شامل ہیں  
اگر کتابوں کی آمد و رفت بالکل کھول دی جائے تو بہت اچھا بیڑہ کا فاصلہ اعتراض نظر کیجیے کہ اسے میں تو ہر  
ملک کو حق حاصل ہے کہ وہ اس پر یا مدد لگائے اور ایسے ملک میں نہ آئے دے۔"

سراج مسیب "بھارت سے ادیبوں اور دانشوروں کی کوئی وفد پاکستان آتا ہے تو  
بعض لوگوں کے دہن میں جو سوال فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں تو ان میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ اُن دنوں اور  
ادب بھارت میں تقسیم کے بعد کافی لکھا گیا ملا سہ تخلیق اور تحقیق کے میدان میں کئی کام ہو رہا ہے لیکن اس کے  
ماوجود یا احساس ہوتا ہے کہ اُن دنوں وہاں ایک مہذبہ عمل کا حصہ نہیں سہی جیسا کہ ہمارے یہاں یہ  
تقریباً اڑھائی سو سال پہلے ہی ہو چکی ہے لہذا میں مانتا ہوں کہ ابھی تک ہم اس کو قومی زبان کے طور پر اس سرانجام  
ہیں سہیا کے جس پر اسے ہوا چاہیے لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر گھر میں اردو اور انگریزی کا احاطہ آئے تو ہماری  
کوئی کمی ہوتی ہے کہ اُن دنوں احاطہ پہلے پڑھیں مہر حال ایک ایسی کوشش جو وہاں اُن دنوں کے لیے ضروری ہے  
طور پر ہو رہی ہے وہ کس حد تک موثر ہو سکے گی اور دونوں ملکوں کو قریب لائے میں اہم کردار ادا کر سکے  
گی اور وہاں اُن دنوں کے لئے جو کام ہو رہا ہے کیا اب اس سے مطمئن ہیں؟"

سیدی صاحب "میں سو فی صدی مطمئن نہیں ہوں لیکن آج سے ۲۵-۳۰ سال پہلے جو حالات تھے  
ہم ان سے نکل کر اور سہل کر ایک صحیح راستے کی جانب چل بیٹھے ہیں۔ میرا ہماری نگاہ میں ہے اور ہماری  
جو صلاح اور انی ہو رہی ہے اب اُن دنوں کی روٹروں روئے صریح ہو رہے ہیں ہماری اکادمیوں کا محنت





حوب صورت و یرکستس ہوتی ہے ملکہ کئی لاکھ کی تعداد میں بھیجتے ہیں رور نامہ جنگ اور نوائے وقت  
 لاٹنہر لہاڑے پہلے درجے کے افسار میں اور ہمدان میں دونوں میں اولیت حاصل کرنے کا مقابلہ ہوتا  
 رہتا ہے۔ پاکستان میں بھارتی ادیبوں کے وفد کی آمد کے سلسلے میں بھی ان دونوں اخبارات میں پہلے حاصل  
 کرنے کا مقابلہ ہوتا رہا۔

اس سلسلے میں پہلے رور نامہ جنگ نے کی بھارتی وفد کو انھوں نے گزائی میں ہی ایسے دفتر میں  
 مدعو کر کے ان کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کر ڈالی اور پھر ار حنوری کی ایسی اشاعت میں "ہندوستان میں  
 اردو ادب" عنوان کے تحت دو نکلے معات میر مہایت ہتھام سے شائع کیا۔ گوڑہ پیدر سنگھ میدی، ڈاکٹر  
 گوپی چند رائے، ڈاکٹر حلیق اعظم پڑھیر علی کا تیری، یرویسر جس باخرا دار اور دیگر اکیں کے علاوہ  
 اس خصوصی اشاعت میں پاکستان کے چند اہم شمار ادیبوں کی ٹرے سائبر کی رگیں تصویریں بھی شامل  
 اشاعت کی گئیں جنھوں نے بھارتی ادیبوں کے ساتھ بات چیت میں شرکت کی تھی۔

### مجلس مذاکرہ

مجلس مذاکرہ میں بھارتی وفد کو خوش آمدید کہتے ہوئے رور نامہ جنگ کے چیف ایڈیٹر صاحب میر  
 حلیل ازہر نے تیار کیا "جنگ" اخبار کی رور نامہ اشاعت ساڑھے چھ لاکھ ہے اسی ادارے کی طرف سے تیار  
 ہونے والے ہفتہ وار حجاز احاد جہاں "کی اشاعت ایک لاکھ ساڑھے ہار ہے۔ اس کے علاوہ یہ ادارہ ایک  
 انگریزی ہفتہ وار "میگ" اور شام کا رور نامہ انگریزی احاد ڈیلی پور" بھی شائع کرتا ہے جس کی اشاعت  
 بھی قابل ذکر ہے۔ انھوں نے آج کے دن کو "جنگ" کی تاریخ کا اہم ترین دن قرار دیتے ہوئے کہا کہ بھارت  
 کے بہت بڑے تنازعہ ادیب، محقق اور دانشور ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ اگر  
 اسی طرح وفد ہمارے ہمارے ہاں تو دونوں ملکوں کے تعلقات کو بہتر بنانے میں جو وقت صرف ہوتا ہے اس  
 میں مزید کمی ہو جائے گی اور تعلقات جلد بہتر ہو جائیں گے۔ جو دوراں ہیں وہ کم ہو جائیں گی اور جو غلط  
 بیاباں میں وہ دور ہو جائیں گی۔

حاج شمع عقیل ماسٹر مذاکرے کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی اور  
 اقتصادی سطح پر خوش گوار تعلقات قائم ہو رہے ہیں جب کہ ادبی سطح پر تو یہ پہلے ہی سے موجود ہیں۔ انھوں نے

حوالے سے بیرونیوں کا کام یہاں تک سنا گیا ہوگا کہ ملائم وہ ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کی طرف سے مقبول ہیں جیسے کہ تیار لوگوں کے اُن کی ذاتی سہیاں ہے وہ بے حد لمسار اور خوش مزاج ہیں ان کی شخصیت ایسی تھی کہ ان کے خلاف اس تقریب میں کچھ کرنا نہ آئے۔ وہ ہر کسی سے خصوصاً بھارتی ادیبوں کے وفد کے اراکین سے عمل گیر ہوتے رہے اور شروع سے آخر تک اس تقریب میں حاضر رہے۔

تقریب میں پہلے سٹریٹریٹس، گورنمنٹ سیکرٹریٹ اور پھر صدر پاکستان صاحبان کے تقریب میں کس سٹریٹریٹس کو لکھے اور بیاری بیاری تہیں کر کے کام ہی نہیں آتا، تقریر کر کے کام بھی آتا ہے انھوں نے بھارتی ادیبوں کی ایک سالانہ کو ایک ہدایت خوش گوار ادنیٰ واقعہ قرار دیا اور کہا کہ ادیبوں کی دو نئی نئی ملکوں کے دیوہیاں بہتر اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں ایک نئی کام کر سکتے ہیں۔ صدر میاں نے اسی نصف تقریر میں لفظ رطوبت میں دہرائیں جو سٹریٹریٹس نے اسی تقریر میں کہا تھا کہ اس میں اتنا کام بھی نہ کر سکتے تھے کہ گورنمنٹ سیکرٹریٹ کی طرف کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ آئندہ صاحب بھی وہ بھارت آئیں گے تو یہی صاحب کے ساتھ کھانا کھائیں گے گورنمنٹ سیکرٹریٹ میں صاحب نے اس موقع پر صحت پر مبنی اور اس نے یہاں بحث کا ذکر کیا انھوں نے اور ان کے وفد کے اراکین کو پاکستان میں میسر ہوئی انھوں نے امید ظاہر کی کہ دونوں ملکوں میں بہت مسئلہ خوش گوار اور دوستانہ ماحول پیدا ہو سکے گا اور اس ماحول کو پیدا کرنے میں دونوں دنیوں کے ادیب اسی ذمہ داری کو بخوبی سمجھیں گے۔

اگلے روز بھارتی ادیبوں کے وفد نے ریحہ موہانی جہاں لاہور ہوتا ہوا دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ اور میں ایک سال میں رہ گیا پاکستان میں اسے تحریکات، مشاہدات، تقریبات اور بہت سی دوسری باتوں کا ذکر کرنے سے پہلے میں چند اُن خاص باتوں کا ذکر کر رہا ہوں گا جس کا تعلق بھارتی وفد کے ساتھ ہے۔

### پاکستان میں بھارتی ادیبوں کے وفد کی سرگرمیاں

پاکستان میں بھارتی ادیبوں کے وفد کی آمد اور ان کی ادنیٰ سرگرمیوں کے بارے میں پاکستان کے اردو احداث میں خاص طور سے بہت حیرانہ ہوتا رہا وہاں لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، کراچی سے ایک وقت تنازع ہوئے والے اردو احداث کی تعداد کافی ہے۔ بہت سے مقامی ریحے بھی متعلق ہوتے ہیں لیکن جنگ، نوائے وقت، مشرق — میں ایسے بڑے۔ ورمائے ہیں جس کی اساعت صرف بہت

یوحنا تو کہے لگے۔۔۔ گوشت تو رو رہی کھاتے ہیں۔۔۔ آج سریوں کا واقعہ لیں۔۔۔

رات کے مارے گئے اب لوگ ایک دوسرے سے دوا لے رہے تھے۔ افسار نگاہ انتظار میں، نٹری رنل، عطا الحق قاسمی، ڈاکٹر گوینی جید مارنگ اور نٹس ڈانگی سے قتل لاؤنچ میں کھڑے تائیں کرے لگے! انتظار میں نے نٹری سے مذاق میں کوئی بات کہہ دی اور نٹری نے انھیں ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ پھر وہ ایک کھی بات کہہ پائے یکو دیر اس طرح ہسی مذاق چلنا رہا میدی صاحب نے قوا حول دل گیا لیکن مذاق میں کمی نہیں آئی۔

”ہائے لوٹے کے بعد کہ ل و حیر صاحب کا خیال کھیں ہم امانت آئیے یا س جیو ٹیٹے حار ہے ہیں“ میدی صاحب نٹری سے کہہ رہے تھے۔

”جہاں تک خیال رکھے والی بات ہے۔۔۔ تو ڈاکٹر صاحب میرے بھائی ہیں، آئیے مکر میں ہیں بھائی کا ہمیشہ بہت خیال رکھتی ہیں اور جہاں تک امانت کی بات ہے، اس میں حیات نہیں ہوگی“ نٹری کی حاصر حرائی قہقہہ سن گئی۔

میدی صاحب اور ڈاکٹر مارنگ امانت لے کر ایسے کروں کی طرف چلے گئے، عطا الحق قاسمی نے اگلے روز تفصیل سے ملاقات کا وعدہ کیا، حیات طفیل ہوتا پوری نے نٹری سے وعدہ لیا کہ وہ میوں ہونٹن ہلٹی سے مکر کی طرف واپس ہونگے طفیل ہوتا پوری عمر اور ساری میں بہت درنگ میں لیکن باتوں میں کمی وہ اتنے ہی سرگ ہیں اس حقیقت کا علم مجھے تھا ہوا صاحب سیس سٹ کے سفر میں اٹھا و سٹ وہی لوتے رہے نٹری کی لڑی س آئی حیات طفیل صاحب کھڑا گیا۔۔۔ اور جب ہم اپنے گریہ پہنچے تو شے کے ساڑھے مارے گئے۔

### حصہ بریپاکستان کی طرف سے دعوت

بھارتی وعدہ دہلی سے مدیہ برائی ہوا سیدے کراچی واپس ہوا تھا کراچی سے اسلام آباد اور کھلا ہوا تھا تھا اہل دلوں ایران کے صدر بھی پاکستان کے دورے پر آئے ہوتے تھے پاکستان کے صدر جناب میا، اٹلی نے مکر ہونے کے باعث بھارتی ادیبوں کے دورے اسلام آباد میں مل نہیں سکے تھے۔ مدیہ بھی پاکستان سے واپس ہونے کے بعد مدیہ صاحب الحق صاحب سے بھارتی وعدہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی نتیجہ ہوا کہ لاہور میں ہدایت یرنگف دعوت دی گئی! اس ادنیٰ اتنا رہی بھی پاکستان کے بہت سے ادیبوں کو خاص طور سے مدعو کیا گیا تھا لے شک بریکٹ کی اتنا تھا لیکن پاکستان کے صدر کی موجودگی میں بھی ماحول بالکل غیر رسمی تھا مدیہ صاحب کے

ادنی موضوع پر تحدیدات حجت کر رہے تھے۔ کورمہید سنگھ میدی صاحب بہت سے لوگوں میں گھرے ہوئے تھے اُن کے پیروں پر لگتا رہا اور مصروفیت کی تنکاں واضح تھیں لیکن ہر کسی سے وہ بڑی محنت اور سکراپٹ سے لڑتے تھے جس بھارتی ادیبوں کو کراچی میں لے کھایا اور ڈاکٹر حلیق احم یاکستان میں لے کر مقبول ہیں۔ یرویسرنگس ہاتھ آراڈے اقبالات سر بہ کام کیا ہے اور یہ پاکستانی ادب کے لفظ نظر سے ایک اہم مریں موضوع ہے۔ سر میں پاکستان پڑاں کی ادنی ہمدات کے لیے انھیں اعزاز بھی حاصل ہو چکا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر گوینی حید مارنگ‘ میدی صاحب اور ڈاکٹر حلیق احم کی بھی وہاں الگ ہی بیجاں ہے اور ادنی حلقوں میں انھیں ایک خاص مقام حاصل ہے بھارتی دور کے دیگر اکرانیں بھی اسے مذاحوں میں گھرے ہوئے تھے۔

### دونوں دلیتوں کے سلسلے اگر ادیب ہوں

میرے ساتھ سہوادیب جات میرا کھتر تھے خود ملی میں یا کسان سعارت حارہ میں یس ایٹھی رہ چکے ہیں۔ اس حجت کے دوران وہ ہمدوشتاں میں قیام کے فتوے دکر کرتے رہے ایسی یادوں میں ترکیب کرتے ہوئے لے سار بھارتی ادیبوں کی آئیں کرتے رہے۔ ماتوں باتوں میں میں نے کہا کہ دونوں دلیتوں کے سیر اگر ادیب ہوں تو آپس کے کئی مسائل خود بخود حل ہو جائیں کیوں کہ ادیب کے دل کی دھڑکن اور دہس کی ہر سوچ میں بیا راوردوستی مہاں ہوتی ہے تمیر کچھ کہا جاتے تھے، تمی ہمارے ساتھ بیٹھے ایک صاحب کے کہہ دیا — اس سلسلے میں میگم لٹری رجن اور جات کورمہید سنگھ میدی سے روادہ مور وں شخصیت اور کوئی نہیں ہو سکتی، اُنکا ہی کہی ہوئی اس مات میں وں تھا اور تمیر کافی دیر تنکاں دونوں کے ماسے میں تائیں ہوتی رہیں تھی احمد اسلام احمد آگئے۔ وہ متہور ستاعراور ڈرامہ نگار ہیں تھوڑی دیر کے لے اور رسید اور کستور ابیدھی جو کھنگو رہے۔ ہمارے میر پر میگم دکر تہا ہوار اور اُن کے شوہر بھی موجود تھے میگم دکر تہا ہوار پاکستان کی صحاب صومانی اسملی کی ممبر ہیں اور یہاں مدہ علاقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہاں کے شوہر ہمدوشتاں کے ساتھ ایسے تعلقاں دکر کرتے رہے، تمی بیا کے صومانی ویر مال جات جو دھری اقبال تشریف لے آئے اور کھائے کا سلسلہ شروع ہو گیا مات حجت کا سلسلہ بھی جاری رہا کورمہید سنگھ میدی میرے تعارف کے ساتھ ساتھ میری کہاں یوکل دکر کرتے رہے تھوڑے سا تے رہے اور چھوٹے چھوٹے لٹھے بھی کھائے میں ماں وں وں اور وں دونوں طرح کا الگ الگ اعظام تھا اور زیادہ تر لوگ ماں وں کھائے رہے تھے۔ میں نے اور رسید کو ایسی ملیٹ میں سریاں ڈالتے دیکھ کر



میں نے اس کے لیے جیسا کہ روایات کرتی تھیں ان کاموں میں زیادہ وقت نہیں لگا فارغ ہو کر  
 میری والدہ نے اس کے لیے سنا کر دیکھا کہ کچھ کام کیا ہے اور مارکلی مارا سے میلے جلتے ہوئے اُردو مارا اور پھر  
 میری والدہ نے کہا کہ یہاں یا کتاں کے بہت بڑے ادیب مرحوم اس انسان کے بھوٹے بھاتی سردار مجھ سے ملاقات کی  
 بھارتی وفد کا قیام لاہور کے فائوٹا شمار ہوٹل چلائی "میں تھا وہاں پہنچ کر وفد کے ہمراہ علامہ اقبال کچھ رات  
 رہ گئے اور پھر اسی شام اُس شاعر نے میں شرکت کی جو بھارتی وفد میں سرگیتا عروں کے اعرار میں مقعد کیا گیا تھا کیوں  
 میں سنا تھا میں ہوں اس لیے دوستوں کی دلچسپ باتوں اور سحرانے کلام سے قطعاً دور ہوتا رہا  
 بھارتی وفد کے اعرار میں ہوٹل چلائی، میں سرکاری سطح پر ڈور میں رات کا کھانا تھا اور مجھے شرکت کی دعوت  
 دی گئی تھی دل بھر کر مصروف اور لگا ہمارے ہاگ دوڑ کے مابین کچھ نکال محسوس کرے لگا تھا قریب ڈیڑھ گھنٹے  
 کا وقت میرے پاس تھا اور وہیں یزتری جنس سے ہوئی مات کے بعد طے پایا بھاکم ڈور کے لیے گھر سے ساتھ ہی رہا  
 ہوں گے اس لیے میں نے گھر جا کر تھوڑی دیر آرام کرے کا مصلہ کیا

### انک عیاد فی پریشانی

تب ایک یریشاں گس واقعہ پیش آیا

لاہور کے لیے میں قطعی اصرار تھا مقبول احمد دہلوی شام کو ہی مجھ سے الگ ہو گئے تھے ستری جنس کی کھلی  
 بیوگاڑوں ٹاؤن کے علاقہ میں واقع تھی اور مجھے قطعی امداد رہے ہیں بھاکہ یہاں سے مجھے تنہی دور چاہتا تھا میں  
 بالکل اکیلا تھا سڑک کے کنارے تھوڑی دیر میں نے نکسی کا انتظار کیا نکسی ٹیکسی ملی ہیں احاک ایک آٹورکشا  
 (جسے ہم ہڈیاں میں بھری ویلر کہتے ہیں) لگ گیا اور میں نے یہ تاکر ایسا سفر جاری کیا۔ ڈرائیور کو میں نے پہلے ہی  
 آگاہ کر دیا کہ میں بھارتی ہوں، اس سہرے کے لیے قطعی اصرار تھا میں ہوں اور رات کو نکلیں علم ہیں سے اُس نے یس دلیا  
 کہ میں نے نکر رہوں وہ مجھے صریح معصود نہت ہیجا سے گالیں میرے امداد ہے ہی کی طرح اس کی لقیں ڈالی  
 مدد تات ہوئی اور وہ مجھے لاٹھکی ادھری اُٹلی سڑکوں پر ٹھک اسی دیر لیے گھومتا رہا صاف نکل وقت میرے  
 پاس تھا میں نے ادھر اُدھر سے سس رکھا تھا کہ لاہور کے لوگ نے حد محض اور مہاں لواریں اور اسی لیے  
 میں نے سڑی سادگی سے ڈرائیور کو لیے بھارتی ہونے کی بات تادی تھی لیکن معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی ویس ہی  
 حرکت کرے گا جیسا کہ کرکسا، بھری ویلر یا نکسی ڈرائیور اُدھار یا دہلی میں کرتے ہیں اور اسی سادگی

افتتاحی اجلاس میں وزیر اعلیٰ میاں نواز ترغیب، صاحبِ علامہ رسانی، آگرو، بھارتی سفیر اور بھارتی ادموں کے وفد کے قائد صاحب کو رہید رسنگ میڈی صاحبہ نے تقریریں کیں جس میں ادب کے حوالے سے حیرت انگیزی، خلوص، محنت اور دوستی کے خدمات کا اظہار کیا گیا اور امداد گہری گئی کہ اردو زبان و ادب دونوں ممالک کے درمیان بہتر تعلقات قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوگا

تقریر کا دوسرا حصہ مجلسِ مذاکرہ یعنی سیمینار تھا جس میں اردو ادب کے مختلف موضوعات پر ڈسکشن گروپ اور آزاد ذہنِ طبعی اہم، پروفیسر حامد کی کاسٹمری ڈاکٹر مسعود حسین اور محترمہ رفیقہ سلطانہ دکنی نے ایسے مقالات پڑھے۔ ادب کی افتتاحی تقریر پروفیسر وقار اور شاد رتھی اور قلم کار حصر اب کی حامی بھی قابلِ ذکر تھی لیکن سیمینار میں موجود صاحبوں کی تعداد پچاس رائے میں تھی اس بحاس لوگوں میں بعض طالب علم تھے، بعض سرکاری محوری میں مدرسے لوگ، ایام اور ادارے تھے اور نقیہ جدید لوگ وہ تھے جو بھارتی ادیبوں سے کسی نہ کسی طرح سے وابستہ تھے پاکستان، اردو زبان و ادب کی صورتی ہے وہاں سیمینار کی یہ حالت دیکھ کر افسوس ہوا ایسا ایک تب مادانی بھارت کی جہاں اردو زبان کی حالت پاکستان کے برعکس ہے یعنی بہت سوچا اور اہمیت ہے پھر بھی ہمارے ہاں معتقد ہونے والے سیمینار اس سے کہیں زیادہ کامیاب اور پھر پورے ہوتے ہیں

### بھارتی کتابوں کی مانگ

میں یہاں اس مانگ کا ذکر بھی بطور خاص کرایا ہو گا جس میں بھارت میں بھی اردو کی مانگ ہر اسے رائے کتاب میں رکھی گئی تھیں اور اس سنگ معیار پر لحاظ سے بہتر تھا بعض عمر سرکاری اساتذہ اداؤں کی کتاب میں بھی تھیں جس میں سے کچھ کامیاب تو ٹھیک تھا لیکن ان میں زیادہ تر کتابیں اسی ہیں جو کسی بھی لحاظ سے معیار میں نہیں کہیں ماسکین حد کتابیں وہ بھی نہیں جو پاکستانی فلم کاروں کی بھی ہوئی تھیں اور پاکستان میں بہت اہتمام کے ساتھ ان کی شائع ہو چکی تھی لیکن ان کے بعد دوسرائی ایڈٹس طابع کے لحاظ سے گوارہ سے بھی کم تھے مانگ میں ایسی کتابوں کو شامل نہیں کیا جاتا ہے جن کیوں کہ ان ہی کے اعاب وہاں ہم مذاق کا موضوع ہے اور بہت سے لوگوں کی زبان سے طرح طرح کے جملے نکلنے لگے کتابوں کے انتخاب کے لیے دہلی دار لوگوں کو متاثر ہوایا ہے تھا

نئی نئی کتابیں تقریر کے فوراً بعد ہی اسمبلی کی ایک میٹنگ کے سلسلے میں وہاں سے ملی گئی تھیں اور بعد دو مہر سیمینار جمے کے بعد میں مقبول احمد دہلی کے ساتھ واپس ہو گیا تھا مجھے یو ایس رپورٹ اور پاکستانی

## بھارتی ادیبوں کے وجد کے اعزاز میں تقریب

۱۶ جنوری — لاہور میں بڑا دوسرا دور تھا۔

نُثری رحیل کے ہمراہ میں ٹھیک صبح ساڑھے نو کے اظہارِ آرت سسٹر پہنچ گیا گدشدہ رور کا سفر اور رات دیر تک مانگے رہے کے ماعت صبح کچھ دیر سے سوکراٹھا تھا مانتہ وغیرہ فارغ ہو کر اظہارِ آرت سسٹر مروت پہنچے کی تلمذی بھی تھی اس نے آج کے احاطات کا مطالعہ نہیں کر سکا تھا گھر سے روانہ ہوتے وقت تمام احاطات ساتھ لے گئے اور گاڑی میں اُن کی ورق گردانی کرتے ہوئے ردیکہ کر مجھے تعجب ہوا تھا کہ لنگ بھگ تمام احاطات لے میری لاہور آمد کی حیرت انگیز کی تھی اور یہ بھی کہ میرا قیام پاکستان کی متنازعہ ادیبہ نُثری رحیل کے یہاں بعض احاطات لے اس سفر کے ساتھ مری تصویر بھی تیار کی تھی اور سب ہم اظہارِ ادیبہ قویہ اس حیرت انگیز تھا کہ بہت سے اُن ادیب دوستوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے میرا تیر مقدم کیا اس سے پہلے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اُن لوگوں میں رسالت نقوش کے مدیر جناب محمد طفیل، ڈاکٹر الو صدید صاحب متارعتی، وحیدہ لودھی، سائبرہ ہاشمی، قدیر مامو، اکرم کاشمی، حبیبہ دوست صاحب مقبول احمد دہلوی اور بے شمار ادا و شعرا حضرات تھے بھارتی ادیبوں کے وفد کے اراکین صاحب کوزہ ہیدر سکھ میڈی، ڈاکٹر گوپی چند رائے، بیرویسر گل، ماہ آرا، مامدی، کاتھیری اور اُن کی نگم ڈاکٹر حلیق انجم، ڈاکٹر مسعود حسین، محترمہ فریدہ سلطانہ، دکی، الوالہ نقی، سحر — وغیرہ تمام لوگ پہلے ہی سے وہاں موجود تھے پاکستان کے اُن ادیبوں کے قلم کاروں، پبلشرز اور دوستوں کو گونا گور دستِ اجتماع تھلکا تھی سرکاری وفد کے ساتھ لکھنؤ کی کمیٹی بھی ایک کس جیسی ہو گئی تھی اور وہاں موجود ہر کوئی بھارتی وفد کے ہر رکن سے ملے اور مختلف قسم کی باتیں کرنے کا خواہش مند نظر آ رہا تھا۔

آج کی تقریب کا اہتمام جناب غلام ربانی اگر دکی سربراہ ہائی اکادمی ادبیات پاکستان اور سبیل بکسلس آف پاکستان کی طرف سے سرکاری طور پر کیا گیا تھا بھارتی وفد کے ساتھ اُردو کی یاج ہزار سے رائد کتابیں لے گیا تھا اور کراچی اسلام آباد کے بعد لاہور میں اُن کتابوں کی نمائش لگائی گئی تھی لنگ بھگ صبح دس بجے ماں نوار ترلیہ وریرا علی صورتیما (پاکستان) نے نمائش کا افتتاح کیا اور بعد ازاں اظہار کے مہایت خوب صورت ہال میں وریرا علی ہی نے بھارت میں اُردو ادب، موضوعات پر جلسہ مذاکرہ کا افتتاح کیا تقریب میں سیمائے وریرا علی کے ملاو پاکستان میں بھارتی سفیر اور سیمائے سبیل بکسلس کے نمائندہ اراکین نے بھی شرکت کی۔





ہمان رجن صاحب اور نثری رجن سے یہ میری پہلی ملاقات تھی اور ہم پہلی بار ایک دوسرے کے آسے  
 صاف ہوئے۔

نثری رجن کی جدید کہانیاں میں بڑی مہم تھیں۔۔۔۔۔ مختلف حریروں میں تنازع ہوئی اُن  
 کی جدید تصویریں دیکھی تھیں اور سامی میں ہمارے درمیان جدوجہد کا تبادلہ ہوا تھا میری اُن سے اس اتنی سی  
 واقعیت تھی اُن کے توہم ریاں رجن صاحب کے بارے میں میری ذرا مٹی واقعیت ہیں مٹی محض میں رکھا تھا کہ  
 وہ بہت امیر آدمی ہیں اور اُن کا کاروبار پاکستان کے علاوہ دنیا کے بعض دوسرے ممالک میں بھی ہے ایسے  
 میں میرے دہس میں تصور کی جو تصویر تھی وہ ویسی ہیں جیسی میں حقیقت میں ایسی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اُن کے  
 حدود کو محسوس کر رہا تھا اکثر ٹرے اور دولت مند لوگوں کی طرح شاید یہ لوگ بھی محسوس ہوں گے۔ ان کا ہنس ہنس  
 ماحیت طور پر لے شاید سائنسی ہو گئی لیکن ایسا کچھ بھی تھا میری کمزور سوچ ایسے آب ہی گھیل کر ہوا میں تحلیل ہو گئی  
 تھی نثری رجن کی شخصیت کا تصور میرے دہس میں قدرے مختلف تھا ہمیت ہی میری یہ رائے رہا ہے کہ  
 قلم کار یا ادیب کی شخصیت کا رویہ اندر اور باہر سے ایک ہی ہوتا ہے۔ درحقیقت جو کچھ بھی وہ ہے اس پر  
 کسی طرح کی ساوٹ کا مادہ وہ اوڑھ نہیں سکتا۔ کسی ماول نگار یا افسانہ نگار کے بارے میں تو یہ بات  
 زیادہ و توفیق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے اُس کی تحریریں اور کردار اُس کی ایسی شخصیت کے زیر اثر ہوتے  
 ہی ہیں کہیں کہیں ان کرداروں میں وہ خود بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ نثری رجن کے حق میں اس کو نوٹس  
 دینا تھا، اُن میں واضح طور پر اُن کی شخصیت کو محسوس بھی کیا تھا۔ ایک بیابانی، خوب صورت لے آ  
 اور کھلے دل و دماغ کی شخصیت، ایسی ہی شخصیت حقیقت میں اس وقت میرے سامنے تھی۔  
 اور حقیقت کے اس احساس سے مجھے قلمی مسرت کا بھرپور احساس ہوا تھا۔

اس وقت نثری رجن نہایت سادہ کیڑے پیچے کسی گھریلو عورت کی طرح گھر کا کام کاج دیکھ رہی تھیں۔  
 میاں رجن اپنی تمام تر مصروفیات کو محسوس کر کے میرے ساتھ جو گفتگو ہو گئے تھے جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا، رجن صاحب  
 کاروباری آدمی ہیں اور مختلف ممالک میں اُن کا وسیع کاروبار ہے لیکن اُن کا دہس صرف کاروباری نہیں ہے  
 ادب، فلسفہ، مذہب، سیاست، انڈسٹری۔۔۔۔۔ عرصہ کی کسی بھی موضوع پر وہ لکھا، راز و گھٹنوں میں  
 کر سکتے ہیں۔ اُن کا مٹھا لہجہ سدا وسیع ہے۔۔۔۔۔ اور وہ گھٹنوں مختلف موضوعات پر بہت کھل کر باتیں  
 کرتے رہے اس دوران چائے، دوپہر کا کھانا، قہوہ، چائے اور پھر چائے کے دوپہلے اور پھر اُن کی دلچسپ

انگریزی لباس یعنی کوٹ پیٹ پہن رکھے ہوں۔ بے تنگ سردی کا موسم تھا لکس دوپہر کا وقت مجھے  
 کی دوسرے لوگوں کی زیادہ بھڑکھاڑ دکھائی دیتی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کایرونی ملاقات تھا۔  
 سنی آبادیاں تھیں اور کام کا دن تھا۔

لاہور کی حدود میں داخل ہوتے ہی گاڑی ہر کے کار سے کمار سے دوڑنے لگی تھی یہ بہر لاہور کے  
 ساتھ ساتھ ہی ہیں لکڑی میں ملتی ہے اسی ہر کے ساتھ لاہور شروع ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ  
 ختم ہوتا ہے۔ ہر کے دونوں طرف بہایت خوب صورت اور کتاہ سڑکیں ہیں۔ سڑکی  
 سڑکی ملائیں بھی ہیں۔ ہر کے کار سے کمار سے لے لے اویکے درخت ہیں کاروں پر ہری پٹی لگا کر  
 قالین بچے دکھائی دیتے ہیں جھوٹے پیٹھے کے لیے سیٹ کے سے بختہ میچ ہیں اس دنوں ہر شک تھی  
 اور اس کی سطح اور کاروں کو بختہ کر کے کام چل رہا تھا تاکہ اس میں سب سے پہلے پانی کی توجیوں  
 میں ادا کیا جاسکے اس کے تقصیر سے دہش میں ایک عجیب سی شگفتگی کا احساس پیدا کیا۔ ہر کے کار سے  
 کایہ سسر مچے بہت اچھا لگا تھا

### پہلی ملاقات راجس پریو اس سے

ہر کے کار سے بھاگتی ہوئی گاڑی کی رفتار مدھم ہوئی اور ٹیل کو کاٹتی ہوئی مائیں صاحب کی جھوٹی  
 سڑک پر بڑی تو ریر بختہ تے تاکہ ہم نیوٹا گاڑوں ٹاؤں کے احمد یارک علاقے میں داخل ہو رہے ہیں  
 اور ہماری سرل بھی سڑکی چل کا ٹکڑی یہاں سے چیدی قدیموں کے واسطے یہ واقعہ ہے مات ختم ہوتے  
 ہوتے ہماری گاڑی سینگ کے صدر دروازے تک پہنچ گئی تھی اور ایک دوسری گاڑی صدر دروازے  
 سے ماہر آرہی تھی۔ یہ سڑکی ریل کے سوہر میاں عداوت میں صاحب کی گاڑی تھی جسے وہ سوڈو ڈرائیو کر رہے  
 تھے ہماری گاڑی سینگ کے داخل ہوئی تو راجس صاحب بھی ایسی گاڑی والیں لے آئے لپک کر ہنہوں  
 ایک دوسرے یوں محل گیر ہو گئے جیسے دو بھائی بدلتوں صدر طے ہوں احیت کا درامی احساس نہیں ہوا جلد  
 لمحوں بعد ہم ایک وسیع ڈرائنگ روم میں آئے جہاں سڑکی ریل سے جو ہو رہی تھی۔

مکانوں اور سڑکیوں کے ساتھ ہم لوگوں کی طرح لپک کر کھیلے پکائی گئی اور احیت کا احساس نہیں ہوا  
 تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ یوں لگا کہ جیسے بہت مارنے کے بعد آج بھرے ہوں حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ













راویڈی 'اسلام آباد میں سلطان رتک'، 'عدرا مصر و عمرہ احباب' سے میرے قلمی تعلقات  
تھے اور گاہے و گاہے خط و کتاب ہوتی رہتی تھی لیکن سارے پاکستان میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں تھا  
جس سے میری ذاتی ملاقات ہو۔

ہر ادیب تناس اور جدائی ہوتا ہے اُس کے ایسے رشتے مٹے بھی جدا ہوتے ہیں یا کستان  
میں میرے ہم کی دھڑکی تھا اور جو میرے ادب کی سر زمین تھا، وہاں حملے کے تصور سے میرا بس محل اٹھتا تھا  
اور ساتھ ہی کبھی کبھی یہ احساس بھی جاگتا تھا کہ کہیں ال جدائی رشتوں کی پہچان کر رہا ہو مسہور ساعر  
کرتس ادیب جو میرا نہایت ہی بے تکلف دوست ہے اور پاکستان میں جس کے سسرال بھی ہیں، میرے  
جدوں کی سذت غمخسوس کرتے ہوئے کہتا: "تم وہاں پہلی مار حار ہے ہو لیکن ایک  
لو بھی ایسے آب کو میگا غمخسوس نہ کرو گے۔" اور ساتھ ہی ایسے گدستہ دورہ پاکستان کی کہانی  
سنانا: "قتیل سمائی، محمد احمر، احمد اسلام احمد اور اسے محمد کی بے ماہ محنت کی  
مثالیں دینا۔ اور اُس کی باتوں سے مجھے حوصلہ ملتا۔

## رواگی کی تیاری

پاکستان روانہ ہونے سے دو روز قبل میرے حوصلے کو تیرہ روزہ تقویت حاصل ہوئی جب لاہور  
سے ٹھٹھی ریل کا تار موصول ہوا جس میں انھوں نے تاکید کی تھی کہ میں ایسے یر و گرام کی تفصیل سے انھیں  
مدد دیو تار اطلاع دوں اُسی روز دوپہر کی ڈاک سے عطا المظنی قاسمی کا خط بھی ملا۔ لکھا تھا  
"تم جلد ہی چلے آؤ۔ ہم صحت تہا رہے منتظر ہیں۔" اسی طرح سکا  
ایک بہت ہی بیاد حط مرگود حاسے ڈاکٹر ویر آغا کا بھی ملا۔ ٹھٹھی ریل کو میں نے مدد دیو تار ایسے  
یر و گرام سے منقطع کر دیا اور اطمینان سے رواگی کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

۱۴، محوری کی دوپہر کو میں اتر کر اسے ایک بہت یرانے دوست مدد دیو تیر مونی صاحب کے  
یہاں پہنچ گیا رواگی کے وقت میرے سوٹ کیس میں یہی ہے کے ذاتی کیڑوں کے علاوہ حید حامی دو تون  
کے لیے بیوٹے مومے مخالف تھے اور صغریٰ میگ میں میری ایم کی تون کے علاوہ کرتس ادیب کی سئی  
کتاب "ساحر۔ یادوں کے آئینے میں" کی حید جلد میں تھیں وہی کے بعض ادیب

مجھے ویرا حاصل کرے سے لے کر سرے سے ملحقہ تمام باتوں کی نہ صرف حاکماری دی ملکہ بہت سے معد  
متورے بھی دیے صحیح معنوں میں وہ اس سلسلے میں سرے سے متعلل راہ تاب ہوئے بہت سی کام  
کی باتیں اگر وہ ہیں تاتے تو یقیناً مجھے کئی طرح کی دستواروں کا سامنا کرنا پڑتا۔

ڈاکٹر گوینی جیڈ مارگٹس اس رور میری ملاقات نہیں ہو سکی لیکن مدریٹھ خط انھوں نے پہلے ہی مجھے  
بہت سی باتوں کی حاکماری دے دی تھی بعد وہ ہر ہاہامہ مسیوس مدی کے مدیر حجاب رئیس پتر  
اور پھر ہاہامہ تاسا ہمد کے مدیر حجاب سرور تو لوسوی سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں پاکستان کے ادنی  
سرے کے واسے میں انھوں نے بھی سری رہائی کی

اس حقیقت سے نہیں آگاہ تھا کہ پاکستان کے ادنی حلقوں میں ہاہامہ شمع "اور مسیوس مدی"  
دونوں خریدے۔ صرف بہت مقبول ہیں ملکہ دونوں دستوں کے متنازادیں ال دونوں رسالوں میں  
مرار لکھتے رہتے ہیں۔ مسیوس مدی تو پاکستان میں ماقاعدہ حاتمے لیکن شمع "یروہاں کی سرکار  
لے ایک سرے سے یامدی ماید کی ہوئی ہے۔ اس کے ماحوذہ شمع "یڑھے والے اس رسالے کو کس نہ  
کسی طرح حاصل کر لیتے ہیں اور اس سرکاری زیادہ قیمت ادا کرنا بھی گوارا کر لیتے ہیں۔ اس سے اندازہ  
لگایا جاسکتا ہے شمع "پاکستان میں کس قدر مقبول ہے گد تہ پچیس سالوں سے کہیں ان دونوں  
بیرونیوں میں ماقادگی سے لکھتا آ رہا تھا اس لیے پاکستان میں اسی بیجاں ہونے کا مجھے یقین تھا  
کسو ہمدیہ سگھ میدی کی مدد سے مجھے آسانی ویرا حاصل ہو گیا اور اس طرح میں ایسے پاکستان کے  
دورے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

ہماری آیتوں کے وعدے ایسے سرکاری دورے کے آخری ٹراہیر ۱۵، حوری کی تمام  
کہ ۱۱ ہوریمیماتھا میں نے راستہ واگہ مارڈر ۱۵، حوری کو لاہور بھیجے کا یروگرام مایاتھا تاکہ میں  
رور لاہور میں ان کے ساتھ گدارے ساکس۔ یہ لاتقدائی یروگرام پاکستان میں تھیں ہتھے گدارے  
کا تھا اور لاہور کے ملاوہ مجھے کراچی راویلیڈی اسلام آباد اور سرگودھا کا ویرا حاصل ہو گیا تھا تمام  
مراحل سے گدارے کے بعد میں نے پاکستان میں ایسے اُن تمام دوستوں کو مایا امکی اطلاع دے دی تھی  
میں سے یہ الی وقلمی ملاسمتے لاہور میں ٹشری رئیس، مطلق قاسمی، انور سید، مقبول احمد، پٹو  
کراچی میں میں امروسی، راجب شکیب، ڈاکٹر جمیل عالمی، میہ معمری سرگودھا میں ڈاکٹر ویرا ناؤ

گوئی جید مارنگ، صاحب گل، مانجھ آراد، ڈاکٹر طیق انجم، بیر و میسر حامدی کا تھمیری، اُردو سر و ملوش  
 بیورو کی ڈائریکٹر محترمہ جمیدہ بیگم وغیرہ اراکس متاثر ہوں گے پاکستان میں وعدے کے قیام اور دیگر  
 تفصیلات پاکستان سرکار طے کرے گی میں سرکاری وعدہ کارکن ہوتا تو اب دوسری تھی، لکن اس حسب  
 کر مجھے ایسے طور پر سمر کرنا تھا اور حرج کے علاوہ دیگر تمام اسطوانات بھی مجھے ہی کرے تھے اس لئے میں نے  
 میڈی صاحب سے درخواست کی کہ وہ فی الحال میرے لیے ویرا حاصل کرے گا سو ولس کر دیں، بیرونگ  
 بعد میں طے کر لیا جائے گا درحقیقت سرکاری وعدے کے ساتھ غیر سرکاری مال ایک فالتو قسم کی حیر ہوئے کا اجلاس  
 کس میں پیدا ہوا تھا اور سحاری حکم ادنیٰ تحصتوں کے ساتھ ای ادنیٰ تحصت کوئیں محض ایک سار  
 ہمیں سے دیا جاتا تھا، اس لئے میں نے دل ہی دل میں مصلہ کر لیا تھا کہ ایسے سفر کا سر و گرام میں اسے  
 طور پر مرتب کروں گا۔

اُسی روز مجھے یہ خیال کہ پاکستان کی مقبول ماون نگار محترمہ نثری رحمن دہلی آئی ہوئی ہیں میں نے  
 کئی جگہ ٹیلی فون گھما کر اُن کے راجدھانی میں قیام کے بارے میں واقعیت حاصل کرنا چاہی لیکن مجھے نامی  
 ہوئی اگلے روز، ۱ دسمبر کو ماہنامہ تنبیح آستانہ کے ایڈیٹر اور اپنے بہت ہی عزیز دوست صاحب یونس  
 دہلوی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ کل سے ہی نثری رحمن لدھانہ میں مجھ سے فون پر رابطہ قائم  
 کرے کی کوسس کر رہی ہیں اور یہ بھی کہ اُن کی رہائش گاہ مراٹھ دعوت عسائیہ کا ہتھام کیا گیا تھا جس میں  
 نثری رحمن کے علاوہ ممتاز افسار و گار عصمت جیسائی اور سلفی مدد لقی اور بہت سے دوسرے افسار و گار وادب  
 مدعو تھے۔ یونس دہلوی نے مجھ سے سخت شک کہ میں نے کل ہی ایسے دہلی آئے کی اطلاع انھیں کیوں نہیں  
 دی اس باب کا افسوس مجھے بھی ہوا تب انھوں نے ادھر ادھر فون گھما کر نثری رحمن کو تلاش کرے اور  
 انھیں میری دہلی میں آمد کی اطلاع دیے کہ بہت کوشش کی لیکن کام مشکل تھا کیوں کہ اُسی روز پاکستان  
 کے صدر رحاب مسلمان متحی ہمارت کے مردعاں منتری صاحب راجیو گاندھی سے ملاقات کرے دہلی تشریف  
 لائے تھے اور اُسی روز انھیں اسلام آباد لوٹ جانا تھا نثری رحمن اُن کے ساتھ مصروف تھیں اور تمام کو  
 اُن کے ساتھ ہی پاکستان لوٹ گئی تھیں اس طرح میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی ایک بیعام کے  
 ساتھ اسی جگہ میں وہ میرے لیے یونس دہلوی کے پاس پھونک گئی تھیں  
 یونس دہلوی صاحب کوئیں سے ایسے پاکستان کے دورے کے بارے میں بتاتا تو انھوں نے

گدستہ کرسس یعنی ۱۹۸۵ء کے شروع میں سرملی کے دولوں دلیتوں کے درماں تعلقات کو خوش گوار  
 سامے کی کومتوں کے تحت بحار سرکار کی طرف سے اُردوادیوں اور تناغروں کا ایک وعدا کسان  
 کے دُور سے یہ جارہا ہے۔ کسی نے بتایا کہ وعدے لگ بھگ تینس اراکیں میں ایک نام میرا بھی ہے مجھے حدوتی  
 ہوئی اور اُس مدھی کہ مری دیر نہ آوے و لوری ہوئے والی ہے لیکن ہسبوں گد رحانے کے ماد خود نہ تو وعد  
 کے اراکس کا قصہ ہو سکا اور نہ ہی روا لگی کی کوئی قطعی تاریخ طے ہو سکی آحرہ دسمبر میں فیصلہ ہو گیا کہ  
 بحارتی اادیوں کا وعدہ متہو ساعرجا کور مہیدر سنگھ میدی تھر کی قیادت میں، ر حوری کوئی دہلی سے  
 پاکستان کے لئے روا ہوگا جس میں تیں سرکاری اراکس کے علاوہ صرف نوادیب اور تناغروں گے۔ اس  
 نہر سب میں مرا نام نہیں تھا مجھے ایک مار بھریا یوسی ہوئی

### متعلیٰ راہ

میں نے کور مہیدر سنگھ میدی صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے فوراً ہی مسئلہ حل کر دیا۔ ویرا حاری کراے  
 کی دتہ داری انھوں نے لے لی اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ میں بھی اسامیر وگرام وعدے کے یروگرام کے مطابق ہی  
 سالوں تاکہ پاکستان میں قیام کے دوران مجھے کوئی پرمانی نہ ہو۔ میدی صاحب کے ساتھ میری مات حیت  
 ۱۴ دسمبر کی سام کو جیمس فورڈ کلکٹی دہلی میں ہوئی جہاں مرے عزیز دوست تری سبیا ل مثل مہر  
 یا لمٹ بھی موجود تھے قتل صاحب کی رائے بھی یہی تھی کہ میں میدی صاحب کے مشورے کے مطابق ہی ایسا  
 یروگرام لے کروں اس لئے کہ پاکستان میں ذاتی طور پر کسی سے بھی میری حال یہیجاں ہنس تھی اور یوں بھی  
 میں پہلی مار یکساں جارہا تھا اُن کی رائے میں ورں تھا اور اس حقیقت سے میں بخوبی واقف تھا کہ  
 کور مہیدر سنگھ میدی کی شخصیت کا قد ہی اُچھا ہے بحارت کی طرح ہی پاکستان میں بھی وہ بے حد  
 مقبول ہیں اور محنت و دوستیوں کے ایسے رستے انھوں نے اسوار کے ہیں حوالا سال ہیں وہاں بھوٹے ٹرے  
 سبھی لوگ انھیں بے پناہ محنت کرتے ہیں پاکستان کے صدر جناب صا االحق سے اُن کی بڑی ہی سیاری  
 دوستی ہے اُن کے ساتھ ساتھ سفر کر ایتنا سرے لیے اعتر ہوگا میدی صاحب نے بتا کہ اُن کی قیادت  
 میں بحارتی اادیوں کا وعدہ، ر حوری کو دہلی سے کراچی کے لیے روا ہوگا اور وہاں سے اسلام آباد ہوتے  
 ہوئے ۱۵، حوری کو لاہور پہنچے گا اور ۱۸، حوری کو وہ لوگ بحارت ٹوٹائیں گے وعد میں ڈاکٹر



ایک قصے لگو میں ہوا تھا جہاں میرے والد سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر تھے حمہ محوی کی مٹی کے رستے سے اسان کسی ایسے آب کو الگ نہیں کر سکا یہ رستہ بہت ہی مارک اور حدائی ہوتا ہے اُس دھرتی کی مٹی میں ایک غیب کی کست — ایک غیب سی جوتو ہوتی ہے جو ہمیشہ حدوں کی تدب میں اصابہ کرتی ہے جس دھرتی پر میں پیدا ہوا تھا — اور جس دھرتی پر میرا معصوم کبیر واں چڑھا تھا اُس دھرتی کی ہبک سے معطر میری حواہش سرا ر چلتی رہی تھی۔

ایسی حدائی حواہش کی تکمیل کے لیے میں نے کئی مار کو کستس کی اور پاکستان حائے کے لیے ویرا حاصل کرنے کی غرض سے کئی ماریں دہلی میں ماکتانی سعادت حائے سے رابطہ قائم کیا لیکن مجھے ہر مارا امیدی ہوئی ہر مار مجھ سے یو چھا گیا کہ پاکستان میں آپ کے کون سے رستے دار ہیں — اور ہر مار میں کہا کہ وہاں کے علم کاروں سے، ایسے قارئین سے اور ایسی حم کی حرق سے مزاح داتی رستہ ہے لیکن ویرا حاصل کرنے کی ترابط کے تحت سادہ رستہ نہیں آتا تھا اور اس رستے کو کسی قسم بھی نہیں کیا گیا۔

حالات کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ دھرو اور اُدھرتی ساری دھرتی بھی ایک دلیت تھی یہاں اور وہاں کے لوگوں کی رماں، رہیں سہیں، رسم و رواج، سماجی قدریں اور کلچر مستر کرتا تھا۔ تب ہم سب ایک تھے اور مرطالوی سامراج ہم پر حکومت کر رہا تھا لگاتار برسوں تک ہم سب مل کر انگریز سرکار کی غلامی کی ربحیروں سے آزاد ہونے کی لڑائی لڑ رہے تھے ۱۹۴۷ء میں ہمیں آزاد دی ملی — — — — — فکس دیس کے ثوار کے ساتھ، دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوئے دلیت کے ایک حصے کو پاکستان کا نام ملا۔ ایک ڈا دلیت ٹوٹا اور ایک مادلتس وجود میں آگیا مات حصہ اتنی سی ہوتی تو یہ کوئی خاص مات نہیں ہوتی خاص مات یہ ہوتی کہ انگریز حکومت نے اسی سیاسی حالات سے یہ ٹھٹھا رکھ اس طرح کیا کہ اسان کے دلوں میں نفرت اور بغض کے جذبات بھڑکا کر اسے فرقوں میں ماٹ دیا اسی تقسیم کسی حوس گوا نہیں ہوتی — — — — — اور یہی سب کچھ ہوا جدے حُوس م گئے نفرت کی آدھان چلے گئیں تعصب کی آگ کے تپنے بھر میں اٹھے فرقہ وارانہ ساداب بھوٹ بڑے اور اس حوی کیل میں رحائے کئی معصوم رنگان قتل ہو گئیں — — — — — کسے تختہ یتیم ہو گئے — — — — — کسی دلہنوں کے سہاگ اُترے — — — — — اور کتنے ہی گھر چل کر راکھ ہو گئے ایسی دھرتی کو کھوکھرا یہی دھرتی کی تلاش میں لاتعداد جا ملاں ہمارے گئے ایسے حادالوں کی تعداد میں کم نہیں تھی حو کی تقسیم کے ساتھ ساتھ حادائی تقسیم کا سکار بھی ہوئے کسی کا بھائی اُس طرف

## تسارادلبنت — مسرادفتق

پاکستان سامے کی خواہش بہت رسوں سے دل میں چل رہی تھی اس کی بہت سی وجوہات تھیں جس کا تعلق ادب اور عداوت دونوں سے تھا۔

ادب کی وجہ صرف اتنی سی ہے کہ میں کہایاں لکھتا ہوں اور اس رماں میں لکھتا ہوں جو یہاں اور وہاں کے درماں ایک اتتراک کی میاوی ہیں لکھا ایک تے کو بھی سم دیتی ہے یہ رسہ قلم کا ہے اسی رتے سے یہاں ملتی ہے۔ اسی رتے سے محنت اور مخلص میا ہوتا ہے اسی رتے سے دورماں مل کر ردیکساں پیدا ہوتی ہیں یہ ایک ایسا رتہ ہے جس میں مدبہ ماساست کو کوئی دخل حاصل نہیں ادب کا رستہ بہت معسوط اور مدبہ عظیم ہے اور ادب کے اس رتے کا نام ہے اردو رماں اردو محارت کی ایک طاقتور اور مقبول رماں ہے اور یہ پاکستان کی قومی رماں ہے محارت کے مقبول قلم کاروں کی مامدہ تحریریں پاکستان کے رساں اور اسرار میں تسانع ہوتی ہیں اور اسی طرح پاکستان کے ادموں کی تعلقات محارت میں تسانع ہوتی ہیں جو لوگ یہاں اور وہاں بھیے ہیں اور جیسے دونوں دیتوں کے قارئین آفادگی سے بڑھتے ہیں اُن میں ایک مام میرا بھی ہے ادب کے ماٹے سے میرا ایک حداتی رستہ ایسے اُن قارئین اور قلم کاروں سے ملتا ہے جو سر میں پاکستان کے مامی ہیں اور جو مجھے اگر لکھتے رہتے ہیں کہ میں پاکستان آؤں۔

پاکستان سامے کی خواہش کی حداتی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ میرا جسم صلح ساہوال کے

کی نقایمیں سدا اسی ڈھب کا مسخرہ میں اسال کے اڑے آیا ہے۔  
 لستری رجنس لاہور میں کیوں دھیر کی میراں تھیں۔ ایک " اسی"  
 ملک میں کسی کو اس یک اور معترحاتوں کے ماسدہں میں جانے لو  
 بھائی کو دیکھ کر نعمتیں مسر آجاتی ہیں۔ ڈاکٹر دھیر واقعی بڑے  
 خوش نصیب ہیں۔

میری رائے ہے کہ خوشنوکاسفر۔ جیسی کسانوں کا لے تنک اور ہمدردانہ  
 تاثر بھی ہیں ایسی طبع رادیکیوں اور محنتوں کا اہل سانا ہے۔

جو گند ریاں  
 ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء

۴۴۔۲، مہاراجی انکلیو،  
 نئی دہلی ۱۱ - ۱۱



کہ جسٹ دونوں ٹروسی ملکوں کے عوام کی ایسی بیاہ کے اسباب  
 اتنے فطری اور خود کار ہوں تو پھر اجتماعی اور سرکاری سطحوں پر دونوں  
 خواہ تامل کی گنجائش کیوں کر روا رکھتی ہیں؟

ڈاکٹر دھیر کا یہ مشاہدہ بہایت مناسب ہے کہ قلم کے رتے بہت  
 گہرے ہوتے ہیں۔ اس مہاسنت سے کیا یہ لازم ہیں ہوجانا کہ دونوں  
 ملکوں کے ویرا کی سہولتوں کے مات میں ان رستوں کو بطر انداز رکھا جائے؟  
 اردو کا ایک ادیب ہوسے کے مات میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں کہ ڈاکٹر دھیر  
 ایسے پاکستانی ہم قلموں سے پیہم رابطہ رائے رکھنے کے لیے مات کسوں  
 ہیں۔ ایک ہی رماں کے معاشرہ میں ایک دوسرے سے دور دور سے ہونے  
 کے باوجود دراصل ایک دوسرے کے دلوں میں سے ہوتے ہیں۔ بہر حال  
 کیوں دھیر کی پاکساں یا ترا سے صرف ان کی متاثر آئی ملک ان کی رفاقت  
 میں ایسے کئی محو قلم کاروں سے ہماری ملاقات کی بھی تدبیر ہوئی بعض  
 نقادوں کا خیال ہے کہ اداسے ہماری اصل ملاقات تو ان کے ادب میں  
 ہی ہو جیتی ہے مگر یہ بھی غلط نہیں کہ اداسے ان کی روزمرہ کی زندگی میں  
 گوشت و پوست میں مل جاتے ہیں۔ ایک تو ہمارے فطری شمس کے تنقید  
 تقاضے جو سے ہوجاتے ہیں، دوسرے ہمیں ان کی تنقید کی تحقیقات کی  
 محنت آہٹ سی ہوجاتی ہے۔ خواہت ہو کہ اس کے قارئین کی خواہش شمس سے  
 کہ ڈاکٹر دھیر کی ادبی ملاقاتیں بھر پور رہی ہیں اور انھوں نے ایسے میاں  
 میں کہیں بھی التزام سے کام نہیں لیا، ملک ٹری دیاست اور سادگی سے ایسی  
 گٹھری کھول دی ہے۔ ارباب دانش ستاد اس نے تحفظ راست بیانی  
 کو محروم ہی پر محمول کر کے ایسی اماکی تسکین کر لیں مگر تاریخ گواہ ہے کہ تجاؤں

بہایت قابلِ مطالعہ ہے ایسی بے تحفظ سادگی سے واسطہ پڑے یہ آدمی  
ایسے ہتھکڑوں کو ایک طرف ڈال کر گویا لکھے والے سے عین وطری طور پر  
گھل مل جاتا ہے یہی وہ ہے کہ کسوں دھیرے کبھی راست ملاقات نہ  
ہوئے کے ماوصف مجھے وہ اسے کوئی دیر نہ رسیق معلوم ہوتے ہیں۔

اگر یہ حوت سو کا سفر کے دریغ ڈاکٹر دھیر نے ہیں موجودہ  
پاکستانی زندگی کے تعلق سے کئی اہم اطلاعات بھی ہم پہنچائی ہیں۔ تاہم  
اس سفر مارے کے اولین اسباب میں نہ امریتیں ہیں کہ وہ ہمیں ایسی  
عنت کی وارداتوں میں سر یک کرے سے کہیں چوک نہ جائیں۔ اسی  
وارداتوں کی بدولت ان کے بے بسیاں میں سک حدود کی حدت  
اور بعض بہت پیارے رنگ بھر آئے ہیں۔ اس میں یہ بات  
خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جب انھوں نے اس سفر کا قصد کیا تو ان  
کے پاس کوئی ایک بھی ایسا پاکستانی تہ نہ تھا جہاں انھیں ایسے قیام کی  
سہولتوں کا یقین ہوتا، لہٰذا ان کے سفر مارے کے درمیانی حصوں پر  
بہت بڑے بہتے احساس ہوئے لگتا ہے کہ وہ جہاں بھی جا پہنچیں گے ان کے مڑاں  
انھیں سراختے پر مٹھالیں گے اس میں ان کے میرا بولوں کی وسیع انقباض  
تو کار فرما ہے ہی، مگر اس ظلم کی اصل کار فرمائی ان کی عنت کی توفیق کی بھی  
دیں ہے۔ ان کی عنت کرے اور عنت کیے جانے کی خواہش کتاب میں حاکی  
ہیں ایسے مقامات پر سے آتی ہے جہاں گرم حوت انسان تعلقا  
کی رتری میں ہمارا یقین بحال ہوئے لگتا ہے کیوں دھڑکی اس کتاب  
کو بڑھ کر وہیں میں بے اصداریہ سوال ابھرتا ہے۔ اور یہ بہایت اہم سوال  
ہمارے دونوں ملکوں کے سربراہوں کی خصوصی توجہ کا متقاضی ہے۔

## دیکھا چہ

ڈاکٹر کیول دھیر پاکستان کے صلع ساہیوال کے اک قصہ گلوں میں پیدا ہوئے تھے گلوں کی مانی میں ایک موسیقی صدا مد ترکیبے عبارت ہے — انگلماں مادھ کرہ قیلیوں کے درمیاں حلا میں ایسی صدا اور کھلڑ کی سالیں مھر پر کے س ایس اس مترم صداؤں یر مایا شروع کر دو — اس سمرائے میں کیول دھیر نے مئی دراصل اسی مامدای محنت اور موج کی مدد کی ہے اور ایسا کرتے ہوئے ایسی ترنگ کو قارم میں منتقل کر مایا ہے۔ حوت کو کا سفر یر ایک مار تھک کر میں آخری سطر تک ایسا سر او یرہ اٹھایا۔ بہت سے محققین اس نوعیت کی کتابوں میں ایسی تحریر کو حواہ مجاہد چمیدہ سا ڈالتے ہیں اور داستانوری کے توت مرا ہم کر لینے کے او حود ے چار سے اک قابل مطالعہ ہیں ہو یا تے بعد کا شکر ہے کہ کیول دھیر کی یہ تصنیف اُن کی کہانیوں ہی کے مامد ٹری سادہ اور بجا دت اور اس لیے

# اظہار

”خوشنوکا سفر“ مندر کا خوری ۱۹۸۶ء تا تیس خوری ۱۹۸۶ء

ماکسان کی پائرا کے دہ سولہ دن مایری ادنی رسیدگی کے خوب صورت ترین  
 دہ فہی جہوں نے مجھے محسنوں اور دوستیوں کی بے پناہ دلوں سے مالا مال  
 کر دنا اے خیم کی دھرتی کی مہکتی میٹھی کی مہکتی مہکتی اور خود بینی سے لسن گئی  
 ایک حد ناتی تسکین حاصل ہوئی — ایک تاریکی ملی اور میرے قلم کو  
 ایک نئی طاقت، ایک بیاخون میسر ہوا۔ یہ محسن سفر ہی میرے لیے ایک  
 ایسا تخلیقی تجربہ تھا جس کے ساتھ سعوری اور غیر سعوری طریقہ خدایا  
 واسنہ تھے — دھڑکی سی ایک مہی۔

خداوں اور دھڑکیوں کی اس حقیقی داستان کو اسی لیے میں ”خوشنوکا سفر“  
 نام دیا ہے — اور یہ داستان دلی خلوص، محبت اور احترام کے ساتھ  
 آپ کی مدد ہے۔

لوگوں کی صورت پہان ہر رے مہی  
 تیرے تھرم میں اٹھ جہان جھوٹا آئے  
 نہ اعجازِ حسی آوارگی کا  
 جہان بھی گئے داستان جھوٹا آئے (حسب حال)

کیا  
 ڈاکٹر کیول دھار



---

جوتنو کے سیر

---

کورہنہند رسالہ یڈی سحر

---

اور

---

تسری رحمتیں

---

کے نام۔

---

© ڈاکٹر کیول دھیر

۲ جیمہ پارک، ماڈل گرام

لڈھارہ (بیجاہ - بھارہ)

پہلی ناہ سنہ ۱۹۸۸ء

قیمت ساٹھ روپے 60/-

کتاب محمد عمران اعظمی

سرور ہاقی رزاں آرشد

طابع اے ول آفیسٹریٹر دہلی



ریاستہام

یہیم گویاں مثل

رابطہ

موڈرن پبلشنگ ہاؤس۔ ۹ گولڈ مارکیٹ۔ دریا گج۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

# خوشنویو کا سفر

---

## سفر نامہ پاکِ ستان

ڈاکٹر کیول دھیر



موڈرن پبلیشنگ ہاؤس  
۷ گولڈ مارکٹ - دریا گنج - نئی دہلی ۲ " ۱۱

## ڈاکٹر کیول دھیر کی دیگر مطبوعات

مطبوعہ —————

- — بکھری ہوئی زندگی (اسادوی مجموعہ)
- — ایسا داس ایسی آگ (اسادوی مجموعہ)
- — سٹو میرا دوست
- — اُردو، انگریزی، ہندی اور بھائی میں یکساں سے راندو دیگر کتابیں

رہِ طبع —————

- — گوری کے دیش میں (سفر نامہ کیپٹن، امریکہ اور سرطاسہ)
- — بھات کے اُردو ترنگار



D

خوشبو کا سفر  
سفرِ امانہ پاکستان

آپاکو کا سفر

By  
کمال دُہیر - 60 = 6

D

ڈاکٹر کیول دھیر





نویں ملکوں کے رہنماؤں میں پاکستان کے ساتھ  
 دی کے لیے ڈرائے بھی لکھتے ہیں اور ڈورڈرس ما  
 ایر و گرام بھی میں کرتے ہیں اس کی وجہ سے بھی اس  
 ماکے لیے سامہ بھی ماسہ اس کے پاکستان کے اریوں  
 یراں کے ساتھ بھی کہے وداتی رطافاٹم میں اور  
 کی مایر وہ حید ہتوں کے لیے پاکستان گئے تھے ہمار  
 دن ساعروں ہمایوں اور اورو کے ماتروں سے طاق  
 ے شمار دعوتوں میں شرکت کی اھیں اسی کہاں س  
 کہاں میں اُن کو ایسے یہاں کے اوسوں کا احوال کہے  
 ن کے بھی ادنیٰ مساتے تھے اور ان سب ملاقاتوں کی ایک  
 بیاری روئید لکھ دی ہے جسے اھیں ایک ایتھے اسا  
 ایتھا سمرامہ رکار بھی مات کر دیا ہے

ڈاکٹر دھیر کے اس سمرامے میں لاہور کے تاریخی حالات و  
 ساطرام و ساطرم کی زندگی کے لاہور کی وہ تصویریں جو گد  
 ہر ترقی سے عارت ہیں اور ہاں کے سے پورے اریوں اور اتہ  
 ران کے ادنیٰ سلیات کا ذکر اسی تفصیل سے موجود ہے اور اس کا  
 دل بھیر کی ترور سکا ہی اور ان کا لے یاہ سلوں کے اس  
 ہر اس کا مطالعہ کرتے وقت مجھے مار پایا احساس ہوا کہ میں  
 اہم محنت کی چھلین (ٹھاٹھیں) ہاتسے ہوئے دریا میں ایک  
 کا سہا ہوں اور اس میں سیاست کا کوئی حال لیوا محسوس  
 حریٹ کا کوئی گھر مجھ بھی نہیں ہے حریٹ سے والوں کو اکثر  
 رہتہ میں لے جایا کرتا ہے یہ غریبانہ حریٹوں محسوس  
 بی نصائے جس میں سانس لیے سے روج یا کیرہ اور  
 دھاتے ہیں